انتشارات پنجابی ادبی اکادمی

۳



دیوانِ غنیمت

بتصحیح

پرفسور غلامِ ربّانی عزیزؔ

لاہور ۱۳۳۷ شمسی (۱۹۵۸ م)




پنجابی ادبی اکیڈمی

انتشارات پنجابی ادبی اکادمی

۳



دیوانِ غنیمت

بتصحیح

پرفسور غلامِ ربّانی عزیز

لاہور ۱۳۳۷ شمسی (۱۹۵۸ م)



بار اول ۱۹۵۸ء

قیمت ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ :
پنجابی ادبی اکیڈمی
۱۲-جی ، ماڈل ٹاؤن
لاھور (پاکستان)

سول ایجنٹ :
آئینۂ ادب
چوک مسجد مینار ، لوھاری دروازہ ، لاھور

چھاپ : الائیڈ پریس ، لاھور



دیوانِ غنیمت

تشکّر

پنجابی ادبی اکیڈمی

وزارتِ فرہنگ دولتِ پاکستان

کی ممنُون ہے

جس نے اکیڈمی کو مناسب مالی امداد دے کر
اس کتاب کی طباعت کے لئے
اہم وسیلہ بہم پہنچایا ہے

فهرست مطالب

فهرست غزلیات و دیگر مندرجات
دیوان غنیمت

حرف ب ۶ غزل

حرف ت ۴۹ غزل

حرف ق ۱ غزل

حرف ک ۱ غزل

حرف گ ۱ غزل

حرف ل ٥ غزل

حرف م ۳۲ غزل

حرف ن ۱۳ غزل

حرف و ۱۲ غزل



مزار غنیمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

پروفیسر غلام ربانی عزیز

شرح احوال غنیمت

غنیمت کا نام محمد اکرم اور کنجاہ جائے پیدائش تھی ۔ یہ نام ھے ایک چھوٹے سے قصبے کا جو گجرات سے مغرب کی طرف سات میل کے فاصلہ پر واقع ھے ۔ تذکرہ نویسوں نے سن ولادت کی کوئی تصریح نہیں کی ، صرف اتنا لکھنا ھی کافی سمجھا کہ غنیمت شہنشاہ عالمگیر کے عہد میں لاھور کے گورنر نواب محمد مکرم خان کا ندیم اور مصاحب تھا ۔ نواب مذکور سے مخلصانہ مراسم تھے ، اور کافی عرصہ تک نواب کی مصاحبت میں رھا ۔ یہ گورنر بارھویں صدی ھجری کی پہلی دھائی میں اس منصب پر ممتاز ھوا ، اور یہی وہ زمانہ تھا جب کہ غنیمت نے مثنوی نیرنگ عشق لکھی تھی ۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت اس کی عمر کیا ھوگی ، لیکن کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ھے کہ اچھا خاصہ پختہ گو ھو چکا تھا ۔

مغلیہ عہد کے ابتدائی دور میں جب ان کی حاتمانہ فیاضیوں نے تمام مشرق وسطیٰ کو گرویدہ بنا لیا تھا ، غنیمت کے آبا و اجداد شام سے ھجرت کر کے اس گمنام قصبے میں بس گئے تھے ، والد کا نام نذر محمد تھا ۔ وہ کنجاہ کے مفتی تھے ، اور دنیاوی جاہ و منصب کے علاوہ عالم دین اور صاحب دل بزرگ تھے ۔ چچا کا نام شیخ ابوالبقا تھا ۔

یہ دونوں بھائی سیدالعارفین حاجی محمد نوشہ گنج بخش کے مرید اور خلیفہ تھے اور صاحب کشف و کرامات شمار ہوتے تھے ۔

غنیمت خود لکھتا ہے کہ اسے بچپن میں پڑھنے لکھنے سے کچھ لگاؤ نہ تھا ۔ دن رات کھیل کود اور لہو و لعب میں لگا رہتا ۔ اسی اثنا میں سید صالح محمد صاحب کے مرید ہونے کا موقع ملا ۔ سید موصوف حضرت غوث الاعظم گیلانی کی اولاد سے تھے اور گجرات سے چار میل مشرق کو سادہ نامی ایک گاؤں میں رہتے تھے ۔

سید صاحب بڑے صاحب کمالات بزرگ تھے، چنانچہ ان کے فیض صحبت سے غنیمت کی کایا پلٹ گئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی شاعری اور روحانیت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا ۔ غنیمت عقیدہ کے لحاظ سے سنی المذہب اور قادری سلسلۂ طریقت سے وابستہ تھا ۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانی سے اس کی وابستگی عشق بلکہ جنون تک پہنچ گئی تھی چنانچہ جب بھی کسی محفل میں اس کے سامنے غوث الاعظم کا نام لیا جاتا ، فوراً سجدہ میں گر پڑتا ۔ اڑتے اڑتے یہ خبر عالمگیر کے کانوں تک جا پہنچی ۔ وہ بھلا کب صبر کرنے والے تھے ۔ انہوں نے اسلام کو جس زاویے سے دیکھا تھا ، وہاں ایسی آزادی کی گنجائش نہ تھی ۔ فوراً طلبی ہوئی ۔ غنیمت سامنے آیا تو شہنشاہ نے پوچھا ”ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جب بھی تمہارے سامنے غوث الاعظم کا نام لیا جاتا ہے ، سجدہ میں گر پڑتے ہو ۔ یہ حرکت اسلامی توحید کی عین نقیض ہے ۔ کیا تم اس فعل کے جواز میں کوئی شرعی دلیل پیش کر سکتے ہو ؟ “ ادھر سے کوئی جواب نہ ملا ، تو شہنشاہ نے دیکھا کہ غنیمت سجدہ میں پڑا ہے ۔ حقیقت شناس تھا سمجھ گیا کہ مزید چھیڑ چھاڑ غیر مناسب ہے ۔

حاضر جوابی اور بدیہہ گوئی

غنیمت گاؤں کا رہنے والا تھا، وہیں پل کر جوان ہوا تھا ، وہی

بود و باش تھی، اور وھی نشست و برخاست ۔ گاڑھے کے کپڑے پھنتا ، ایک ھاتھ میں مٹی کا حقہ ھوتا اور دوسرے میں گنواروں کا سا لٹھ ، دیکھنے والا بادی‌النظر میں سمجھتا کہ گنوار ھے ، کہ ابھی ڈھور چرا کر آیا ھے ۔ مثنوی نیرنگ عشق مکمل ھو چکی تھی اور شاعر کی نگاہ کسی ایسے قدردان کی تلاش میں تھی جو ان جواھر ریزوں کی قدر کرتا ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مرزا سرخوش دھلی میں مقیم تھے ۔ ان کی شہرت ھندوستان کے طول و عرض میں پھنچ چکی تھی ۔ غنیمت اھل وطن کی کور ذوقی سے شکستہ خاطر تھا ۔ مثنوی کے اجزا بغل میں دبا دھلی کو چل دیا ۔ وھاں پھنچا تو دم لینے کے لئے جامع مسجد دھلی کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا ۔ سستا چکا تو سرخوش کے مکان کا پتہ دریافت کیا ۔ پھنچ کر دستک دی ، ملازم آیا ۔ تو سرخوش سے ملاقات کی خواھش کی ۔ وہ اس وقت ھواخواھوں اور شاعروں کے مجمع میں بیٹھے تھے اور فکر شعر سے دل بھلا رھے تھے ۔ بعض احباب کو ایک اجنبی کا یوں آنا ناگوار گزرا لیکن سرخوش کی مروت نے گوارا نہ کیا کہ ایک غریب الوطن کی درخواست کو مسترد کر دے ، چنانچہ حکم دیا کہ بلا لاؤ ۔ غنیمت اسی ھئیت کذائی میں اندر آیا اور ایک طرف کو دبک کر بیٹھ گیا ۔ سرخوش سمجھے کہ سائل ھے ۔ منتظر تھے کہ کچھ مانگے تو دے دلا کر پیچھا چھڑائیں ، مگر غنیمت گم سم بیٹھا رھا ۔ سب اس کی طرف دیکھ رھے تھے مگر وہ ٹس سے مس نہ ھوا ۔ آخر رھا نہ گیا تو ایک صاحب کھنے لگے :

”بڑے میاں آپ گونگے تو نھیں کچھ تو کھئیے،،

اس طنز آمیز فقرے نے غنیمت کے سمند طبع پر تازیانہ کا کام کیا ۔ فوراً بول اٹھا :

کردہ ام از مھر لب نقد بیانھا در گرہ
بستہ ام چون غنچہ‌ی سوسن زبانھا در گرہ

ایسا بلند مطلع اس گنوار کی زبان سے سن کر حاضرین کے کان کھڑے ہو گئے ۔ کنکھیوں سے دیکھا تو بعض آنکھوں میں شک و شبہ کی کچھ دھاریاں دکھائی دیں ، فوراً دوسرا شعر پڑھا :

سرفراز منصب سرگشتگی گردیده ام
اختر ما داشت گویی آسمان ها در گره

اب یہ حالت ہے کہ سبھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں اور ملتجی ہیں کہ سلسلہ جاری رہے ، تیسرا شعر تھا :

آتشین‌روی گذر بر جلوه محتاجی نکرد
چون سپندم ماند آشوب فغانها در گره

سامعین کی محویت نقطۂ انتہا تک پہنچ چکی تھی کہ **غنیمت** نے چوتھا شعر پڑھا :

مرده ام در حسرت شیرینی حرف کسی
کز لب خاموش دارد نقد جانها در گره

یہ کچھ حسب حال بھی تھا ، پانچواں شعر تھا :

ز ابروان آن پری تا می‌توانی گوشه گیر
ناوک بیداد دارند این کمانها در گره

اب محفل کی یہ حالت تھی کہ فرط استعجاب سے حاضرین سکتے کے عالم میں تھے اور **غنیمت** نے چھٹا شعر پڑھا :

از شب هجران و محنت های ما
زلف شبرنگ تو دارد داستانها در گره

ساتواں شعر مقطع تھا ، اس نے رہی سہی کسر نکال دی :

یاد مژگانش **غنیمت** چاکها در دل فگند
تابکی باید نهان کردن سنانها در گره

سرخوش فرط شوق سے بے تاب ہو چکے تھے ، اٹھ کر لپٹ گئے ۔ سینے سے لگا لیا اور دیر تک راز ونیاز کی باتیں کرتے رہے ۔ شعر و سخن ان لوگوں کا اوڑھنا بچھونا تھا ۔ ادھر ادھر کی باتیں ہو چکیں تو سرخوش کہنے لگے ، کہ ہم سب لوگ ایک مصرع پر جس کا قافیہ اور ردیف **پست افتادہ است** ہے فکر کر رہے تھے ، آپ بھی غور کریں ، وہاں کیا دیر تھی ، تھوڑے سے غور و فکر کے بعد چھ شعر کی ایک غزل کہہ ڈالی ، آپ بھی سن لیجئے :

وحشتم پر زور و طاقت زیر دست افتادہ است
ھمچو موج از خود بکار ما شکست افتادہ است

تا شہید گرم خوبہای چشم مست کیست
همچو خم آتش بگور می پرست افتادہ است

مشہد حیرت شہیدان را زیارت کردہ ام
ہر طرف مینایی می گوئی ز دست افتادہ است

چاہ راہ خویش گـردیـدنـد چون گردابہا
همت ارباب دنیا بسکہ پست افتادہ است

طاقت برخاستن چون گرد نمناکم نماند
خلق می داند کہ می خوردست وست افتادہ است

سایۂ تاک از سر ما چون غنیمت کم مباد
کز عدالت همسر زنجیر پست افتادہ است

سرخوش کے علاوہ باقی سامعین بھی پھڑک اٹھے ۔ دوئی کا حجاب اٹھ چکا تھا ۔ مٹی کا حقہ توڑ پھینکا اور اسکی بجائے چاندی کا حقہ جس میں سونے کی منہال لگی تھی ، غنیمت کو پیش کیا ۔ گاڑھے کے میلے کچیلے کپڑے اتروائے اور بہترین ایرانی لباس زیب تن کرایا ۔

ان لوگوں نے غنیمت کو سر آنکھوں پر جگہ دی اور اس فیاضی سے قدردانی کی کہ بعد کی زندگی نہایت آرام اور سکون سے گذری ۔

ایک اور موقع پر غنیمت سرخوش کے یہاں تھا ، فکر شعر ہو رہی تھی ۔ مصرع طرح کا قافیہ اور ردیف تھی نگار از من ' قرار از من ۔ جب سب لوگ اپنی اپنی غزل پڑھ چکے اور غنیمت کی باری آئی تو اس نے ایک مرصع غزل پڑھی ، جسکے دو شعر درج ذیل ھیں ۔ افسوس کہ اس غزل کے باقی اشعار کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکے :

رقیبا من نمی گویم گل و باغ و بہار از من
بہار از تو، گل از تو، ہر دو عالم از تو، یار از من

مرا ای باغبان از داغ دل برگ و نوا باشد
چمن از تو، گل از تو، بلبل از تو، لالہ زار از من[1]

ایک دن غنیمت بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک شوخ و چنچل لڑکے نے راستہ روک لیا اور بغیر کسی تقریب کے پوچھا ، کہ رباعی کا وزن کیا ھے ؟ اتنے میں دو چار لڑکے اور بھی آ گئے ۔ جانتے تو سبھی تھے کہ بڑے بوڑھوں سے سر راہ مخاطب ہونا اس عہد کی وضع داری کے خلاف ھے لیکن جب انہیں ایک ہم درس کی جسارت سے موقع ملا تو حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے ۔ غنیمت بھی سنبھل چکا تھا ۔ کہنے لگا ، سنو!

شیطان پسری پیش من آمد در رہ
پرسید ز من وزن رباعی ناگہ
چون شوخی طبعش رابدیدم گفتم
لا حول ولا قوت الا باللہ

۱۔ سرخوش کا بیان ھے کہ یہ شعر محمد حسین جلی کے ھیں (کلمات الشعراء ، ص ۴۳) اور غالباً یہ حقیقت ھے کیونکہ غنیمت کے کسی دیوان میں یہ شعر موجود نہیں (محمد باقر)

خوب واہ واہ ہوئی ۔ بچوں نے زور زور سے تالیاں بجائیں اور سوال کرنیوالا لڑکا اپنا سا منہ لے کر رہ گیا ۔

شوق سیاحت

ہم بیان کر چکے ہیں کہ غنیمت کو غوث الاعظم سے والہانہ عقیدت تھی ، چنانچہ اس جذبے کی تسکین کے لئے مدت العمر یہ خواہش اس کے دل میں چٹکیاں لیتی رہی کہ کاش کوئی ایسی صورت پیدا ہوتی کہ وہ اس جلیل‌القدر روحانی پیشوا کے روضے کی زیارت کر سکتا ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی صعوبتوں اور اقتصادی بدحالی کی وجہ سے یہ خواہش پوری نہ ہو سکی ، اور غنیمت ارمانوں کا بستہ بغل میں دبائے دنیا سے رخصت ہو گیا ۔ دیوان غنیمت میں ایک مقطع ہے :

اے خوش آن دم کہ غنیمت ز سر عجز و نیاز
سر قدم کردہ بہ طوف شہ بغداد رود

سیر کابل کی خواہش غنیمت کے دل میں ہمیشہ چٹکیاں لیتی رہی ، لیکن مالی وسائل کے بغیر اس بیل کے پروان چڑھنے کی کیا صورت تھی، مرتے دم تک دل سے یہ کسک نہ نکل سکی ، دیوان میں ایک جگہ کہتا ہے :

شوق فائز میکند تکلیف سیر کابلم
شد غنیمت دیدۂ ما عرصۂ سرخاب ازو

لیکن قرائن شاہد ہیں کہ غنیمت کا یہ ارمان بھی پورا نہ ہوسکا ، اور آخر بقدر اقل اس امر پر رضامند ہوگیا کہ چلو اگر کابل جانا میسر نہیں تو لگے ہاتھوں کشمیر جنت نظیر ہی سے دل بہلا لیں ، چنانچہ لکھتا ہے :

شد غنیمت سرد در خاطر ہوائی کابلم
بسکہ دل سرگرم سیر گلشن کشمیر بود

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے :

بیا بلبل اگر داری گلی ، نذر تماشه کن
غنیمت بہر سیر گلشن کشمیر می آید

حب وطن

انسان جس خاک سے اٹھتا ہے اسکی محبت رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوتی ہے - غنیمت بھی سچا وطن پرست تھا اور وہ اس سر زمین سے اٹھا تھا جس کے باسیوں کو سر سید مرحوم نے زندہ دلان پنجاب کے قابل احترام لقب سے نوازا - کشمیر کی سیر کو گیا تو یاد وطن ستانے لگی - شعرأ نے اسے جنت نظیر کہا ہے ، لیکن دیکھئے تو شاعر اس جنت میں بھی پنجاب کو نہیں بھولتا ، اور حب وطن کی یاد دل میں چٹکیاں لیتی ہے تو بے اختیار پکار اٹھتا ہے :

آب شد کشمیر در چشم غنیمت از حجاب
تا که نادانسته نام خطهٔ پنجاب برد

پنجاب کے اس عاشق زار نے ایک اور جگہ اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا ہے :

نه خواهم لاله زار گلشن ایران که سر بر زد
گل داؤدی صبح وطن از خاک پنجابم

وفات

ہم بیان کر آئے ہیں کہ غنیمت کی تاریخ پیدائش کے بارے میں قابل وثوق ذرائع سے کچھ معلوم نہیں ہو سکتا - یہ مفروضہ ہے کہ غالباً اس کی پیدائش گیارھویں صدی کے وسط کے قریب ہوئی ہوگی - چونکہ کسی تذکرہ نویس نے یہ بھی نہیں لکھا کہ اس نے کتنی عمر پائی تھی - اس لئے تاریخ پیدائش کے بارے میں ابہام اور بڑھ جاتا ہے ، ہاں البتہ اتنا بہ وثوق کہا جا سکتا ہے کہ جب مرزا سرخوش اپنے تذکرہ

کلمات الشعرا پر نظر ثانی کر چکے تھے تو غنیمت دنیا سے رخصت ہو چکا تھا ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

”غنیمت از خاکیان ہند غنیمت بود
دیوان مختصر دارد و مثنوی نیز فکر کردہ“

یہ ۱۱۵۸ ہجری کا واقعہ ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غنیمت اس تذکرے کی تکمیل کے وقت دنیا میں موجود نہیں تھا ۔ ممکن ہے کہ اسی سال یا ایک آدھ سال پہلے وفات پائی ہو ۔ غنیمت لاہور میں نواب مکرم خاں کے ہاں مقیم تھا کہ مرض‌الموت میں مبتلا ہوا ۔ چھوٹے بھائی کو اطلاع دی ۔ وہ بھاگم بھاگ آیا اور ساتھ لے گیا ۔ غشی طاری تھی اور حالت غیر ، کنجاہ پہنچا تو غشی میں کسی قدر افاقہ تھا ، کہنے لگا :

”ابھی ابھی حضرت قبلہ سید صالح گیلانی کی خدمت بابرکت میں ایک قصیدہ منقبتیہ پیش کیا تھا جسے انہوں نے پسند کیا اور مجھے سروپا عطا فرمایا“

اس کے بعد چند اشعار پڑھے جو مرشد کی تعریف میں تھے ۔ سید صاحب اس سے بہت عرصہ پیشتر فوت ہو چکے تھے ۔ غشی کا دوسرا دورہ پڑا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۔ یہ ہے مختصر سی روئداد اس زندۂ جاوید شاعر کی جس کی مسیحائی نے کنجاہ کی گمنام بستی کو بقائے دوام کا تمغہ عطا کیا ۔

مزار غنیمت

کنجاہ کے جنوب کی طرف باغ دیواناں کے متصل اس نامور شاعر کا مزار ہے ۔ یہ آج سے کوئی پینتیس برس پہلے نہایت خستہ حالت میں تھا ۔ بخشی منظور علی صاحب رہتاسی ان دنوں کنجاہ کے تھانے دار تھے ۔

جب بھی وہاں سے گذر ہوتا قبر کی خستہ حالی سے متاثر ہوتے۔ خیال آیا کیوں نہ اس نامور کی قبر کی مرمت کروائی جائے۔ چنانچہ بعض مخیر حضرات سے بھی اس کے بارے میں مشورہ کیا۔ بخشی صاحب کا ذاتی رسوخ کام کر گیا اور چند ہزار روپوں کے صرف سے مزار کی مناسب مرمت ہو گئی۔

یہ مزار حسب معمول زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ دو چار مجاور بھی ادھر ادھر سے آ کر بس گئے ہیں۔ ہر سال جیٹھ کے مہینے میں میلہ لگتا ہے۔ عقیدت مند دور دور سے کھنچے چلے آتے ہیں اور ایک آدھ دن بسر کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ عوام میں کئی قصے غنیمت کے کشف و کرامات کے مشہور ہیں۔ چنانچہ یہ روایت تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی شخص شاعر بننے کا متمنی ہو اور غنیمت کے مزار پر چلہ کشی کرے تو اس مجذوب شاعر کے روحانی تصرف سے اس کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور وہ شعر کہنے لگ جاتا ہے۔

غنیمت کی شاعری

ہم بیان کر چکے ہیں کہ غنیمت ۱۰۵۸ ہجری سے پہلے جو مرزا سرخوش کے مشہور تذکرہ **کلمات الشعرا** کا سال تکمیل ہے، وفات پا چکا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کا سال رحلت ۱۱۱۸ ہجری ہے۔ اس لحاظ سے **غنیمت** کو **ہندوستان** کے اس صوفی منش شہنشاہ کا ہم عصر کہنا چاہئے۔

غنیمت نے ہوش کی آنکھ کھولی تو ہندوستان کی فضا **نظیری** نیشاپوری، **صائب** اصفہانی، **کلیم** ہمدانی، **فضائی** شیرازی، **ناصر علی** سرہندی، **جلال اسیر** اور **قاسم دیوانہ** کے دلاویز نغموں سے معمور تھی۔ ایسے جلیل‌القدر اساتذہ کے بعد آنا بذات خود کافی حوصلہ فرسا تھا۔

ایسے بزرگ بہ افراط موجود تھے جن کے کانوں میں ابھی تک ان شیریں نواؤں کی نغمہ سنجیاں گونج رہی تھیں ۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی معمولی دل و دماغ کا انسان ہوتا تو اپنے منقار زیر پر رکھے بغیر چارہ نہ تھا مگر غنیمت حالات کی ناسازگاری سے بد دل نہ ہوا ۔

غنیمت نے شعر کہنا شروع کیا تو فارسی شاعری کو عالم وجود میں آئے تقریباً آٹھ سو برس بیت چکے تھے ۔ اس طول طویل زمانے میں ایران و ہندوستان سے ہزاروں فن کار اٹھے اور پیوند خاک ہو گئے تھے ۔ فارسی غزل کا سارا سرمایہ محبت کے سوز، فراق کی تلخیوں اور وصال کی مسرتوں پر مشتمل ہے ۔ زبان اور انداز بیان ہزار مختلف سہی لیکن وہی ایک حسن ہے جو مختلف سانچوں میں ڈھلتا چلا آ رہا ہے، وہی ایک ٹھوس حقیقت ہے جس کی کئی تعبیریں ہو چکی ہیں ، وہی نپے تلے خیالات ہیں جنہیں الفاظ و عبارات کے مختلف قالب عطا کئے جا چکے ہیں ، وہی زمین ہے جسے بار بار جوتا جا رہا ہے ، وہی لقمہ ہے جسے ہر شخص چباتا چلا آیا ہے ۔ زمین ہزار زرخیز سہی لیکن آخر کب تک ، لقمہ ہزار لذیذ سہی مگر تابکے ۔ غنیمت کے لئے اس عام ڈگر سے ہٹ کر چلنا ممکن نہ تھا ۔ وہ نہ بیدل تھا ، نہ عرفی ، نہ غالب نہ اقبال ، کہ اہل زمانہ کا مذاق اور زمانے کی روش کو بدل سکتا ، لیکن پھر بھی جو کچھ کہہ گیا اس لائق ہے کہ فارسی ادب کے قابل قدر ذخیرے میں جگہ پا سکے اور اہل ذوق سے خراج تحسین وصول کرے ۔

غزل پر تبصرہ

ہم ذیل میں اس کی ایک غزل پر قارئین کو مختصر تبصرے کی دعوت دیتے ہیں ۔ یہ غزل سات اشعار پر مشتمل ہے ، جو اس عہد کی شاعری

کا بلا شبہ عمدہ نمونہ ہے ، پہلا شعر ہے :

کشم ز دیدہ‌ی گریان چو بی حجاب انگشت
شود چو ماهی بی آب اضطراب انگشت

عاشق فراق یار میں روتا ہے تو اشک ریز آنکھوں پر انگلی دھر لیتا ہے، روتے روتے برسوں گزر گئے ، نہ رونا بند ہوا نہ انگلی ہٹی - چنانچہ آنسوؤں کے اس سیلاب میں رہتے رہتے انگلی کی فطرت ہی بدل گئی - برسوں کی اس رفاقت کے بعد اچانک ایک دن انگلی کو آنکھوں سے ہٹایا تو وہ یوں سراپا اضطراب بن گئی جیسے کوئی مچھلی کو دریا سے اٹھا کر باہر پھینک دے - انگلی کے اضطراب میں ایک لطیف سا اشارہ ان آنسوؤں کی دل آویزی کی طرف بھی ہے جو عاشق کی آنکھوں سے فراق محبوب میں بہتے رہے - بلا شبہ یہ تشبیہ غیر واقعاتی ہے اور اس میں حد درجہ مبالغہ ہے لیکن جو چیز اوروں کے لئے ناروا ہے ایسے شاعر کی دنیا میں گوارا کر لیا جاتا ہے :

بہ چشم مست تو کردم شبی اشارہ ز دور
مرا چو گردن میناست پر شراب انگشت

محبوب کی نشہ ریز آنکھوں کو شعرا نے جام شراب ، سبوئے مے ، خم صہبا اور خدا جانے اور کس کس چیز سے تشبیہ دی ہے - کسی نے جھوم جھوم کر پی تو کسی نے لہرا لہرا کر ، ایک نے جام پر جام چڑھایا تو دوسرے نے سبو کے سبو خالی کردیئے ، غرض بہ قدر ظرف و استعداد سبھی نے اس چشمۂ حیات سے پی اور خوب جی بھر کر پی - غنیمت کے محبوب کی آنکھیں بھی سر مستی و کیف کا ایسا ہی نہ ختم ہونے والا میکدہ ہیں ، لیکن ان میں نشے اور بے خودی کی کیفیت ہے کہ

ایک دن اس نے دور سے ان کیف پرور آنکھوں کی طرف اشارہ ہی کیا تھا کہ انگلی میں یوں نشہ بھر گیا جیسے گردن مینا میں شراب بھری ہوتی ہے۔ وہاں آپ نے آنکھوں کو آنکھوں سے سیراب ہوتے دیکھا یہاں چشم زدن میں انگلی کو شاداب ہوتے دیکھئے۔

شمار سوزش پروانہ مشربان نہ کنی
کہ ہم چو شمع گدازد درین حساب انگشت

عشاق کی آتش نفسی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ کبھی سوز عشق سے شمع صفت جلتے اور پگھلتے ہیں تو کبھی شمع حسن پر پروانہ وار جان دیتے ہیں۔ غرض جلنا ان کا اوڑھنا بچھونا اور مرنا ان کی زندگی کا تار و پود ہے۔ غنیمت کا محبوب عشاق شماری کا ارادہ رکھتا ہے، مگر شاعر اسے ایک خطرناک مہم جان کر محبوب کو منع کرتا ہے، اور کہتا ہے:

میری عاجزانہ گذارش ہے کہ اس مہم کا خیال ترک کر دیجئے کیونکہ ایک ایک جان نثار بھڑکتی ہوئی آگ کا تنور اور دھکتے ہوئے کوئلوں کا لاوا ہے۔ ادھر آپ نے انگلی اٹھائی ادھر وہ موم کی طرح پگھلی۔

اگلے شعر میں اسی مضمون کو دوسرے پیرائے سے ادا کرتا ہے:

زدم بہ سینۂ سوزان خویشتن دستی
برنگ سیخ فرورفت در کباب انگشت

عشق کی سوزش اور محبت کی تپش میں جو گرمی ہے وہ جہنم کو بھی میسر نہیں، مگر باوجود اس کے عاشق زندہ ہے، چلتا پھرتا ہے، اٹھتا بیٹھتا ہے۔ غنیمت اسے فریب نظر جانتا ہے،

چنانچہ کہتا ہے کہ میں نے ایک دن اپنے سینے پر ہاتھ مارا تو انگلیاں اس طرح اندر دھنس گئیں جیسے کباب میں لوہے کی سیخ -

پانچواں شعر ہے :

برنگ غنچہ دهد بوی گل سرانگشتم
شبی که باز کند بند آن نقاب انگشت

نامراد عاشق کی زندگی میں ایک آدھ دن ایسا بھی آتا ہے جب اسے وصال یار نصیب ہوتا ہے - حسن اتفاق سے غنیمت کو بھی وہ دن نصیب ہوا ، اور اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر محبوب کے نقاب کے بند کھول ڈالے - ذرا اس فردوسی لمحے کا تاثر ملاحظہ فرمائیے :

"جب سے مجھے محبوب کا نقاب الٹنے کا موقعہ ملا ہے میری انگلی گلاب کی خوشبو سے اسطرح بھر گئی ہے جیسے کہ غنچہ بوئے گل سے لبریز ہوتا ہے"

چھٹا شعر ہے :

ورق دل و رقم از آه شعله انشا شد
به سهو تا نه گزاری برین کتاب انگشت

دل کو کتاب تو سبھی کہتے ہیں ، غنیمت نے اس پر آہ شعلہ سے کچھ لکھ بھی دیا - اب شاعر محبوب کو خبردار کرتا ہے کہ دیکھئے آپ اس کتاب پر انگلی نہ رکھئے گا - آپ کی نزاکت اس شعلۂ آہ کی حریف نہیں ہو سکے گی جو ان حروف کی سیاہی ہے -

مقطع ہے :

چو التماس نگاه کرم غنیمت کرد
گذاشت یار برآن چشم نیم خواب انگشت

غنیمت کے سنگ دل محبوب کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ادھر عاشق نے نگاہ کرم کی التجا کی ادھر اس نے آنکھوں پر انگلی رکھ کر منہ پھیر لیا۔

اس غزل کے تجزیے سے آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ قافیے کی تبدیلی اور ردیف کی تکرار سے غنیمت نے خیال آفرینی کا کیا عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔

شعراء سے موازنہ

فغانی

غنیمت نے اپنے دیوان میں جن لوگوں کے تتبع کا دعویٰ کیا ہے اس میں تاریخی لحاظ سے بابا فغانی شیرازی کا نمبر پہلا ہے۔ فغانی نویں صدی ہجری کے دوسرے نصف میں شیراز میں پیدا ہوا۔

غنیمت نے شعر کہنا شروع کیا تو فغانی فارسی زبان کا صاحب طرز استاد تسلیم کیا جا چکا تھا، چنانچہ جو آدمی بھی شعر کہنے لگتا، فغانی کی طرز اپنانے کی کوشش کرتا۔ حسب دستور غنیمت نے بھی ایسا ہی کیا۔۱ اور حسب استعداد کچھ غزلیں اس کی غزلوں کے تتبع میں کہیں۔ فغانی کی ایک غزل کا قافیہ شراب، آب اور کتاب وغیرہ اور ردیف تلخ ہے۔ یہ غزل سات اشعار پر مشتمل ہے۔ غنیمت نے اسی زمین میں

۱- غنیمت کا ایک مطلع ہے:

غنیمت چشم مست او نه شد روزی طبیب من
فغانی وار ورنه درد خود را چاره می کردم

چھ اشعار کی ایک غزل کہی ہے ، ایسے شاعر کی قادرالکلامی کا اعجاز کہنا چاہئے کہ وہ ایسے عظیم‌المرتبت استاد کے جواب میں ایسے عمدہ اور برجستہ اشعار نکالنے میں کامیاب ہوسکا ، پہلے **فغانی** کا مطلع سنیئے :

تاکی بزیر چشم کشیدن شراب تلخ
شیرین نمی شود دهن ما ز آب تلخ

غنیمت کا مطلع ہے :

دوش از لب پیاله بجای شراب تلخ
بی لعل دلکش تو کشیدم عتاب تلخ

فغانی کے پہلے مصرعے میں بزیر چشم کشیدن کا ٹکڑا واضح نہیں ، اس کے مقابلے میں **غنیمت** کا شعر بالکل صاف ہے ۔ **فغانی** کے دوسرے شعر میں **عتاب** کا قافیہ استعمال ہوا ہے ، چونکہ اس کا مفہوم کسی حد تک **غنیمت** کے شعر سے ملتا ہے ، اسی لئے وہ بھی سن لیجئے :

تلخی مکن که بر دل ما تلخ میکنی
شیرینی کرشمه به ناز و **عتاب** تلخ

اس شعر میں تلخ کی تکرار سے جو بےکیفی پیدا ہوئی ، ناز تلخ کی ترکیب نے اسے اور ناگوار بنا دیا ہے ۔ **فغانی** کا تیسرا شعر ایک عامیانہ خیال ہے ، جس میں شاعر کا صرف اتنا حصہ ہے کہ اسے شعر کے قالب میں ڈھال دیا ہے اور طرفه یه که طرز ادا میں بھی کوئی جدت نہیں که ناگواری کسی حد تک کم ہو جاتی ہے ، کہتا ہے :

ما بوسه خواستیم و تو دشنام می دهی
شیرین نماید از لب شیرین جواب تلخ

غنیمت نے اس عام خیال کو که صوفیوں اور واعظوں کے

دل کینے اور حسد کی برائی سے اس وقت تک صاف نہیں ہو سکتے جب تک وہ اس جامۂ ریا سے دست کش نہ ہو جائیں ، جدت ادا کے زور سے زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے :

صوفی ز درد کینه دلت صاف کی شود
تا آنکه نه گزری ز نمد چون شراب تلخ

چوتھا شعر ہے :

عشاق راست درپی هر ساغر فراق
از دیده نقل شور و ز دلها کباب تلخ

غنیمت نے یہ قافیہ تو نہیں ، اس کی بجائے خواب کا قافیہ استعمال کیا ہے ، سنئیے کیا کہتا ہے :

عبرت اگر فسانهٔ فرهاد سر کند
شیرین شود به دیدهٔ پرویز خواب تلخ

فرہاد کی رقابت سے پرویز کی نیند حرام ہوگئی تھی ، وہ اکثر وحشتناک خواب دیکھتا اور راتوں کو جاگ اٹھتا ۔ شاعر کو پرویز کی اس بے خوابی سے ضرور ہمدردی ہے ، لیکن اسے اس کا رنج بھی ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ اس کی آنکھوں سے کیوں اوجھل ہے اور فرہاد کی عبرت ناک ناکامی سے کیوں اس نے سبق نہیں لیا ۔ جو کچھ اس بے نصیب پر گزری کیا اس میں پرویز کے لئے سامان بصیرت نہیں ، کہ حسن اتفاق سے اسے تلخ نتائج کا نشانہ نہ بننا پڑا ۔ چنانچہ کہتا ہے کہ اگر پرویز فرہاد کی سرگذشت کو سن پائے تو رقابت کی تمام تلخیوں کو بھول جائے ۔ فلسفیوں کے اس نظریے کی کہ ہر شر میں خیر کا پہلو موجود ہوتا ہے ، اور انسان کو دنیا میں جو تکلیف

بھی پیش آتی ہے ، اکثر اس کا رد عمل نہایت عمدہ ہوتا ہے ، اس سے بہتر مثال اور کون ہو سکتی ہے ، اس میں شبہ نہیں کہ **فغانی** کا شعر بھی برا نہیں ۔ بالخصوص دوسرا مصرعہ ضرور قابل داد ہے ، لیکن اس میں وہ بات کہاں ہے ، جو **غنیمت** کے یہاں پائی جاتی ہے ۔

ھجر یار میں بدنصیب عاشق پر جوکچھ گزرتی ہے ، اگر آپ اس دل دوز نظارے کی سیر دیکھنا چاہیں تو تصور کی وسعتوں کو ذرا پھیلا دیجئے ۔ آپ جھٹ سے اس سرزمین میں پہنچ جائیں گے جہاں یہ خانہ برانداز مخلوق بستی ہے ۔ اس کی قیامت خیز فضا میں سانپ کی زہر ناکی اور جوہری بموں کی جھلسا دینے والی تابناکی پائی جاتی ہے ۔ شاعر ہم سے زیادہ حساس مخلوق ہوتا ہے ، اس کے احساسات لطیف تر اور اس کے جذبات مقابلتاً تند تر ہوتے ہیں ، چنانچہ اس کے شب و روز جس تلخی سے دوچار ہوتے ہیں ، اس کا عکس **فغانی** کے کلام میں دیکھئے :

شب جام بی خودی و سحر زهر نیستی
آه این چه زندگی بود و خورد و خواب تلخ

بلا شبہ **فغانی** کا یہ شعر **غنیمت** کے شعر کے مقابلہ میں جسے ہم پیش کرنے لگے ہیں ۔ زیادہ جامع ، واضح اور صاف ہے :

در استحان بی خودی تلخ کام هجر
گردد روان ز چشمهٔ آئینه آب تلخ

اگرچه چشمهٔ آئینه سے آنسوؤں کا رواں ہونا انتہائی مبالغہ ہے اور خوب ہے لیکن **فغانی** کا پہلا مصرعہ بہت بلند ہے ۔

حسن اتفاق سے دونوں شاعروں کا اگلا شعر ہم قافیہ ہے ، اس لئے اہل ذوق کے لئے باہمی موازنہ کا نہایت عمدہ موقع ہے ، **فغانی** کا شعر ہے :

درد دلم ز بی خودی غم برون دهد
از کاسه های دیدهٔ گریان گلاب تلخ

شعر کا مفہوم واضح ہے ، یعنی غم کی وجہ سے شاعر کے دل سے دھواں اٹھ رہا ہے ، جس کے اثر سے اس کی رونے والی آنکھوں سے تلخ گلاب کے قطرے ٹپک رہے ہیں - اب **غنیمت** کا الہام سماعت فرمائیے :

آید به سیر باغ به این زهر چشم اگر
ریزد برون ز دیدهٔ بلبل گلاب تلخ

آید کا فاعل محبوب ہے - شعر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر محبوب ان قہر آلود آنکھوں سے باغ کی سیر کو گیا تو اس کی زہر ناکی کے اثر سے بلبل کی آنکھوں سے تلخ گلاب ٹپکنے لگے گا - اس شعر میں صنعت مراعاۃالنظیر ہے ، یعنی باغ اور بلبل کے ذکر نے ذکر گلاب کے لئے جواز پیدا کر دیا ، جس کا **فغانی** کے یہاں پتہ نہیں - اب صرف مقطع کا لکھنا باقی رہ گیا ہے - **فغانی** کا مقطع بیت الغزل کی حیثیت رکھتا ہے - سنیئے اور لطف اٹھائیے :

از دل سواد صبر **فغانی** زگریه شست
در آب شوربه ورق این کتاب تلخ

صبر کو سواد (سیاہی) کہہ کر شوربہ سے دھونا کتنا فطری عمل ہے ، اور حق یہ ہے کہ دوسرا مصرع ''در آب شوربه ورق این کتاب تلخ،، ساری غزل کی جان ہے -

غنیمت کا مقطع بالکل بے کیف ہے - لیکن لکھے بغیر چارہ نہیں :

آنجا کہ حرف صائب شیرین سخن رود
شرط ادب نبود غنیمت جواب تلخ

نظیری

فغانی کے بعد دوسرا نمبر نظیری کا ہے - اس بادشاہ سخن کی زندگی کا بیشتر حصہ خانخانان کی مصاحبت میں بسر ہوا ، جو اپنے عہد کا حاتم تھا اور جس کی دریا بخشیوں نے شاعر کو این و آن کی دریوزہ گری سے بے نیاز کر دیا تھا - نیز درباری فضا میں فیضی اور ابوالفضل کا طوطی بول رہا تھا - نظیری کو ایک آدہ دفعہ بار کا موقع ملا - تو وہاں کی فضا سے جسے رقابت ، حسد اور بے دینی کے بس نے مسموم بنا رکھا تھا دل برداشتہ ہو گیا - اور حق یہ ہے کہ دربار کی رقابتیں اور امرا کی چشمکیں اس بوریا نشین عافیت کے بس کا روگ نہ تھا - اکبری عہد شاہان ہند کا زرین زمانہ شمار ہوتا ہے - بڑے بڑے فضلا اور صاحب علم دربار میں جمع تھے - چاروں طرف ہن کی بارش ہو رہی تھی ، مگر نظیری کے لئے اس شاہانہ ٹھاٹھ اور خسروانہ شان و شوکت میں کوئی کشش نہ تھی - وہ اپنے طور پر شعر و سخن کی خدمت میں مصروف رہا ، اور ایسا لا زوال ورثہ چھوڑ گیا ، جس کی نظیر آج تک پیدا نہیں ہو سکی -

غنیمت اور نظیری کے درمیان تقریباً پچاس برس کا زمانہ حائل ہے - نصف صدی کے اس عرصے میں بڑے بڑے اہل کمال وارد ہند ہوئے - کچھ واپس چلے گئے ، اور کچھ یہیں کی دامن گیر خاک میں پیوست ہو گئے - کالم اور صائب اسی دور کی پیداوار ہیں - ان صاحبان کمال کے باوجود شعرا نظیری کی استادی پر فخر کرتے - اس کی غزلوں کے تتبع میں غزلیں کہتے اور اسے اپنے لئے سرمایۂ ناز خیال کرتے تھے - غنیمت

بھی اس میدان کا مرد تھا ، چنانچہ اس نے طبع آزمائی کی -۱ اور شرط انصاف یہ ھے کہ جو کچھ کہا وہ سزاوار صد ستائش و آفرین ھے -

نظیری نے ردیف میم میں نو شعر کی ایک غزل کہی ھے ، جس کا مطلع ھے :

ساقی بہ زحمت آمدہ ام تابپای خم
یک کاسہ می بیار و گرھست لای خم

خیال اور طرز کے لحاظ سے شعر بالکل معمولی ھے - اب غنیمت کا مطلع سنیئے :

گر بشنوی بہ گوش دل ما صدای خم
سر برنگیری از در دولت سرای خم

شعر کا مفہوم یہ ھے کہ اگر تم دل کے کانوں سے سبوی شراب کی آواز سنو تو تم کبھی شراب خانے کی دھلیز سے سر اوپر نہیں اٹھاؤگے - غنیمت کا مطلع ھر لحاظ سے نظیری کے مطلع سے زیادہ صاف اور بلند ھے - بالخصوص دوسرے مصرع میں "در دولت سرای خم" کا ٹکڑا از بس لطیف ھے -

چونکہ دونوں غزلوں میں نہ تو اشعار کی تعداد مساوی ھے اور نہ سب اشعار ھم قافیہ ھی ھیں ، جن سے موازنہ بہ آسانی ھوسکتا ، اس لئے ترتیب اشعار سے قطع نظر کرکے پہلے ھم قافیہ اشعار کو تبصرے کے لئے پیش کیا جاتا ھے اور بعد میں ھم مضمون اشعار کو

۱- غنیمت کا مقطع ھے -
تارسانم نشہءی طرز نظیری در غزل باعلی امشب غنیمت می بہ یک ساغر زدم

تاکہ ہر دو اساتذہ سخن کے زور طبع کا اندازہ ہوسکے - **نظیری** کا شعر ہے :

گر خم شکست محتسبم غم نمی خورم
کافی است یک کرشمہ‌ی ساقی بجای خم

غنیمت اسی خیال کو یوں ادا کرتا ہے :

از یاد چشم مست تو لبریز بادہ ام
مستانہ می روم کہ نشینم بجای خم

سبوی شراب کے ٹوٹنے سے جسے محتسب کی کارستانی کہنا چاہیئے ، **نظیری** کو کوئی پریشانی نہیں ، کیونکہ محبوب کی نرگسی آنکھ میں شراب کی تاثیر ہوتی ہے - عاشق کو اسی می‌خانہ مستی کی یاد آنے کی دیر تھی کہ بد مستی سے جھومنے لگ گیا - **غنیمت** کی کوشش بہت عمدہ ہے ، بالخصوص دوسرے مصرع کی خوبی ادا اور جدت خیال کی تعریف ممکن ہی نہیں -

نظیری کا شعر ہے :

تاهست باغ و می کدہ از غم پناہ ہست
یا زیر **گل** شویم نہان یا قفای خم

غالباً اس غزل میں یہ بہترین شعر شمار ہو سکتا ہے - **غنیمت** کی غزل کا دوسرا شعر ہے :

بوسیدنی است ہمچو لب جام در بہار
دست سبوی و گردن میناوپای خم

بلاشبہ یہ شعر تعریف سے قطعاً بے نیاز ہے اور ایسے ہی اشعار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک شعر سارے دیوان پر بھاری ہے .

نظیری پیر میفروش کا شکر گزار ہے کہ شراب کے طفیل اس کی طبیعت سے خست اور تنگ دلی کا مرض دور ہو گیا ، چنانچہ کہتا ہے :

چشمم غنی شد از کرم پیر میفروش
طبعم کریم شد زدم دل کشای خم

افلاطون کے متعلق مشہور ہے کہ جب وہ مشکل اور ادق فلسفی مسائل کے متعلق سوچنا چاھتا ، تو مٹکے میں بیٹھ جاتا اور اوپر سرپوش رکھ دیتا ، تا کہ خیالات کو یکسوئی میسر آ سکے ۔ غنیمت کہتا ہے کہ ہمارے دور کی رسوم قطعاً اس سے مختلف ہیں ۔ اب تو اگر کوئی خم شراب کے پاس سے بھی گزر جائے تو وہ دانا تر ہونے کی بجائے الٹا ہوش و ہواس کھو بیٹھتا ہے ۔ ایسا عام خیال اور ایسا پیارا انداز بیان !

برعکس روزگار فلاطون بہ عہد ما
بیگانہ می شود ز خرد آشنای خم

نظیری بھی بدمست ہے اور حریف بھی ۔ ظاہر ہے کہ جب اس کیف کا نشہ اتنا عام ہے کہ شاعر کے حریف بھی جنہیں وہ خاطر میں بھی نہیں لاتا ، اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں ، تو خود اس کی کوئی خصوصیت نہ رہی ، اس لئے اس کا اترانا بیجا اور حریفوں کو بہ نظر حقارت دیکھنا بے محل ہے ۔ شاعر کو خود اس امر کا احساس ہے ، چنانچہ کہتا ہے کہ گو بظاہر میرے حریف بھی سرشار دکھائی دیتے ہیں ، لیکن دونوں کیفیتوں میں فرق ہے ، ان کی بد مستی خم بادہ کی مرھون ہے تو میرے کیف کا سرچشمہ ماورائے خم ہے :

مستی من زجنس حریفان دور نیست
نوشم می از قرابۂ دیگر ورای خم

بہار کی ہوا کچھ اس طرح کی کیف آور اور جنون انگیز ہوتی ہے کہ بڑے بڑے زاھدان مرتاض کا دامن صبر ھاتھ سے چھوٹ جاتا ہے ۔

بعض لوگ موسم کی دلچسپیوں میں شراب کا پیوند لگا کر اسے دو آتشہ بناتے ہیں تو کچھ شباب کی آگ کو بھڑکانے کے لئے اس کا جواز پیدا کرتے ہیں ۔ غنیمت کا زاهد بھی گوشت پوست کی مخلوق ہے ۔ بہار کی گھٹا جھوم کر اٹھی ، آخر آدمی تھا لہرا گیا ، اور دیکھتے دیکھتے پارسائی کی قبا تار تار ہوگئی :

امشب رطوبتی است هوا را که زهد خشک
شد ته نشین خاطر زاهد چو لای خم

نظیری کا شعر ہے :

پیمانگی کند فلکم سپهر قطرگی
گردون صلای جام زند من صلای خم

نظیری آسمان کو جام کہہ کر آفتاب کو قطرے سے تشبیہ دیتا ہے ، اور پھر آسمان سے موازنہ کر کے خود کو اس سے بہتر خیال کرتا ہے کہ آسمان لوگوں کو صلائے جام دے رہا ہے ، تو میں صدائے خم دے رہا ہوں ۔

شاعرانہ روایات کی رو سے بادہ ، خم بادہ اور میکدہ کو جو خاص احترام حاصل ہے اس کی ایک جھلک غنیمت کے مندرجہ ذیل شعر میں ملاحظہ کیجئے ۔ جس دن سے کہ خاک کو خم بادہ کی قدم بوسی کا موقع ملا ہے اس دن سے اس کا سر افتخار آسمان سے جا لگا ہے :

میسود خاک را به فلک سر ز افتخار
روزی که می نمود ارادت به پای خم

نظیری کا مقطع ہے :

در حرص نان چو مور نظیری چه مانده ای
طاؤس می شود مگس اندر هوای خم

غنیمت کہتا ہے :

سر ناورد فرو چو غنیمت بہ ہیچ رو
بیمار چشم یار بہ دارالشفای خم

نظیری کی غزل میں دو شعر اور بھی ہیں ، لیکن ان کی حیثیت اتنی معمولی ہے کہ نقل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ۔

آپ نے اس سرسری تبصرے سے دیکھ لیا ہوگا کہ کم از کم اس ایک منزل میں غنیمت کا پلہ ہر لحاظ سے بھاری رہا ، بلکہ حسن اتفاق سے اس کا ہر شعر کسی نہ کسی خوبی کا حامل ہے ۔ اس کے مقابلے میں نظیری کی غزل اتنی معمولی پایہ کی ہے کہ اس کا انتساب بھی ایسے جلیل‌القدر اہل فن کی طرف درست نہیں معلوم ہوتا ۔ ہو سکتا ہے کہ غنیمت نے اس زمین میں طبع آزمائی کرتے وقت بہت زیادہ غور و غوض کیا ہو یا عمداً غزل ہی ایسی انتخاب کی ہو ، جس کی دروبست ڈھیلی اور جس کے خد و خال معمولی ہیں ۔

صائب

مرزا صائب شاہ جہان کے عہد میں ہندوستان آیا ، اور مرزا ظفر خان گورنر کابل کی وساطت سے شاہی دربار تک رسائی ہوئی لیکن جلد ہی ایران واپس چلا گیا ۔ چونکہ بلند پایہ صاحب طرز شاعر تھا ، اس لئے شہرت کے پر لگا کر اڑا ، اور ہندوستان اور ایران کی فضا پر چھا گیا ۔ ایران کی حکومت ان دنوں صفوی خاندان کے بادشاہ عباس دوم کے زیر نگیں تھی ۔ صائب کی واپسی ایک اچھا فال تھا ۔ دربار میں طلبی ہوئی ، ملک‌الشعرائی کا منصب انتظار میں تھا ۔ اس سے پہلے ایران کئی باکمالوں سے محروم ہو چکا تھا ۔ عباس دوم کی عاقبت اندیشی نے اس صاحب کمال کو روک لیا ، اور صفوی خاندان کی پیشانی شہرت پر کلنک کا ٹیکہ لگتے لگتے رہ گیا ۔

غنیمت نے جہاں اپنے اور کئی پیشرو شاعروں کے تتبع میں غزلیں کہیں وہاں صائب کی طرز بھی اپنانے کی کوشش کی ، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس باکمال کا بہت سا کلام ضائع ہوگیا ہے۔۱ اور اہل ہندوستان تک اس کے بہت کم اجزا پہنچ سکے ہیں ۔ ہمارے سامنے اس وقت صائب کا جو نسخہ ہے اس کے کل ایک سو پچاس صفحے ہیں ۔ اکثر و بیشتر غزلیں ناتمام ہیں ۔ ممکن ہے ایران میں اس دیوان کی وہ صورت نہ ہو جو یہاں ہے۔۲ یہ نسخہ کانپور میں ۱۸۹۳ء میلادی میں چھپا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان مجموعۂ کلام نہیں ، بلکہ انتخاب کلام ہے ۔ جس میں صرف ایسے اشعار جمع کر دئے گئے ہیں جن کا تعلق یا تو اخلاقیات سے ہے اور یا روحانیت سے ، اور جن میں شباب کی سرخوشی اور عشق کی بدمستی کا یا تو قطعاً ذکر نہیں ، اور اگر کہیں ہے تو ایسے آدمی کی زبان سے جو اس کوچے سے بہت کم واقف ہے ۔ ہم نے کوشش کی کہ کوئی ہم طرح غزل مل جائے تو قارئین کو دو استادان سخن کی جولانی فکر کا تماشا دکھائیں ، لیکن افسوس کہ کامیابی نہ ہو سکی ۔ ممکن ہے ، صائب کے دیوان میں ایک یا چند غزلیں ایسی ہوں جن کے تتبع میں غنیمت نے خامہ فرسائی کی ہو ، لیکن دیوان صائب کے مطالعہ سے اس حقیقت کے باور کرنے میں تامل ہوتا ہے ،

---

۱ ۔ غنیمت کا ایک مقطع جس میں مرزا صائب کے تتبع کا ذکر ہے ۔ ہم فغانی سے موازنہ کرتے وقت لکھ آئے ہیں ۔ دو اور شعر سنئیے :

گر دلی داری غنیمت پند صائب گوش کن
'' حفظ دولت در پریشان کردن سیم و زر است ''

غنیمت از زبان گوشہ‌ی ابروی ہر مصرع
برای میرزا صائب جواب ساکتی دارم

۲ ۔ ڈاکٹر محمد باقر کی زبانی معلوم ہوا کہ صائب کا دیوان ایران میں چھپ گیا ہے ، اور کئی سو صفحات پر مشتمل ہے ، جس کا ایک نسخہ ان کے پاس بھی ہے ۔ ہر چند ڈاکٹر صاحب نے کتاب مستعار دینے کا وعدہ کیا تھا ، لیکن افسوس وہ بر وقت وعدہ ایفا نہ کر سکے ، اور میں اس سے زیادہ تاب انتظار نہ لا سکا ۔

کیونکہ مجھے ان دو شاعروں کے رنگ تغزل میں زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوا - صائب اخلاق ، پرہیزگاری ، اور پارسائی کا مبلغ ہے - اس کے مطبوعہ دیوان میں چاروں کھونٹ انہی خیالات کا پرچار ہے - بلکہ اگر آپ یوں کہیں کہ قصائد سعدی کو غزل کے قالب میں ڈھال دیا گیا ہے تو بے جا نہ ہوگا -

اس کے مقابلے میں غنیمت عالمگیری عہد کا شاعر ہوتے ہونے بھی عام انسانوں کا شاعر ہے - محبت کے اونچ نیچ ، عشق کے نشیب و فراز سے آشنا ہے - اگر فراق کی زہر ناک تلخیوں سے واسطہ پڑا ہے ، تو وصال کی حیات بخش لذتوں سے بھی محروم نہیں رہا - آہ کی بے اثری اور نالہ کی نارسائی اس سے مخفی نہیں - آرزوئیں ارمانوں میں اور خواہشیں حسرتوں میں تبدیل ہوتے دیکھی ہیں - ہجر کی طول طویل راتیں جو دامن قیامت سے دامن باندھے تھیں ، رو رو کر بسر کی ہیں ، تو وصل کی راتیں بھی رقیب کے ڈر اور محتسب کے خوف سے آنکھوں میں گذار دیں اور یقین مانئیے کہ یہ دو وہ مقام محمود ہیں جہاں پہنچ کر شاعر کا کلام الہام بن جاتا ہے -

قاسم دیوانہ

قاسم دیوانہ مشہدی مرزا صائب کا شاگرد تھا - غنیمت-۱ نے اس دیوانہ بکار خویش ہوشیار کے تتبع کا بھی دعویٰ کیا ہے ، اور دونوں اہل فن کے دیوانوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے

---

۱ - در خیالم بود ساقی قاسم دیوانۂ
شب کہ در دست غنیمت دفتر اشعار بود

غنیمت با تجلی دوش فکر شعر میکردم
پریشان گشت مضمون قاسم دیوانہ پیدا شد

/ نالۂ زنجیر از ہر مصرع من شد بلند
تا غنیمت ہم زمین قاسم دیوانہ ام

که غنیمت اور قاسم کی طبائع میں اتنی هم آهنگی اور طرز ادا میں ایسی مکمل یکسانیت هے که اگر دونوں شاعروں کے تخلص کو علیحده کر کے دیوان کو ملا دیا جائے، تو یه دو قالب ویسے یک جان هو جائیں که بڑے سے بڑا نقاد بھی شاید هی امتیاز کر سکے ۔ آئیے اس مجذوب کی ایک آده بڑ سن لیجئے :

چنین اگر آتشین سیلاب اشکم باشتاب آید
زمین خانه ام نازک تر از بام حباب آید

نیا شد خالی از دود جگر پیغام مشتاقان
کشائی چون سر مکتوب ما بوی کباب آید

مرا با یاد او آسوده نگزارند یکساعت
رود گر آفتاب از خانهٔ من ماهتاب آید

ز تاثیر فغان آتشین بر عکس شد کارم
کنم در کوه اگر فریاد از دریا جواب آید

اب چار شعر غنیمت کے بھی اس زمین میں گوش گزار کرتا هوں :

شبی کز یاد چشم مست او دل کامیاب آید
چو نام خویش گیرم از دهن بوی شراب آید

کند گر بر لب جو جلوهٔ انعام دیدنها
هوا نور نظر گر دیده در چشم حباب آید

ز جام اتحاد عالمی می خورده ام گوئی
دل هر کس که می سوزد ز من بوی کباب آید

به کهساری که از شوق گل روی تو می گردم
اگر سازند مینای ز سنگش بر گلاب آید

آپ نے دیکھ لیا کہ دونوں فنکار کس طرح ایک ہی طریق پر سوچتے اور ایک ہی طرز پر اظہار خیال کرتے ہیں ۔ دونوں ایک ہی تیر کے زخم خوردہ اور ایک ہی شمشیر کے گھائل ہیں ، دونوں کا فیضان ایک ہی سرچشمہ کا ممنون اور ایک ہی منبع فیض کا مرہون ہے ، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارا فن کار بار بار ایرانی جادو نگار کا ذکر کرتا ہے ۔ کچھ رجحان طبع کا تقاضا تھا ، تو کچھ پیہم عشق کا کہ ہمارے ہیرو نے خود کو اس طرح اس ایرانی سانچے میں ڈھال لیا کہ ما و تو کی تمیز لٹھ گئی ۔ یہی مکمل عینیت اور بہمہ وجوہ ہم آہنگی ہی وہ مقام جلیل ہے جس کے لئے برسوں کی محنت شاقہ اور سالہا سال کی خامہ فرسائی بھی بعض اوقات دل خواہ نتائج پیدا کرنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکتی ۔

ناصر علی سرہندی

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ناصر علی سرہندی کا سال پیدائش ٦ رمضان ١١٠٨ ہجری مطابق ١٩ مارچ ١٦٩٧ میلادی درج ہے ، اور غنیمت کی وفات جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ، بالاتفاق اس سال سے پہلے ہوچکی تھی ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ غنیمت ناصر علی کا ہم عصر ہونے کی بجائے اس کا پیشں رو ہے ، جو کسی طرح بھی درست نہیں کہا جا سکتا ، کیونکہ دیوان غنیمت میں ایسی شہادت موجود ہے جس کی بنا پر ہم بہ وثوق کہہ سکتے ہیں کہ غنیمت نے ناصر علی کے تتبع میں بھی غزلیات کہیں ، جس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ ناصر علی کو غنیمت پر تقدم زمانی حاصل تھا ، یہ اور بات ہے کہ اس تقدم کی مدت دس بارہ برس سے زیادہ نہ ہو اور اگر دونوں کو معاصر تسلیم کیا جائے ، جب بھی یہ ماننا پڑے گا کہ جب غنیمت نے شعر کہنا شروع کیا ، یقیناً یہ وہی زمانہ ہوگا جب ناصر علی کی استادی

کی شہرت اوج کمال پر ہوگی - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناصر علی کی سال پیدائش کے بارے میں مقالہ نویس کو سخت اشتباہ ہوا - آئیے ہمارے بیان کی تائید خود غنیمت کی زبان سے سنیئے :

نیست ہم طرح علی بودن غنیمت قدرتم
مصرعی رنگین نشد تاخون نشد اندیشہ ها

ایک دوسری جگہ کہتا ہے :

پرسش حال علی کردم غنیمت دوش گفت
کشتہ‌ی وضع خودم از طبع آزادم مپرس

ایک اور شعر سنیئے :

غنیمت دل بر احوال علی سوزد کہ می گوید
"درون -۱ بیضہ چون پروانہ‌ٔ فانوس می تابم"

یہ یقینی ہے کہ جب غنیمت نے نغمہ سرائی شروع کی تو ناصر علی کی شاعری کی گونج ہر طرف سنی جا رہی تھی، اور اہل ذوق اس معجز بیان کی زمزمہ پردازی سے مسحور ہو چکے تھے - ایک نوآموز کے لئے ایسی گھٹی گھٹی فضا میں زبان کھولنا ہی بڑے دل گردہ کا کام تھا - ایسے تجربہ‌کار اور کہنہ مشق استاد کی ہمسری کا دعویٰ کرنا بذات خود ہی ایک قابل تعریف جرات ہے - قاسم دیوانہ اور ناصر علی میں کئی امور قدر مشترک کا حکم رکھتے ہیں - ہاں یہ فرق ہر جگہ محسوس ہوتا ہے کہ ناصر کا رنگ زیادہ شوخ اور خیالات میں زیادہ سنجیدگی اور گہرائی پائی جاتی ہے - غنیمت ان دونوں کے بین بین ہے - قاسم دیوانہ کے مقابلے میں غنیمت یقیناً زیادہ پختہ‌کار اور شیریں نوا ہے-

---

۱- ناصر علی کا مشہور شعر ہے :

فروغ شمع رویی در ازل بر دیدہ زد آبم   درون بیضہ چون پروانہ‌ٔ فانوس می تابم

ادھر ناصر علی اور غنیمت میں تقریباً یہی نسبت ہے ۔ ہاں اس سے گنجائش انکار نہیں کہ بعض اشعار میں غنیمت کی بلندی فکر اسے بہت اونچا لے جاتی ہے ۔

ناصر نے ”مخمورم ہنوز“ اور ”ناسورم ہنوز“ کے قافیہ و ردیف کی پابندی سے سولہ شعروں کی ایک غزل کہی ہے ۔ غنیمت نے اس کے جواب میں دس شعر کہے ہیں ۔ یہ غزل غنیمت کی طویل غزلوں میں شمار ہوتی ہے ۔ عموماً اس کی غزلیں سات آٹھ اشعار پر مشتمل ہوتی ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ناصر کے سولہ اشعار نے اس سے دس شعر کہلوائے ، اور کم و بیش وہی قافیے استعمال کئے جو ناصر کی غزل میں استعمال ہوئے تھے ۔

اب ہم ذیل میں دونوں استادان فن کے ہم قافیہ اشعار کو قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں ۔ ناصر کا مطلع ہے :

یار در آغوش دل می جوشد و دورم ہنوز
صد تجلی ساقی بزم است و مخمورم ہنوز

غنیمت نے اسی قافیہ کو یوں سمویا ہے :

میتوانم کشتۂ تیغ نگاهت را شناخت
حلق بسمل می نماید چشم مخمورم ہنوز

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ میں محبوب کے کشتۂ نگاہ کو اس طرح پہچان لیتا ہوں کہ مقتول کا حلق یار کی مست نگاہوں کی تاثیر سے چشم مخمور کی طرح دکھائی دیتا ہے ۔ غنیمت بلا شبہ دور کی کوڑی لایا ہے لیکن ناصر کے مطلع اور بالخصوص دوسرے مصرع کے خط و خال اتنے تیکھے ہیں کہ غنیمت کی کوشش خالص بھرتی معلوم ہوتی ہے ۔

دوسرا شعر ہے :

شوخی بویش صبارا از طپیدن کرد خون
دام دارد درغبار سینہ ناسورم ہنوز

شعر کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کی خوشبو میں اتنی شوخی ہے کہ باد صبا کا دل بے قراری سے خون ہو گیا ۔ (صبا کا تڑپنے سے خون ہونا محل نظر ہے) چنانچہ اسی خوشی کو زیر دام لانے کے لئے میں نے سینے میں ناسور کا دام بچھا رکھا ہے ۔ غنیمت نے اس قافیے کو یوں باندھا ہے :

نکہت زلف کہ مشک افشان داغم کرد و رفت
در طواف خویش گردان است ناسورم ہنوز

اگر کستوری کو زخم پر چھڑکا جائے تو تکلیف زیادہ ہوتی ہے ۔ شاعر کہتا ہے ، یہ کس کی زلفوں کا اعجاز ہے کہ جب سے اس نے میرے داغ دل پر مشک افشانی کی ہے ، ناسور سینہ گرداب کی طرح شدت سرور سے خود اپنا طواف کر رہا ہے ۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ غنیمت کا شعر بہت اعلیٰ درجہ کا ہے ۔

ناصر کہتا ہے :

شیشہ‌ی دل رفت از دستم نمی دانم چہ شد
بزم لبریز است از فریاد منصورم ہنوز

یعنی بے خودی عشق نے مجھ پر ایسا غلبہ پایا کہ عنان اختیار ہاتھ سے نکل گئی ، چنانچہ اب یہ حالت ہے کہ ہر طرف سے اناالحق کی آواز آ رہی ہے ۔

غنیمت کا شعر ہے :

توتیای دیدہ‌ی گرداب شد خاکسترم
راستی ہا میکشد تا دار منصورم ہنوز

مطلب شعر یہ ہے کہ گو زمانے نے مجھے پیس کر چشم گرداب کا سرمہ بنا دیا ہے لیکن پھر بھی راست گوئی کی سزا میں مجھے دار منصور پر لٹکانے لئے جا رہے ہیں ۔ ہماری رائے میں بنیادی خیال اور

طرز ادا کے لحاظ سے ناصر کا شعر بہت بلند ہے۔

اگلا شعر ہے:

رفت گرد سایہ از فرش جہان سیلاب صبح
خاک بر سر می فشاند شام دیجورم ہنوز

یعنی گو تمام دنیا آفتاب کی روشنی سے جگمگا اٹھی ہے لیکن میری شب دیجور کی حالت بدلنے کا نام نہیں لیتی۔

بالکل اسی خیال کو غنیمت نے انوکھے پیرائے میں یوں ادا کیا ہے:

دیدۂ صبح قیامت شد سفید از انتظار
سرمہ ریز چشم انجم شام دیجورم ہنوز

یہ کتنا غضب ہے کہ صبح قیامت کی آنکھیں تو انتظار یار میں سفید ہو گئیں، لیکن میری شام دیجور کی نوک پلک میں کوئی فرق نہیں آیا، اور اس کی سرمئی سیاہی میں ستارے اسی طرح چمک رہے ہیں۔ غنیمت کا پیرایۂ بیان ضرور انوکھا ہے لیکن خیال کی ندرت نہ وہاں ہے نہ یہاں۔

ناصر کا شعر ہے:

در سفر ہر چند چون ریگ روان عمرم گذشت
از وصال کعبہ چون سنگ نشان دورم ہنوز

جس طرح ریت کا ذرہ ذرہ اور دانہ دانہ ہر وقت سفر میں رہتا ہے، شاعر کی زندگی کا سیلاب بھی اسی طرح آہستہ آہستہ انجام پر جا پہنچا، لیکن منزل مقصود جتنی دور پہلے دن تھی اتنی ہی دور

آج ہے ، کیونکہ انسان کے مقاصد حیات کچھ اس طرح دامن قیامت سے دامن باندھے ہوتے ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتے -

غنیمت کہتا ہے :

گرچہ مشت خاک من از نالہ ام برباد رفت
آسمان بوسد زمین عجز از دورم ہنوز

اگرچہ حوادث زمانہ کے ہاتھوں میری مشت خاک غبار بن کر اڑ گئی ، لیکن پھر بھی آسمان میری عظمت کے سامنے ادب سے پشیمانی زمین پر گھستا ہے - حافظ نے کیا خوب کہا ہے :

سرم بہ دنیا و عقبی فرو نمی آید
تبارک اللہ ازین فتنہ ہا کہ در سر ماست

ہماری رائے میں غنیمت کا پلہ بھاری رہا -

ذیل کے دو شعروں میں انگور کا قافیہ باندھا گیا ہے - یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں شعروں میں تعقید معنوی ہے اور دونوں شعر صوری اور معنوی لحاظ سے ایک ہی پایہ کے ہیں -

ناصر کا شعر ہے :

بادۂ پیمانہ ریز لالہ از جام من است
کوچہ گرد ریشۂ تاکی است انگورم ہنوز

اب ذرا غنیمت کا شعر بھی سنئے :

صیرفی ساقی بزم طرب شد یک نظر
گریۂ مستانہ دارد تاک انگورم ہنوز

اب صرف ایک مشترک قافیہ رہ گیا ہے ، اسے بھی سن لیجئے -

ناصر :

چاک پیراهن قسم بر پاکی من می خورد
یوسفم رسوای عالم گشت و مستورم هنوز

اس شعر میں یوسف و زلیخا کے اس واقعہ کی تلمیح ہے جس میں زلیخا نے حضرت یوسف پر نعوذباللہ ناجائز اقدام کا الزام لگایا تھا اور پھر اسی خاندان کے ایک بچے نے حضرت یوسف کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی ۔ شاعر کہتا ہے کہ میرا چاک دامن ھی میری پاک دامنی کا ناقابل تردید ثبوت ہے ، چنانچہ اس واقعے کا یہ کتنا افسوس ناک پہلو ہے کہ میرا یوسف (ظاھر) اس ظاھری چاک دامنی کی وجہ سے رسوائے عالم ھوچکا ہے ، مگر میرے باطن کی کیفیت لوگوں سے مخفی ہے ۔ غنیمت اسی قافیہ کو یوں باندھتا ہے :

طرح صحرای قیامت درد عشق از خاک من
در خیال خود غنیمت راز مستورم هنوز

پیرایہ بیان مختلف ہے ، ورنہ خیال کی نوعیت تقریباً وھی ہے ، یعنی عشق نے میری مشت خاک میں وہ طوفانی خاصیت بھر دی کہ سینکڑوں فتنے اس کے پہلو میں اور ھزاروں قیامتیں اس کے جلو میں ھیں ، لیکن سوء فہم سے ھم یہ سمجھ رہے ھیں نہ ھماری حیثیت ابھی راز مستور سے زیادہ نہیں ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :

عالم همه افسانه ی ما دارد و ما هیچ

قارئین نے اس مختصر سے تبصرے سے اندازہ لگا لیا ھوگا کہ ھر دو صاحبان فن کا سمند قلم جب جولانی پر آتا ہے تو جوش مسابقت میں کس طرح ان کی ذھانت خدا داد کے جوھر کھلتے ھیں ، اور کس جوش و خروش سے وہ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ھیں ۔

جلال اسیر

جلال اسیر اصفہانی بھی انہیں لوگوں سے ہے جن کے تتبع میں غنیمت نے غزلیں کہیں - جلال عباس دوم کا ندیم تھا - چنانچہ اسی تعلق نے اسے ایرانی دربار سے علیحدہ نہ ہونے دیا ، اور ہندوستان نہ آ سکا - لیکن کمال فن کسی سیاسی آئین کا پابند نہیں - ہر چند ان دنوں آمدورفت میں اتنی آسانیاں موجود نہیں تھیں جتنی کہ موجودہ سائنسی ایجادات کے طفیل آج کل میسر ہیں ، لیکن باوجود رسل و رسائل کی دقتوں کے ایران اور ہندوستان میں ان دنوں اتنا بعد نہیں تھا جتنا کہ اب ہے - ہندوستان کی مثال اس خوان یغما کی طرح تھی جس سے ہر شخص بہ قدر استعداد و ظرف فائدہ اٹھا رہا تھا ، اس لئے علمی اور ادبی تحریکیں جو وقتاً فوقتاً سرحد کے آر پار رونما ہوتیں ان کے اثرات قافلوں کی آمدورفت کی وجہ سے بدیر و زود ہمسایہ ملک میں محسوس ہونے لگتے تھے -

جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں نہ تو غنیمت کا سال پیدائش متعین کیا جا سکا ہے اور نہ سال وفات ہی - ہاں اتنا یقینی ہے کہ جب ۱۱۰۸ ہجری میں مرزا سرخوش نے اپنا تذکرہ مکمل کیا تو غنیمت بقید حیات نہیں تھا ، مرزا جلال اسیر کا سال وفات بالاتفاق ۱۰۴۹ھ ہے اور احتمال ہے کہ اسی عشرہ میں یا کچھ پیشتر غنیمت پیدا ہوا ہوگا - گویا جب غنیمت نے شعر کہنا شروع کیا تو جلال اسیر کو مرے کم و بیش بیس پچیس برس گزر چکے تھے - مرزا یقیناً ان لوگوں سے نہیں تھا جن کے فکری کارنامے ان کے ساتھ ہی دفنا دیئے جاتے ہیں - ناصر کم و بیش اس کا معاصر تھا ، تو جلال پیش رو - غنیمت جس طرح مذکورہ بالا پانچ شعرا سے متاثر ہوا اسی طرح جلال

کے تتبع میں اس نے غزلیں کہیں ، چنانچہ ایک جگہ کہتا ہے :

از جان اسیر طرز جلالم که گفته است
مائیم یاد دوست غنیمت کجا بریم

اس سلسلے میں زیادہ تفصیل سے لکھنے کا موقع تو نہیں لیکن ضرورت مقام کا تقاضا ہے کہ ایک آدھ غزل کا موازنہ کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ مرزا نے ایک مختصر غزل " پیشۂ ما ، تیشۂ ما " کے قافیہ اور ردیف کی پابندی سے لکھی ہے ، جس کا تتبع غنیمت نے اپنے دیوان میں کیا ہے۔ ہم ذیل میں دونوں غزلوں کے ہم قافیہ اشعار نقل کر کے قارئیں کو دعوت تبصرہ دیتے ہیں ،

جلال کا مطلع ہے :

شیشه برخاره به صد رنگ زدن پیشۂ ما
بیستون معدن الماس جگر تیشۂ ما

مصیبتوں اور تکلیفوں کے ہمت شکن سنگین پہاڑوں سے شیشۂ دل کو ٹکرانا عشاق کا دلچسپ ترین مشغلہ ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ، کہ اگرچہ بیستون معدن‌الماس ہے ، جو سخت ترین پتھر شمار ہوتا ہے پھر بھی ہم جفا کش اسے تیشۂ جگر سے کھود رہے ہیں۔

غنیمت کہتا ہے :

اندران سوخته کهسار که ما کوه کنیم
چشمه ای نیست بجز آب دم تیشۂ ما

غنیمت جس سر زمین میں مشغول کوہ کنی ہے وہاں کی بربادی اور ویرانی کا یہ عالم ہے کہ سوائے دم تیشہ کے پانی کی ایک بوند بھی میسر نہیں آ سکتی اور ظاہر ہے کہ دم تیشہ سے بھی صرف پانی کا تصور ہی ممکن ہے ، ورنہ پانی کہاں۔

دوسرا شعر ہے :

سنگ طفلان چہ خوش آیندہ بہاری دارد
وقت آن است کہ گل بانگ زند شیشہ‌ی ما

بچوں کی سنگ باری جنون کے لوازمات سے ہے - آپ نے گلی کوچوں میں دیکھا ہوگا کہ ان ننھے ننھے رضاکاروں کا لشکر دیوانوں کی پذیرائی کے لئے ہر وقت آمادہ رہتا ہے - شاعر اس ستم ظریفی کو جو بہار خوش آیندہ سے تشبیہ دیتا ہے اور پتھر کی چوٹ سے جو آواز پیدا ہو رہی ہے ، اسے گل بانگ کہہ کر بہار کا پورا سماں دکھاتا ہے -

غنیمت نے اس قافیہ کو یوں باندھا ہے :

زاہد این روی ترش گر بخرابات رود
سرکہ رنگی بشود پیرہن شیشہ ی ما

تیسرا شعر ہے :

از گل نالہء زنجیر ببار آمدہ ایم
مگر ابریشم این ساز بود ریشہ ی ما

بار کے معنی شاخ کے ہوتے ہیں - ببار آمدن : سرسبز ہونا ، کامیاب ہونا کے معنی دیتا ہے ، نالہء زنجیر کو پھول سے تشبیہ دیتا طرفہ تشبیہ ہے ، یعنی ادھر زنجیر کی آواز ہمارے کانوں میں آئی ، ادھر جان میں جان آئی اور فوراً جی اٹھے - ''این ساز'' سے مراد زنجیر ہے -

غنیمت کا شعر ہے :

نخل صحرای جنونیم ز بیتابی خویش
در فغانست چو زنجیر رگ و ریشہ‌ی ما

مفہوم شعر واضح ہے -

چوتھا شعر ہے :

سوخت در پردہ‌ی دل خون تمنا و هنوز
سبزه رنگین دمد از گلشن اندیشه‌ی ما

غنیمت کا شعر ہے :

هـر نیاز آئینه‌ی جلوه‌ی ناز دگر است
بسکه لبریز خیالت شده اندیشه‌ی مـا

دونوں بھرتی کے شعر ہیں ، ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے کوئی معقول وجہ موجود نہیں ۔

پانچواں شعر ملاحظہ کیجئے :

گـردش چشم تو صـیادی دیگـر دارد
شیر را سایه‌ی آهو شمرد بیشه‌ی مـا

یعنی تیری گردش چشم کے انداز ہائے صید گیری ایسے عجیب اور انوکھے ہیں (محبوب کی آنکھوں میں جو کشش ہے اسے صیادی کہہ رہا ہے) ان کی گرفت کے سامنے شیر سایۂ آہو کی طرح بے دست و پا معلوم ہوتا ہے ۔

غنیمت کا شعر ہے :

بسکه مست آمده صیاد ستم پیشه‌ی مـا
همسر گردن میناست نی بیشه‌ی مـا

اب مقطع بھی سن لیجئے :

گشته از بسکه به دشمن دل ما صاف اسیر
می خورد سنگ قسمها به سر شیشه‌ی ما

غنیمت کا مقطع ہے :

در نظر نیست غنیمت بجـز از طفل سرشک
دلبر زنگ زدای دل غم پیشه‌ی مـا

دونوں غزلیں مجموعی طور پر ایسی بے کیف ہیں کہ ترجیح کے لئے کوئی وجہ جواز پیدا نہیں ہوسکی ۔ ان شعرا کے علاوہ غنیمت نے ابوطالب کلیم کے تتبع کا دعویٰ بھی کیا ہے ۔ چنانچہ کہتا ہے :

شب غنیمت مصرعی ناخن بدل زد از کلیم
گر قدم در ره نمی فرسود منزل دور بود

دیوان غنیمت کے مختلف نسخے

زیر نظر دیوان غنیمت کی ترتیب کے دوران مندرجہ ذیل چار نسخے پیش نظر رہے ۔ ان میں سے ایک مطبوعہ اور تین خطی تھے ۔

مطبوعہ نسخہ محمد مصطفی علی اور محمد تیغ بہادر کے اہتمام سے تیغ پریس لکھنؤ میں چھپا ۔ سال طباعت مرقوم نہیں ۔ کل غزلیں ۲۶۳ ہیں ۔ آخر کتاب میں چند فرد اور کچھ اشعار کے ٹکڑے بھی مذکور ہیں ۔ اس نسخے میں وہ تمام نقائص موجود ہیں جو لیتھو پریس کے لوازمات سے ہیں ۔ بہ مشکل ہی کوئی ایسی غزل ہوگی جس میں ایک آدھ فاش غلطی نہ پائی جائے ۔ پسند کو شنید اورشراب کو سراب و بالعکس لکھا گیا ہے ۔ اور اسی طرح کے اغلاط اس کثرت سے ہیں کہ کسی ایک غزل کے متعلق بھی شاید بہ مشکل ہی یہ کہا جا سکے کہ یہ عین بین غنیمت کی فکری تخلیق ہے ۔ ایڈٹ کرنے کے دوران میں بارہا جی چاہا کہ مطبوعہ نسخے کی اغلاط شماری بھی ساتھ ساتھ ہوتی جائے ، لیکن چونکہ ایسی غلطیوں کی تعداد بہت ہی زیادہ تھی اس لئے نباہ مشکل ہوا ، اور ارادہ ترک کرنا پڑا ۔ اس سے مجال انکار نہیں

کہ بعض اوقات اسی نسخے کے مطالعہ سے مشکل اشعار کے سمجھنے میں سہولت بھی پیدا ہوئی ۔ اس لئے تقریباً ہر شعر پر غور کرتے وقت چاروں نسخے دیکھنا پڑے ۔ بارہا ایسا ہوا کہ جب باقی تینوں نسخے جواب دے گئے تو مطبوعہ نسخے نے مشکل کشائی کی ۔ چنانچہ اس افادیت کے پیش نظر یہ نسخہ بھی آخر تک زیر مطالعہ رہا ۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی ملکیت ہے ۔

خطی نسخوں میں سے نسخۂ 'الف' پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے مستعار لیا گیا تھا ۔ یہ نسخہ کشمیری طرز کتابت کا عمدہ نمونہ ہے ۔ اس کے لکھنے والے کوئی صاحب بخت بلند نامی ہیں ، جنھوں نے اسے به مقام لاہور ، ے ذی القعد ۱۲۳۲ھ میں ختم کیا ۔ کتابت صاف اور خوانا ہے ۔ اس میں مطبوعہ نسخہ کی طرح صرف غزلیات ہیں ، جن کی تعداد ۴۲۲ ہے ۔ قصائد ، رباعیات اور فرد کا کہیں ذکر نہیں ۔ شمارۂ اوراق ایک سو چوبیس ہے ۔ ایک مہر بھی آخر میں ثبت ہے ، جو کوشش کرنے کے باوجود پڑھی نہیں جا سکی ۔

دوسرا خطی نسخہ بھی پنجاب یونیورسٹی سے لیا گیا تھا ۔ نسخۂ 'ب'، نسخۂ 'الف' کے مقابلے میں مختصر اور نامکمل ہے ۔ اس میں غزلیات کی کل تعداد ۱۹۶ ہے ۔ نسخۂ 'الف' کی طرح اس میں نہ تو قصائد ہیں ، اور نہ قطعات ۔ البتہ کچھ رباعیات ضرور پائی جاتی ہیں ۔ فرد کی تعداد بھی کافی ہے ۔ خط کشمیری قسم کا ہے ، اور خوانا ہے ۔ اس میں اور نسخۂ 'الف' میں بہت اختلاف ہے ۔ کئی ایسی غزلیں ہیں جو صرف نسخۂ 'الف' میں ہیں ، اور ایسی بھی کئی غزلیں ہیں جو صرف نسخۂ 'ب' میں ہیں ۔ نیز ردیف 'ن' کے بعد اس میں کوئی غزل نہیں ۔

تیسرا خطی نسخہ محمد حسن صاحب صدیقی کا ہے ۔ آپ کٹڑہ حاکم رائے گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں ۔ یہ نسخہ

ڈاکٹر محمد باقر صاحب کی وساطت سے مجھ تک پہونچا - صدیقی صاحب کے پاس قلمی کتب کا ایک نایاب ذخیرہ ہے، جسے وہ دوست ، احباب کی نظروں سے بچا بچا کر رکھتے ہیں - وہ بہ مشکل اس بات پر آمادہ کئے جا سکے کہ میں ان کے اس قیمتی نسخے سے استفادہ کر سکوں ، اور حق یہ ہے کہ اگر وہ مطالعے کی اجازت نہ دیتے تو دیوان غنیمت موجودہ صورت میں شائقین کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا - دیوان کی تصحیح میں جو قابل قدر امداد اس نایاب نسخے کے طفیل میسر آئی ، اس کی اور کوئی صورت ہی نہ تھی -

یہ نسخہ ایرانی کتابت کا بہترین نمونہ ہے - نہایت خوش خط اور واضح ہے ، جو کاتب کے حسن ذوق اور لطف طبع کی دلیل ہے - شمارۂ اوراق ۷۹ ہے - کتابت کی تاریخ مذکور نہیں - ہاں البتہ پہلے اور آخری صفحہ پر ایک مہر ثبت ہے جس میں مصرع : "غنیمت ای غلام غوث اعظم" کے علاوہ ۱۲۹۲ بھی مرقوم ہے - ممکن ہے کہ یہی سال کتابت ہو - کاتب کا نام درج نہیں -

مواد کے لحاظ سے بھی نسخۂ صدیقی کو مکمل ترین نسخہ کہنا چاہئیے ، گو صحیح ترین کہنے میں مجھے تامل ہوگا - اس کے سوا قصائد اور قطعات کا اور کہیں ذکر تک نہیں - رباعیات اور فرد نسخہ 'ب' میں ضرور مذکور ہیں، مگر نسخۂ صدیقی میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے - اس نسخے میں غزلیات بھی کہیں بیشتر ہیں اور ان کی تعداد کم و بیش ۳۲۱ ہے - نیز باقی تینوں نسخوں کے مقابلے میں اسے صحیح تر نسخۂ کہا جا سکتا ہے - ممکن ہے کہ غنیمت کا تمام کلام بہ استثنائے مثنوی و انشائے غنیمت اس مجموعہ میں نہ آ سکا ہو اور بلا شبہ اس کے شواهد موجود ہیں ، کہ قبل الذکر مجموعوں کی طرح یہ مجموعہ بھی مکمل نہیں ، لیکن یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اکادمی نے اپنے محدود وسائل کے پیش نظر

صدیقی صاحب سے یہ نسخہ حاصل کر کے اہل ذوق کی قابل قدر خدمت سر انجام دی ہے ۔ مجھے اس بات کی بھی از حد مسرت ہے کہ صدیقی صاحب اس بیش بہا کتاب کو وقتی طور پر جدا کرنے پر آمادہ ہو گئے ۔ اس کے لئے راقم الحروف بالخصوص اور اکادمی بالعموم ان کی شکر گزار ہے ۔

پیش نظر نسخے کی ترتیب میں کچھ نقائص ایسے تھے ، جن کا دور کرنا بہ غرض سہولت ضروری تھا ۔ مثلاً رباعیات اور تین تین چار چار اشعار کے ٹکڑے اور اسی طرح فرد ، ردیف وار غزلیات کے ساتھ ساتھ مرقوم ہیں ، جو بعض اوقات ذوق سلیم پر گراں گزرتے ہیں ۔ راقم الحروف نے اس ترتیب میں صرف اتنی تبدیلی روا رکھی کہ اول مکمل غزلیات لکھی ہیں ، بعد میں غیر مکمل غزلیات اور پھر فرد ترتیب وار لکھ دئے ، چونکہ رباعی ایک علیحدہ صنف نظم ہے ، اس لئے تمام رباعیاں ردیف وار قصائد کے بعد نمبر دے کر جمع کر دی گئیں ۔ اس ترتیب کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ہر صنف شعر کو بالترتیب ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ۔

راقم الحروف کو دیوان غنیمت کی ترتیب و تصحیح سے پہلے کسی خطی نسخے پر دیدہ ریزی اور کاوش کا موقع نہیں ملا تھا ۔ جب اس علمی خدمت کا بارگراں مجھ پر ڈالا گیا ، تو میں اس راہ کی دشواریوں سے قطعاً نابلد تھا ، لیکن جب پہلی غزل ہی اٹھا کر دیکھی اور تصحیح کتاب کی عملی دقتوں کا علم ہوا ، تو گھبراہٹ سے پسینہ آ گیا اور جلد بازی پر ندامت ہوئی ۔ پہلے صفحے کے مطالعہ ہی سے واضح ہو گیا کہ ہر نسخہ کئی مقام پر دوسرے سے مختلف ہے اور اڈیٹر کا کام یہ ہے کہ اختلاف نسخہ کے اس نقار خانے میں طوطی کی آواز کو پہچانے ، اگرچہ بارہا مجھے اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی اور گوہر مقصود ہاتھ آ گیا ، لیکن بارہا ایسا بھی ہوا کہ رسائی منزل میسر نہ آ سکی ، اور ادھر ادھر بھٹکتا پھرا ۔

کبھی ایسا بھی ہوا کہ جب باقی تمام وسیلے جواب دے گئے تو اصل مفہوم تک پہنچنے کے لئے صرف حدس اور ذوق سلیم کا سہارا لینا پڑا ، جسے اصطلاح میں اندھیرے میں تیر مارنا کہتے ہیں ، جو اکثر نشانے پر نہیں بیٹھتا - کچھ مقامات ایسے بھی تھے ، جہاں مجھے اختلاف نسخ سے قطع نظر کر کے اپنی طرف سے کوئی لفظ لگانا پڑتا - ظاہر ہے کہ یہ حرکت علمی دیانت داری کو کھلا چیلنج ہے ، اور غالباً کوئی اڈیٹر کسی حالت میں بھی اس خودرائی کا مجاز نہیں قرار دیا جا سکتا ، لیکن اس غلط روش کے ہولناک نتائج کا ٹھیک اندازہ اس وقت ہوا ، جب میری جاہلانہ جسارت نے غزل کے ایک اچھے خاصے شعر کا حلیہ بگاڑ دیا اور جب وہ جزو چھپ کر تیار ہو گیا تو اپنی کج فہمی کا احساس ہوا ، لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا - اب سوائے ندامت اور قارئین سے معذرت کے اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں تھا - اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہیں ہے کہ اسی طرح اور شعروں کے سمجھنے میں بھی اشتباہ ہوا ہوگا - اس لئے اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر کوئی ایسی کوتاہی ان کے علم میں آئے تو بجائے ایڈیٹر کی تضحیک کے اگر رہنمائی فرما سکیں تو جہاں مجھے اس سے فائدہ ہوگا وہاں میں ان کی کرم فرمائی کا ممنون بھی ہوں گا -

وہ شعر یہ ہے :

حسنی بہ جلوہ بود کہ نظارہ گرد شد
برداشتند پردہ چو از کار زشتہا

نسخۂ 'ب'، میں یہ غزل ہے ہی نہیں - یہی شعر مطبوعہ نسخے میں بطریق ذیل ہے :

حسنی بہ جلوہ بود کہ نظارہ کردہ شد
برداشتند پردہ جو از کار زشتہ

صدیقی نسخے میں عین بین نسخۂ 'الف' کی طرح ہے ۔ اس شعر میں محل نظر صرف "نظارہ کردہ" یا "نظارہ گرد شد" کا ٹکڑا ہے ۔ میں غلطی سے یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ جونسی صورت بھی درست کی جائے مفہوم شعر واضح نہیں ۔ جب صدیقی نسخہ سے بھی یہ گتھی نہ سلجھ سکی تو مجبوراً مجھے اختلاف نسخہ سے بے نیاز ہوکر آزادانہ غور کرنا پڑا ، چنانچہ کئی گھنٹوں کی سوچ بچار کے بعد خیال آیا ، کہ کہیں یہ ٹکڑا " نظارہ گر " نہ ہو ، جسے کاتبوں کے تصرف ناجائز نے " نظارہ گرد " اور پھر " نظارہ کردہ شد " بنا دیا ہے ، چنانچہ لفظ " گرد " کی تبدیلی سے میں یہ سمجھا کہ شعر بامعنی ہو گیا ، لیکن باوجود اس غیر مشروع اجتہاد کے خلش باقی رہی ، اور اگرچہ کتاب طباعت کی منزل سے گزر چکی تھی ، لیکن جستجو ختم نہ ہوئی تھی ۔ یہ سوئے اتفاق ہے کہ فارسی میں تاحال کوئی ایسا جامع لغت نہیں مل سکتا جس سے یہ تشنگی بجھائی جا سکے ۔ میرے دماغ میں یہ الجھن اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ نظارہ کے عام مفہوم کے علاوہ مجھے نہ تو کسی اور معنی کا علم تھا اور نہ خیال ہی آیا تھا کہ اس لفظ کے کوئی اور بھی معنی ہو سکتے ہیں ۔ میرا معمول ہے کہ اکثر بطور شغل بے کاری کے لغت دیکھتا رہتا ہوں ۔ خلش تو باقی تھی ہی ، خیال آیا کہ چلو نظارہ کے معنی ہی دیکھ لیں ۔ دیکھا تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ۔ صاحب لغت نے نظارہ کے معنی دیکھنے والے بھی لکھے تھے ۔ گویا مفہوم شعر واضح تھا کہ " جونہی کار زشت سے ظاہری پردہ سرکایا گیا تو ایک ایسی تجلی دکھائی دی کہ تماشائیوں کا جمگھٹا لگ گیا " اتنی سی بات تھی ، جسے ہم نے افسانہ کر دیا ۔ اب سوائے اس کے اور صورت نہ تھی کہ غلط نامہ میں تصحیح کر دی جائے ۔ اس حادثے کے بعد میں نے تصحیف متن سے توبہ کر لی ، نیز بعض مقامات کافی غور و خوض کے بعد بھی حل نہ ہو سکے ، اور طبیعت رہنمائی نہ کر سکی ۔ اس کی ذمہ داری صرف غلط نویس کاتبوں پر نہیں بلکہ میری کوتاہی فہم بھی برابر کی حصہ دار ہے ۔

اس کتاب کی تصحیح کے دوران بارہا اس امر کا تجربہ ہوا کہ اگر کوئی شعر اٹک گیا تو جتنا زیادہ طبیعت پر زور دیا الجھن بڑھتی گئی ، لیکن پھر کسی موقع پر دیکھنے کا اتفاق ہوا تو عقدہ خود بخود کھل گیا ، اور بات پیش پا افتادہ معلوم ہوئی ، بلکہ تعجب ہوا کہ کیوں ایسا سادہ خیال دماغ میں نہ آ سکا تھا ، اس لئے احتمال غالب یہی ہے کہ جو مقام حل طلب رہ گئے ہیں ان میں بذات خود ممکن ہے ، کہ کوئی دقت نہ ہو ، البتہ میرے فہم کا قصور ضرور ہے -

ان تین خطی نسخوں کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ شاید ہی کسی کتاب کا خطی نسخہ (بہ استثنائے قرآن حکیم) ایسا مل سکے جو اغلاط سے مبرا ہو -

اسے سوئے اتفاق ہی کہنا چاہئیے کہ آہستہ آہستہ سر زمین پنجاب فارسی ادب کے ذوق سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہے ، اور کوئی دن جاتا ہے کہ ہزاروں جواہر ریزے صرف الماریوں کی زینت بن کر رہ جائیں گے - غالب کا کلیات فارسی ، اس درد انگیز داستان کا ایک ورق ہے - اقبال کا فارسی کلام بھی اس ابتلا سے دوچار ہے - مکتب اور مدرسے جہاں سے بڑے بڑے فضلا اٹھے تھے ، تقویم پارینہ ہوچکے ہیں - سکولوں اور کالجوں میں فارسی کے چند کتابچے ضرور پڑھائے جاتے ہیں ، مگر چونکہ ان کی حیثیت صرف امتحانی ہے ، اس لئے ان کے مطالعہ سے طالب علم میں کوئی استعداد نہیں پیدا ہوتی - اگر کوئی فطری ذوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر ادھر متوجہ ہو بھی تو کس برتے پر :

آن قدح بشکست و آن ساقی نہ ماند

اسی دقت کے پیش نظر میں نے اکثر مشکل اشعار کا مطلب حاشیے میں بیان کر دیا ہے ، تاکہ بیزاری کے لئے اسی بات ہی کو بہانہ نہ بنا لیا جائے -



۱

ای سایه‌ی سحاب عطای تو کشتها
گردی ز کوچه ی تو هوا ی بهشتها

یک روز سر بخاک درت سجده‌ای نمود[۱]
بودست تر هنوز خط سرنوشتها

تنها نه برهمن ز غمت سر بسنگ زد
چون دل طپد ز شوق تو بت در کنشتها[۲]

تا نغمه ی شکسته نوازی ات شد بلند
عشاق کرد کاسه ی سر نذر خشتها

کوثر بود بدیده‌ی لب تشنگان عشق
خونی که آب شد ز غمت در سرشتها

حسنی بجلوه بود که نظاره گاه شد[۳]
برداشتند پرده چو از کار زشتها

خار غمت بپای غنیمت اگر رود
آید بدست او رگ جان بهشتها

۱- ب میں یہ غزل سرے سے ہے ہی نہیں - نسخہ الف میں مصرع اول کی صورت یوں ہے : ،، روز یکہ سر بہ خاک درت سجدہ می نمود ،،

۲ - بہ ضمۂ اول و کسرہ ثانی ، بت خانہ و معبد یہود وغیرہ -

۳ - مطبوعہ نسخے میں ،، نظارہ کردہ بود ،، مذکور ہے - باقی نسخوں میں 'نظارہ گرد شد' مگر دونوں درست نہیں - قیاس چاہتا ہے - کہ ''نظارہ گاہ'' ہوگا اور یہی بر محل بھی ہے - یہ بھی احتمال ہے کہ 'نظارہ شد گرو' ہو جسے کاتب نے نظارہ گرد شد بنا دیا -

۲

ای شعله زا ز گرمی شوقت سرابها
بوی شرابها ز تو دود کبابها

گشتم۱ هلاک و مشت غبارم بود هنوز
میدان تیغ بازی برق عتابها

تا نغمه‌ای ز عشق تو گوش صدف شنید
قانون۲ نواز ناله شده موج آبها

چون۳ پرده‌های دیده‌ی عشاق بے شکیب
دور از رخته بگریه در آمد نقابها

صحرانشین۴ عشق تو طاقت‌شکار را
شد خاک همچو موج سراب اضطرابها

هر گز کسی بداد سخن وا نمیرسد
چون گل بخون نشسته ازین غم کتابها

بی تابیت زکیست غنیمت نهان مدار
چون۵ زلف یار دل برد این پیچ و تابها

۱- نسخه الف میں مصرعۂ اول کی صورت یہ ہے ''گشتم ہلاک دشت و غبارم بود ہنوز''، ظاہر ہے کہ مشت غبار میں جو بات ہے - وہ 'گشتم ہلاک دشت' میں نہیں -

۲- مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع ''قانون نواز راز شدہ موج آبہا'' ہے - اگرچہ راز کے لفظ سے ضرور لطف پیدا ہو جاتا ہے - لیکن موج کی مناسبت سے نالہ ہی موزوں تھا (قانون بمعنی ساز معروف است کہ ستار گویند)

۳- یہ شعر حاصل غزل ہے ' یعنی جب محبوب نے نقاب اتار پھینکی تو وہ یوں رونے لگ گئی، جس طرح بے صبر مہجور عاشق کی آنکھیں فراق یار میں روتی ہیں -

۴- طاقت شکار صحرانشین عشق کی صفت ہے مطبوعہ نسخے میں بھی پہلے مصرع کی یہی صورت ہے ' یعنی عاشق کا اضطراب اور پریشانی موج سراب کی طرح نیست و نابود ہو گئی - خاک شدن : نابود شدن -

۵- نسخہ الف میں واو مذکور نہیں -

۳ -

نگردد۱ قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها
که می بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

گل روی تو امشب بسکه میزد آتشم در دل
کبابم شور بلبل داشت هنگام چکیدنها

بیاد۲ داغهای کهنه دل دارد تماشای
بود سیر چمن طاؤس را برگشته دیدنها

تغافل های۳ صیادست بهر صید گیرای
در انداز رمیدن هاست سامان رسیدنها

نسیم باغ حرف گرمی شوق که میگوید
که گل را آتش افتادست در گوش از شنیدنها

ز خود۴ بردن مرا از شوخی چشم تو می آید
که موج باده باشد هوش را بال پریدنها

مبادا بخت عشاقت ز خواب ناز برخیزد
نفس در خویش دزدد صبح هنگام دمیدنها

۱- یه غزل ندرت خیال اور جدت قوانی کے لحاظ سے بہتر نمونہ کہلانے کی مستحق ھے -

۲- اس شعر میں صائب کی تمثیلیہ شاعری کا عمدہ نمونہ پیش کیا ھے ' داغ ھائے کہنہ کی سیر سے عاشق کو جو مسرت حاصل ھوتی ھے ' اس کی مثال بالکل ویسی ھے ' جیسے کہ مور اپنے خوبصورت پرو بال کا نظارہ دیکھ کر فرط مسرت سے ناچنے لگتا ھے -

۳- تغافل شعرا کا عام موضوع ھے - غالب کا مشھور مصرع " حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا " آپ نے سنا ھی ھوگا - وہ محبوب کا تغافل تھا - یہ صیاد کا تغافل ھے - وہ عاشق کی جرأت رندانہ کا امتحان لیتا ھے - یہ نخچیر کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر اسے پھانسنا چاھتا ھے -

۴- جس طرح موج بادہ کے اثر سے ھوش اڑ جاتے ھیں - اسی طرح محبوب کی شوخی چشم سے عاشق پر بے خودی طاری ھو جاتی ھے -

بامیدی که خواهد جلوه‌گر شد آتشین روی
سپند۱ ما غنیمت در گره دارد طپیدنها

۴

شریک درد هم کردند یکرنگی نصیبانرا
بود در زخم گلها جلوه‌ی خون عندلیبانرا

بگوشم۲ می رسد آواز پای بی ادب طفلی
صلای ریزش رنگست رخسار ادیبانرا

ندارد آسمان ماه اینچنین ماهی که من دارم
رخش صبح سعادت میکند شام غریبانرا

سرایت گرکند بیماری چشم تو در حکمت
گزیدنهای۳ دست خود غذا گردد طبیبانرا

تماشا میکند چشم پری را داغ حیرانی
اگر۴ ناز آورد در جلوه این طاؤس زیبانرا

فرنگستان شود روی زمین از نقش پای من
غنیمت بسکه میخواهم بجان این دلفریبانرا

۵

ای ز کاوشهای مژگانت دل رنجورها
نرگسستان تماشا گشته از ناسورها

۱- سپند مراد دل -
۲- مطبوعه نسخے میں صلای کی جگه هجوم هے - ایک اور نسخه میں صدای هے - بے ادب طالب علم استاد کے لئے باعث پریشانی هوتا هے، چنانچه اس گستاخ (محبوب) کے آنے کی اطلاع پا کر اساتذه کا رنگ فق هو رها هے -
۳- گزیدن دست از ندامت و حسرت می باشد -
۴- مطبوعه نسخے میں ' باز آورد ' هے - جو درست نهیں -

کعبه‌ی کوی که شوقش می برد از جا مرا
خار۱ صحرایش به پروازست چون زنبورها

زاهد خشک از برای ابلهان خضر ره است
عزتی۲ دارد عصا در دیده‌ی این کورها

خانه‌ی ظالم بگورش ماند از تعمیر ظلم
خاک بر سر میکنند از هر طرف مزدورها

آرزو دارند از مردم مبارکباد فتح
در۳ شکست طرف دستار این بخود مغرورها

مطلبی از زاهدان مرده دل حاصل نشد
بوده ام عمری مجاور بر سر این گورها

بی وصال یار در بزم غنیمت هم سر اند
فرق ناحق کشتگان و کاسه و طنبورها

٦

جنون گشته غارتگر هوش دلها
پیامی که۴ گفتند در گوش دلها

پر۵ از غنچه شاخیست در باغ الفت
قد نازنین تو از جوش دلها

۱- مطبوعه نسخے میں سردار ہے ، جو غلط معلوم ہوتا ہے ـ شوق کعبه میں کانٹوں کا چبھنا عام بات ہے ـ لیکن غنیمت نے کانٹوں کو پر پرواز دے کر جو لطف پیدا کر دیا ہے وہ ضرور قابل تحسین ہے ـ
۲- مطبوعه نسخے اور نسخه الف میں عشرتی دارد ہے ـ ہاں البته حاشیے پر عزتی دارد ہے ، جو بہتر ہے ـ
۳- طرف دستار شکستن ، غرور سے پگڑی کو سر پر ٹیڑھا رکھنا ـ
۴- کدامیه
۵- محبوب کے قد رعنا کو شاخ پراز غنچه سے تشبیه دیتا ہے ، جس طرح شاخ سے غنچے لگ رہے ہوتے ہیں ـ یار کے قد سے عشاق کے دل غنچوں کی طرح لٹک رہے ہیں ـ

بود چشم خوبان در ایام داغت۱
چو خوابی که باشد فراموش دلها

بزیب نهال صنوبر برآید
قد دل فریبش در آغوش دلها

کمر بشکنند کوه را از گرانی
نهادند باری که بردوش دلها

غنیمت ز جام که گردید بیخود
که بی هوشیش می برد هوش دلها

۷

طاقت باخته آمادهٔ جنگ است اینجا
ناخن ریخته هم دست۲ پلنگ است اینجا

سبز شد کشت جنون در نظر از داغ کبود۳
ابر رحمت اثرم بارش سنگ است اینجا

دل گرفتار اداهای تو کافر ستم است
کعبه حیران تماشای فرنگ۴ است اینجا

بی تو روی چمن آید۵ بنظر پشت پلنگ
نگهت گل نفس کام نهنگ است اینجا

۱- داغ عشق مراد ہے - میں اس لفظ کے انتخاب کی کوئی وجہ نہیں سمجھ سکا -

۲- همدست : مد مقابل -

۳- نسخه الف میں کنون ہے اور غلط ہے کبود بارش سنگ اور کشت کی مناسبت سے درست ہے، پتھروں کی بارش سے کبود رنگ کے داغ پڑ جاتے ہیں اور اسے ہی شاعر کشت جنوں کہتا ہے -

۴- فرنگ : کفر -

۵- نسخهٔ الف میں ''آمد،، ہے -

سرعت۱ گرم روشوق تلاش دگر است
برق لغزیدن پای است که لنگ است اینجا

خاور آرای چمن پرتو خورشید که شد
چهره‌ی گل بنظر سوخته رنگ است اینجا

تا کمان ابروی۲ ما رفت غنیمت از بزم
بی رخش نغمه‌ی نی تیر خدنگ است اینجا

۸

هست چشم سرمه رنگی درپی آزار ما
چون نگه بی صوت باشد ناله‌ی بیمار ما

درگداز افتاده ام از حسرت نوشین لبی
چشمه‌ی کوثر نصیب تشنه‌ی دیدار ما

تا دگر آواره‌ی کوی که۳ سر بر سنگ زد
شوخی برقست ظاهر از رگ کهسار ما

زور۴ طالع بین که نازش چشم خوبان میکند
گر فتد از دور گردون رخنه‌ای در کار ما

بسکه۵ خشک افتاده خاک باغ مشتاقان چو آب
می شود رزق زمین مهتاب در گلزار ما

۱- گرم رو بادیۂ عشق کی سرعت اور تیز رفتاری کے مقابلے میں صاعقۂ برق کو پائے لنگ کی لغزش کہنا انتہائے مبالغہ ہے اور قابل داد بھی -

۲- کنایه از محبوب است -

۳- کدامیه

۴- یعنی اگر ہمارا کوئی کام اتفاقاً بھی بگڑ جائے، تو چشم یار اسے بھی اپنی ہی کارستانی سمجھتی ہے- ''زور طالع بین'' کا ٹکڑا از بس لطیف ہے،

۵- عاشق کی سٹی شدت تشنگی کو بجھانے کے لئے چاندنی کو پانی سمجھ کر پی جاتی ہے - (پانی اور چاندنی میں ظاہری مشابہت موجود ہے)

خانه‌ی ما جلوه گاه کیست کز آشوب حسن
می پرد هوش پری در سایه‌ی دیوار ما

بیخودی مارا بوصل یار خضر راه شد
بود۱ خالی گشتن از خود کوچه دلدار ما

چون غنیمت می رسم از سیر گلزار جنون
نیست غیر از خنده‌ی مردم۲ گل دستار ما

۹

تند خوی من کزو دارم بدل افسوسها
میدرد تصویر شوخش پرده‌ی ناموسها

ز اتش۳ روی که روشن شد چراغ چشم شمع
بوی گل پیچیده در پیراهن فانوسها

تا نگه۴ از جلوه‌ی نیرنگ‌سازت بازگشت
ریخت بر مژگان من رنگ پر طاؤسها

نالها کردیم و یک فریاد رس پیدا نشد
این گره در خاطر آخر ماند چون ناقوسها

عضو۵ عضوم صورت لب همچو گل پیدا کند
گر دهد ناز تو خود سر رخصت پابوسها

۱- از خود خالی گشتن بمعنی بے خودی است، یعنی همیں کہ بے خود گردم به کوچه دلدار رسم -

۲- خندۀ مردم یعنی عوام‌کی تضحیک کوگل دستار کہنا ندرت بیان‌کا شاهکار هے

۳- جب شمع کی نظریں یار کے آتشیں رخسار پر پڑیں تو اس کے فانوس میں دهوئیں کی جگه بوئے گل پیچ و تاب کهانے لگی -

۴- محبوب کے جلوہ نیرنگ ساز سے آنکھیں دو چار هوئیں تو آنکھ کے پردوں پر پرهائے طاؤس کا منظر کھچ گیا -

۵- مطبوعه میں یه شعر یوں هے :

عضو عضوم صورتی مانند گل پیدا کند
گر دهد نازت همینم رخصت پابوس ها

نسخۀ الف کامتن درست معلوم هوا- هاں البته،سر رخصت ،میں سرزائد هے-

چون شود ساقی غنیمت عشق حکمت ناشناس
باده میریزد بجام از خون جالینوسها

۱۰

از چشم ناز مست میند از سرمه را
درد۱ شراب تند نگه ساز سرمه را

در مکتبی که خواند لبم نسخه‌ی سکوت
بدنام کرد شوخی آواز سرمه را

دنباله را بگوشه‌ی چشمی نواختی
دادی زبان عربده پرداز سرمه را

خاکستریست ز آتش برق نگاه‌ی او
دیدم بچشم آئینه دمساز سرمه را

گر مست رم۲ شود نگه شوخت این‌چنین
سازد غبار میکده‌ی ناز سرمه را

تا گوشه‌ای ز چشم سخنگوی یار دید
وا شد زبان دعوی اعجاز سرمه را

امشب بهشت خاک غنیمت نظر که کرد
ماندست چشم حیرت دل باز سرمه را

۱۱

کشته‌ی شوق تو آرزوها
محو تلاش تو جستجوها

۱- تلچھٹ

۲- محبوب کی چشم شوخ کو مست رم کہہ کر سرمے کو شراب خانہ ناز کا غبار کہنا انوکھا خیال ہے۔

شب سخن غنچه گوش کردم
از دهنت داشت گفتگوها

گرد۱ زمین تو نکهت گل
خاک دیار تو آبروها

پای ترا از صفای اخلاص
آب گهر داده شست و شوها

مستم از گردش نگاهت
ریخته ام باده از سبوها

شد۲ ز شراب دماغ رنگین
سر بفلک گردن کدوها

ما و غنیمت بهم نمودیم
بر در میخانه هاوهوها

۱۲

مرا دهان تو می داشت در توهمها
کشود عقده ی اندیشه زان تکلمها

کدام بی ادب از آشنایت دم زد
که آب تیغ تو دارد سر تلاطم ها

بمحفلی که ز قانون عاشقی پرسند
چو تار چنگ بود در رگم ترنمها

بچشم کم منگر طفل اشک عاشق را
که هست در نظرم نور چشم قلزمها

۱- محبوب کی گلی کے غبار کو نکہت گل سے تشبیہ دینا تو شعرا کے ہاں عام ہے - لیکن خاک دیار کو آبرو کہنا ضرور داد طلب ہے -

۲- مطبوعه میں یه مصرع یوں ہے :-،، شد تر دماغ شراب رنگین،،

شکر فروشی۱ لعل تو تا بدل چکند
شد آب آئینه شیرین ازان تبسم ها

زشور۲ ناله ی گردون رسی که من دارم
چو داغ زد بنمک غوطه چشم انجمها

غنیمت از اثر گریه‌های طوفان جوش
بحال چشم تو خون شد دل ترحمها

۱۳

زدند آتش بخرمن طاقت همت بلندانرا
نگهدارد خدا از چشم بد این دل سپندان را

نیم واقف ز جولانگاه ی خوبان اینقدر دانم
که باشد ناله‌ی دل گرد راه این رم‌سمندان را۳

زبان مدعی۴ از شکوه‌ی من ماهی دام است
اسیر بند الفت تا شدم کا کل کمندان را

چه لازم نخل ماتم در گلستان ارم باشد
مده در محفل خود راه این نیلی پرندان را

۱- محبوب کے شیریں تبسم سے چشمۂ آئینہ کا پانی شربت بن گیا - جن ہونٹوں میں شیرینی کی یہ افراط ہو اندازہ کیجئے کہ عاشق کے دل پر کیا گزرتی ہوگی -

۲- عاشق کے نالہ گردوں رس کے شور سے آسمان کے ستارے نمک کے سمندر میں ڈبکیاں لے رہے ہیں -

۳- شاہ سواراں

۴- جب سے میں محبوب کی زلفوں میں پھنسا ہوں - رقیب کی زبان ماہی بہ دام افتادہ کی طرح ہر وقت میرے خلاف سرگرم شکایت رہتی ہے- (ماہی بہ دام افتادہ تڑپتی رہتی ہے) -

تو درا۱ دل بوده‌ای من سر بپای خویشتن سودم
خیالت حق بجانب کرده عذر خود پسندان را

چو آمد غمزه‌ی او دست بر شمشیر از مژگان
حباب بحر خون شد کاسه‌ی سر تیغ بندان را

ز زخم آباد دل چون شان۲ زنبور انگبین ریزد
غنیمت بسکه جا شد سینه‌ام این نوشخندان را

۱۴

گشته از فیض نگاه‌ی یار فرخ فال ما
حسن خوبان خطای۳ زشتی اعمال ما

گشته۴ از وضع ملائم نقش ما آخر درست
ظاهر است از خامه‌ی مو صورت احوال ما

ناله تا خاکستر دل را بگردون داد سر
سرمه آلود است چشم کوکب اقبال ما

جز دل خونین نباشد قسمتی بر خوان عشق
دیده‌ی خونبار باشد روزن غربال ما

۱- خود پسند اپنے جیسا کسی اور کو نہیں گردانتا - جب سے محبوب خیال عاشق میں جاگزیں ہوا ہے اس کا دماغ آسمان سے جا لگا ہے - اور اتنا خودپسند ہوگیا ہے کہ خود اپنے پاؤں پر سجدے کئے جا رہا ہے - یہ حالت دیکھ کر خود پسندوں کی خود پسندی اسے برمحل معلوم ہونے لگی -

۲- شان : شہد کی مکھیوں کا چھتہ

۳- نام شہری است درمیان ترکستان و چین و طہران (غیاث)

۴- ملائمت اور لچک انسانی فطرت کا بہترین خاصہ ہے - جس کی بدولت انسان خود کو حالات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے -

بسکه۱ مست آرزوی لعل میگون تو ام
آب در آئینه گردد باده از تمثال ما

از دل آشفته‌ی ما هر که میخواهد خبر
گو ببین در مصحف سیپاره‌ی گل‌فال ما

چیست یارب مدعای دل که تاب از هوش برد
همچو خال یار نقش قرعه‌ی رمال ما

بے سخن گردد زبان او سیه همچون غزال
هر که می خواند غنیمت نامه‌ی اعمال ما

۱۵

ندیده۲ خانه‌ی عشاق روی روز روشن را
سفید از انتظار صبح دیدم چشم روزن را

کدامین شوخ یارب تیغ در دست است حیرانم
که ناید سر فرو با هیچ کس امروز گردن را

سر۳ تدبیر والا همتی گردم که می سوزد
سپند آسا پی دفع گزند برق خرمن را

۱- چونکه عاشق محبوب کے لعل هائے می‌گوں کا شیدائی هے- اس لئے اسی جذبے کی تاثیر سے چشمۂ آئینہ میں پانی شراب بن گیا هے تمثال : صورت مراد تصویر لعل می گون

۲- انتظار صبح روشن میں عشاق کی آنکھیں سفید هو ئیں - مگر تاحال خوشی کا دن دیکھنا نصیب نہ هو سکا -

۳- اس بلند همتی کے قربان جائیے کہ بجلی کے گزند سے بچنے کے لئے میں نے خرمن هی کو نذر آتش کر دیا هے - نہ هو گا بانس نہ بجے گی بانسری - غالب نے کیا خوب کہا هے

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رها کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا هوں رهزن کو-

تو ای غارتگر تاب و توان تا از چمن رفتی
نگاه عندلیبان است باد تند گلشن را

رفیق[۱] نفس سرکش از بلا ایمن نمی باشد
اجل همراه میگردد سوار اسپ توسن را

باین ابروی محرابی چو در بیت الصنم آی
قضاها لازم آید سجده‌ی سهو برهمن را

غنیمت طائر معنی سر پروانگی دارد
نمودم تا چراغ خلوت خود طبع روشن را

۱۶

گهی بلطف در آید گهی به شنگیها
گرفته یاد ز چشم خود این دو رنگیها

درین بساط بود بی سبب حریفان را
بسان مهره شطرنج خانه جنگیها

بهای بوسه اگر جان طلب کند دهنت
درین معامله نتوان نمود تنگیها

خیال کوی که دارم بسر که از ره عجز
فتاده آبله در پای بیدرنگیها

به بزم ما همه شب شیشهای می بودند
گذشت مجلس گرمی باین فرنگیها

نگاهدار غنیمت عنان ادهم کلک
که هست قافیه تنگی ز کوچه تنگیها

۱- نفس امارہ کی تباہی سے کون واقف نہیں غنیمت نے اس عام مضمون کو بیان کرنے کے لئے جو دل کش انداز اختیار کیا ہے وہ قابل ستائش ہے -

۱۷

ای دکان گل فروش از داغ عشقت سینه ها
دسته‌ی گلهای۱ خورشید از رخت آئینه ها

آنکه خاور شد ز مهر عارضش آئینها
همچو صبح از داغ او بالیده بر خود سینه ها

چهره‌ی نورانی زاهد بچشم می فروش
بے نمک باشد چو مهتاب۲ شب آدینه ها

صافی تیر تو آخر زنگ خاطرها زدود
می نشاند آب پیکانت۳ غبار کینه‌ها

با سپندی۴ روی آتش هم عنانی میکند
گوهر از یاد بناگوش تو در گنجینه‌ها

معنی صوفی طلب کن ورنه گردد هر طرف
یک بیابان دام و دد در خرقه‌ی پشمینه ها

شد بدور دستبرد شوخی مژگان یار
عالمی را چون غنیمت خالی از دل سینه ها

۱- گل خورشید : سورج مکھی -
۲- شب آدینه کی چاندنی کو اس لئے بے نمک کہہ رہا ہے - کہ اکثر مے نوش احتراماً شراب نہیں پیتے -
۳- مطبوعه میں ، آب ترکاں ہے ، جو درست نہیں -
۴- جب موتی کو جو شاہی خزانے میں پڑا ہے ، تیرے کانوں کی یاد آئی - تو وہ اس طرح تڑپ اٹھا جیسے ہرمل کا دانہ آگ میں - سپند کی ہم عنا میں ایک لطیف سا اشارہ ادھر بھی ہے - کہ جس طرح سپند دفع گزند کے لئے استعمال ہوتا ہے - گوہر گنجینه نے یاد بناگوش یار میں یہ کردار بھی ادا کیا -

۱۸

نسیم گلشن عشق است آه سرد اینجا
گل همیشه بهار است رنگ زرد اینجا

خوشا۱ دیار فنا کز سر ادب چو شرار
ز دیده کرده قدم رفته رهنورد اینجا

ز خاک ناصیه سوز در تو روشن شد
که رفته مهر جهان تاب هم بگرد اینجا

گناه کرد مرا آشنای مغفرتش
بیا۲ که لغزش پاهاست پای مرد اینجا

ز چاک پیرهن بوالهوس فریب مخور
چو زخم گل نتوان یافت بوی درد اینجا

هوای کیست غنیمت بسر نمیدانم
که مشت خاک مرا کرد هرزه گرد اینجا

۱۹

داده چشم خوابناکی سر بصحرای مرا
هر سر خاری رگ خوابی بود پای مرا

میخورم خون جگر امشب که لطف بخت شور
از نمک ساغر تراشیدست صهبای مرا

بامن دیوانه طفلان را بود عشق دگر
ریشه چون زلف تو در دلهاست سودای مرا

۱- دیار فنا کے سالک شرر کی طرح اس وادی کو آنکھوں کے بل چل کر طے کرتے ھیں -

۲- مغفرت کہتی ادھر آ میں گنه گاروں میں ھوں -

سبزه از مژگان لیلی شوختر آید برون
ابر گوی چشم مجنون بود صحرای مرا

محتسب۱ گو اینقدر سعی دلآزاری مکن
بشکند چون غنچه زور باده مینای مرا

خندهٔ ساقی چو ساغر بود از فریاد من
قلقل مینای می میخواند غوغای مرا

هست چشم گریه‌ها مانند ابر خویشتن
در غم طاقت گداز او سراپای مرا

معنی رنگین ز بس در صورت خود یافته است
نیست پروای **غنیمت** طفل خودرای مرا

۲۰

بی جمالت ای چراغ افروز الفت خانه‌ها
نور شمع آید غبار خاطر پروانه‌ها

شب۲ که بر دلهای مشتاقان گزشتم خون شدم
زخم سوزان بود شمع بزم این کاشانه‌ها

در۳ ته پا بوریا داریم از چین جبین
شد سر زهاد بس فرش در میخانه‌ها

۱- محتسب سے التجا کرتا ھے کہ مجھے بہت زیادہ نہ ستاؤ، جس طرح غنچہ جوش نمو سے خود بخود کھل جاتا ھے - اس طرح شراب محبت کے زور سے میری مینائے ضبط و حوصلہ بھی ٹوٹ جاتی ھے -

۲- محبوب کی غیر حاضری میں شمع بزم ، زخم سوزان ' معلوم ھوتی تھی -

۳- در میخانہ کا فرش سرھائے زھاد سے تیار کرایا گیا ھے - اور وھاں چین جبین کا ھونا حقیقت ثابتہ کی حیثیت رکھتا ھے - اس لئے شاعر یوں محسوس کرتا ھے گویا کسی نے پاؤں کے نیچے ٹاٹ بچھا دی ھو -

باز مجنون که یا رب گرم شوق الفت است
آه می خیزد بجای گرد زین ویرانه‌ها

شب که بزم آرای ما وحشی نگاهی بوده است
گردش چشم غزالان دیدم از پیمانه‌ها

چشم آن داریم ما کز فیض باران سرشک
سبز گردد دانه‌ی زنجیر این دیوانه ها

شد غنیمت حرف ناصح غارت آرام من
آب میگردد به چشمم خواب زین افسانه ها

۲۱

حدیث چشم که شد دل نشین گفتن ها
که سرمه ایست[۱] زبانم برنگ سوسنها

بدور تیغ جفایش برنگ شیشه‌ی می
بلند گشته دماغ بریده گردنها

هوای[۲] جود تو از بس فزود حرص طلب
گرفته روی جهان را چو ابر دامنها

به باد[۳] داده مجرد روان راه رضا
بیک اشاره‌ی ابروی برق خرمنها

۱- یعنی گنگ هستم -

۲- تمہارے فیض کرم سے استفادہ کرنے کے شوق میں تمام زمین نے دامن طلب پھیلا رکھا ہے - ابر اور دامن میں وجہ شبہ ظاہر ہے - نیز ایک لطیف سا اشارہ ادھر بھی ہے ، کہ بادل بھی تمہارے خوان کرم کا زلہ ربا ہے -

۳- تسلیم و رضا کی اس حیرت انگیز وادی کو بھی ایک آنکھ دیکھ لیجئے - جہاں سالک طریقت اپنے سارے اثاثے کو ایک اشارہ چشم برق پر فنا کر دیتا ہے -

درآ بمعرکه‌ی خستگان عشق و ببین
که میکند دل صد رخنه کار جوشنها

ز جمع کردن پیکان تیرهای ستم
کشاده زخم دل ما دکان آهنها

غنیمت است که ما را خیال سروقدان
دوانده ریشه بدل همچو خاک گلشنها

۲۲

تا شد حدیث عارض جانان بیان ما
باشد برنگ[۱] غنچه زبان در دهان ما

از مهر اگر به تربت ما پر تو افگند
یاد از هلال عید دهد استخوان ما

قربان ناز گوشه ی ابروی کیستم
عنقا شد است زاغ[۲] کمان در زمان ما

از بسکه حرف زلف تو بسیار گفته ام
زنجیر شد چو شمع سخن بر زبان ما

ما بلبلان ز شوق گلے آب گشته ایم
یک چشم گریه ناک بود آشیان ما

باید برنگ لاله و گل کرد یک نظر
آتش زد است گوش چمن را فغان ما

خود را بیاد خاک درش سجده می کنم
بیجا نرفته است **غنیمت** گمان ما

۱- مثل : چوں -
۲- زاغ کمان : گوشۂ کمان - یعنی یار کے گوشه ابرو کی دلاویزی کو دیکھ کر کمان نے زاغ کمان کو رخصت کر دیا ھے - که گوشه ابروئے یار کے ھوتے کسی اور کو زیب نہیں دیتا ، که وه خود کو اس خوبی کا حامل گردانے .

۲۳

ای۱ شکر گردید آب از نوش لعلت بارها
خط کشیده پیش روی ساده ات گلزارها

پیش آن چشم سخن گو همچو میل سرمه ناک
خاک گشته بر زبانها قوت گفتارها

حرفی از خوی تو می گفتیم در کاشانه
زیر پای شوخی تصویر شد دیوارها

زاهدان۲ خشک از دولت بخود بالیده اند
شربت دینار نافع شد باین بیمارها

شاخ سنبل را رگ خواب پریشان میکند
شوخی افسانهٔ چشم تو در گلزارها

بسکه۳ مست عشق او آشفته ازکیف هواست
چون کدو بر سر ندارد منت از دستارها

یار می آید و لیکن بر سر جور و ستم
می شناسم من غنیمت گرد این رفتارها

۱- خط کشیدن : محو کردن و بر طرف ساختن - یه شعر تمام نسخوں میں حسب ذیل مرقوم ہے : اس شعر میں ' شرم لعلت ' اور رخسار ها ' نظر میں کھٹکتے ہیں - (ای شکر گردید آب از شرم لعلت بار ها - خط کشیده پیش روی ساده ات رخسارها) اگر شرم اور رخسارها کو بدل دیا جائے ، تو شعر درست ہو جاتا ہے - مثلاً : اے شکر گردید آب از نوش لعلت بارها- خط کشیده پیش روئے ساده ات گلزار ها - چونکه شرم اور رخسار نا درست معلوم ہوئے ، اس لئے بدل دئے گئے -

۲- حسن تعلیل کی کیا عمده مثال ہے -

۳- تمام نسخوں میں ترکیب ہوا درج ہے- جو درست نہیں ، ممکن ہے و آشفته از کیف ، ہو- جسے کاتب نے ترکیب بنا دیا -

۲۴

بشوق لعل نوشین تو ای جان بخش ساغرها
ز موج خویشتن افتاده در خمیازه کوثرها

برنگ تاک می بالد رگ جان شهیدانت
چو میخوردند بی باکانه از بس آب خنجرها

سجود۱ زاهدان و عشقبازان فرقها دارد
چه نسبت سربخاک افگنده را با خاک بر سرها

نمک زد بسکه شور ناله ام در دیده‌ی انجم
فلک زورق بطوفان داده ز آب چشم اخترها

چه شد گر جاده‌ی الفت برنگ رشته باریک است
بپای دل توان این راه طی کردن چو گوهرها

ز دست۲ جلوه‌های دل ربای این پریزادان
بود پای دل آئینه در زنجیر جوهرها

۲۵

می‌برد هوش دل ار یاد کند جنگ۳ ترا
شیشه دیوانه شود بیند اگر سنگ ترا

پرده‌ی چشم من و کاغذ ابری است یکی
دیده ام تا چمن جلوه‌ی نیرنگ ترا

۱- عشق اور زهد ریائی کا مقابله شعرا کا عام موضوع سخن رها هے۔ لیکن غنیمت کے طرز استدلال کی جدت کے کیا کہنے -

۲- محبوب کی رعنائی کو دیکھ کر آئینه ایسا بے تاب هؤا که جوهر آئینه نے زنجیر بن کر اسے اپنی گرفت میں لے لیا -

۳- جنگ سے مراد محبوب کی ناراضگی هے - دوسرے مصرع کی لطافت داد سے بے نیاز هے -

ره نمی برد بعزم[۱] سفرت سعی خرد
ناله برخاست ز دل یافتم آهنگ ترا

برتنش چاک شود جامه بیک خندیدن
عنچه[۲] پوشیده مگر پیرهن تنگ ترا

پرد[۳] از چهره‌ی گل رنگ چو آی بچمن
بامیدی که زمین بوس کند رنگ ترا

کیست آن شوخ غنیمت که ترا رسوا کرد
نرسد نام نکوی بجهان ننگ[۴] ترا

۲۶

بسکه مست آمده صیاد ستم پیشه‌ی ما
همسر گردن میناست نی بیشه‌ی ما

هر نیاز آئنه‌ی جلوه‌ی ناز دگراست
بسکه لبریز خیالت شده اندیشه‌ی ما

زاهده این روی ترش گر بخرابات رود
سرکه‌رنگی بشود پیرهن شیشه‌ی ما

نخل صحرای جنونیم ز بی‌تابی خویش
در فغان است چو زنجیر رگ و ریشه‌ی ما

۱- شعر کا مفهوم یه هے ' که عقل کی تگ و دو همکنار کامیابی نه هو سکی - تو دل کی ره نمائی نے دستگیری کی - اور معلوم هو گیا - که تمهارا اراده سفر کہاں کا هے -

۲- تنگی پیرهن کا ایسا دلفریب منظر شاید هی کوئی مو قلم پیش کر سکے -

۳- محبوب کی آمد سے پھولوں کا رنگ اس لئے پھیکا پڑ جاتا هے که وه اس کے چهره گل رنگ کی پزیرائی کے لئے رسم زمین بوسی ادا کرتے هیں -

۴- بدنامی ' و رسوائی -

۵- ترش روئی زاهد کی هجو ملیح ملاحظه کیجئے -

اندران سوخته کهسار که ما کوه کنیم
چشمه‌ای نیست بجز آب دم تیشه‌ی ما

در نظر نیست غنیمت بجز از طفل سرشک
دل‌بر زنگ زدای دل غم‌پیشه‌ی ما

۲۷

ای شیفته‌ی طرز خرام تو اداها
حیران رخ آئینه سوز تو صفاها

تا حوصله کیست ز کوی تو بر آید
۱ چون نقش قدم قوت پا مانده بجاها

تا بود نهان همچو شب قدر خط یار
نشنید غرورش ز کسی عرض دعاها

از نغمه‌ی عشاق رهت بر سر زهاد
در چرخ در آیند چو افلاک رداها

درا راه محبت سروپا فرق ندارد
گردیدن سرها شده پیچیدن پاها

از چهره عشاق تو تا رنگ نریزند۲
در شهر محبت نشود طرح بناها

در گوش من آن چشم سیه گفت غنیمت
بیمار محبت نبرد نام دواها

۱- یه شعر حاصل غزل ہے - حسن تعلیل کی ایسی بدیع مثال لائق صد ستایش ہے - دوسرے مصرعے میں شاعر نے بے مثال نقاشی کی ہے -

۲- مطبوعہ نسخے میں نہ یہ شعر ہے اور نہ مقطع - شہر محبت کی بنیاد رکھنے کے لئے چہرہ ہائے عشاق کا رنگ اڑالانا دل‌کش تعبیر ہے -

۲۸

ای محو تمنای جمال تو خردها
گم گشته‌ی راه سرکوی تو بلدها[1]

فریاد[2] که در خاک نشاندست چو تیرم
مانند کمان قوت بازوی مددها

در[3] جلوه گه خار ره عشق تو برخاک
چون سایه فرو ریخته رعنای قدها

کلفت بدل بی خبران راه ندارد
دردیده‌ی روزن نبود بیم رمدها[4]

باقیست همان گرمی عشق تو پس از مرگ
افروخته زین شمع چو فانوس لحدها

تا گوشه‌ی دستار کرا دیده که دارد
بیتابی بلبل بقفس گل بسبدها[5]

گر زلف دراز تو شود عمر **غنیمت**
شاید که به بیند رخ انجام ابدها

۱- بلدها :- راهبران و واقفان کار -

۲- جس طرح کمان تیر کو اٹھا کر دور مٹی میں پھینک دیتی ہے - اسی طرح دوسروں کے سہارے پر اعتماد سے مجھے یہی صورت حال پیش آئی -

۳- جہاں تیرے عشق کے کانٹے بچھ رہے ہیں اس جلوہ گاہ ناز میں نازنینوں کے قدھائے رعنا کا عکس سایہ کی طرح صاف دکھائی دے رہا ہے - یعنی ہزاروں حسین تجھ پر فدا ہیں -

۴- رمد : آزار چشم که ازان آب از چشم جاری مے شود -

۵- سبد : ٹوکری - یعنی ڈھیروں کے حساب

۲۹

سهل۱ میدیدیم آب تیشه‌ی فولاد را
کرد آخر سبز نخل ماتم فرهاد را

میگذارد۲ از ادب بر سر ز مژگان هردو دست
چشم آهو حلقه‌های دام این صیاد را

تا توانی راه در میخانه زاهد را مده
چغد خواهد کرد ویران خانه‌ی آباد را

بسکه دزدیدم ترا در خود بزور جذب عشق
خستگانت بسته بر من تهمت بیداد را

جان فدای شیوه‌ی شوخی که از جوش اثر
می کشد۳ تصویرش از کف خامه‌ی بهزاد را

شکوه‌ی۴ ماخوش نداری چشم خود از ما مپوش
پا بسنگ سرمه بشکن شوخی فریاد را

پند ناصح سوزش عشق از دل عاشق نبرد
بر چراغ ما **غنیمت** نیست دستی باد را

۱- فرهاد نے تیشۂ فولاد کو سهل جان کر کوه کنی شروع کر دی - آخر اس کی جان اسی سهل انگاری کی بھینٹ چڑھ گئی - آب کی مناسبت سے سبز اور نخل کے الفاظ برمحل ھیں -

۲- محبوب نے شکار آهو کے لیئے دام بچھایا - تو هرن ادب سے هاتھ سروں پر دھرے سامنے آ موجود هوئے کسی نے خوب کہا ہے - همه‌آهوان‌صحراسرخود نهاده‌بر کف- به امید آں که گاهے به شکار خواهی آمد

۳- مطبوعه نسخے میں "مے کند" ہے -

۴- عاشق سراپا فریاد ہے - مگر محبوب کو یه انداز پسند نہیں - اس لیئے تجویز پیش کرتا ہے که هم سے چشم پوشی نه کیجیئے - بلکه چشم سرمه سا کی تاثیر سے شوخی فریاد کا گلا گھونٹ دیجیئے یه یک کرشمه دوکار اور دیوانه بکارخویش هشیار اسی کو کہتے ھیں -

۳۰

زهی نگاه تو استاد فتنه سازیها
خط۱ سیاه تو سرمشق۲ عشق‌بازیها

تو رفتی و نمک۳ خوان دیگران شده‌ای
کباب شد دل ازین میهمان نوازیها

چنان بخاک۴ نشست از غبار خاطر من
که آه رفت ز یادش نفس‌درازیها

کدام زاهد خشک از غمت جگر خون نیست
سرابها۵ شده طوفان جانگدازیها

سری بشوکت دنیا فرو نیاوردیم
بس است کاسه‌ی سر تاج سرفرازیها

باین امید که آئی مگر بصید برون
غزالها شده روباه حیله سازیها

ز حرف عارض دلدار در زمین سخن
نمود کلک **غنیمت** چمن طرازیها

۳۱

صاف کی خواهد رقیب او بعاشق سینه را
دوست دارد چون خط خوبان غبار کینه را

۱- خط سیاه : سبزه خط مراد ہے -
۲- قطعه‌ی نوشته‌ی خوشنویس که شاگردان بطور نمونه پیش نظر دارند -
۳- نمک خوان شدن : باعث رونق گردیدن مراد است -
۴- به خاک نشست کا فاعل خاطرمن ہے -
۵- زاهد خشک کو سراب کهنا لطیف کنایه ہے -

جلوه‌ی۱ وحشی نگاهان کرد روشن سینه را
شب چراغ از دیده‌ی آهوست این گنجینه را

تا خیال شوخی او یافت در خاطر قرار
کاغذ۲ تصویر آهو کرد لوح سینه را

ارتکاب۳ باده حسنت را یکی صد وا نمود
توبه ات خود در شکست آئینه در آئینه را

محفل۴ مستان بود هنگامه‌ی بازی گهش
چشم مست این پسر شد شیشه‌ای آدینه را

خواهد آمد از برای سوختن روزی بکار
میفروشان! میفروشم خرقه‌ی پشمینه را

۱- یار وحشی نگاہ کے جلوۂ رعنا سے عاشق رنجور کا سینہ یوں دمک رہا ہے - جیسے لعل شب چراغ کی روشنی سے شاہی خزانہ -

۲- کاغذ تصویر آهو: وہ کاغذ جس پر ہرن کی تصویر بنی ہو -

۳- یہ شعر نسخہ الف میں نہیں ہے مطبوعہ میں ہے -
یعنی تم نے شراب پی تو تمہارے حسن دلاویز کو چار چاند لگ گئے - مگر جب تم نے توبہ کر لی تو وہ بات نہ رہی - اور ایسا محسوس ہوا جیسا کسی نے شیشے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہو -

---

۴- مطبوعہ نسخے میں دوسرا مصرعہ یوں ہے :- چشم مست این پسر سینہ نمود آئینہ را - نسخہ الف کے مطابق دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے - کہ اگرچہ جمعہ کے دن شرابی بادہ نوشی نہیں کرتے - لیکن محبوب کی مست آنکھیں اس کمی کو پورا کر رہی ہیں - شیشہ سے مراد صراحی شراب ہے - مطبوعہ نسخہ کے مطابق دوسرے مصرعہ کا مفہوم یہ ہے - کہ محبوب کے چہرے کا عکس شیشے میں پڑا تو اس میں وہی تلاطم بپا ہو گیا جو سینہ عشاق میں بپا تھا -

ازا بناگوش تو حرفی بر زبانم میگذشت
شد دل بیتاب گوهر سینه‌ی گنجینه را

گر۲ غنیمت نونیاز بوسه باشد از لبت
میتوان کردن سفارش عاشق دیرینه را

۳۲

گداز فکر باشد جام می معنی سگالان را
لب خشک است موج باده این رنگین خیالان را

شود۳ چون گرم بزم افروزی صحن چمن چشمش
چو شمع آب از گداز خود رسد نازک نهالان را

بعزم صید چون تکلیف جولانش کند شوخی
رمیدن لرزه‌ی اعضا شود وحشی غزالان را

ز حرف لعل شیرین و خط سبز تو در محفل
زبان گردید برگ نیشکر طوطی مقالان را

حنای شوخ او پرواز رنگ عاشقان گیرد
بدست آرد اگر روزی دل آشفته حالان را

اگر بازی گه طفلان شود خاکی که من دارم
پریشانی برنگ غنچه گیرد۴ خورد سالان را

۱- دوسرے مصرعہ کی نثر یہ ہوگی :- کہ گوہر سینہ گنجینہ را (مثل) دل بے تاب شد -

۲- مطبوعہ نسخہ میں پہلا مصرعہ یوں ہے :-
گر غنیمت نو نیاز بوسہ باشد لذتست ، جو یقیناً لیتھو پریس کی کارفرمائی معلوم ہوتی ہے -

۳- جب محبوب جلوہ آرائے چمن ہوتا ہے تو نونہالان چمن گرمی نگاہ سے شمع کی طرح پگھلنے لگتے ہیں - اور پھر اسی پانی سے سیراب ہوتے ہیں -

۴- نسخہ الف اور مطبوعہ میں گردد ہے -

غنیمت می شمارم کز سر عاشق نوازیها
غبار راه خود داند محبت پایمالان را

۳۳

دیوانه فارغ از چمن آب و رنگ ها
دارد سیه[۱] بهار ز پشت پلنگ ها

تا سینه ی[۲] کرا بجگر زخمش آرزو ست
جست است همچو آه قرار از خدنگها

جای درین میحط که ما آب می خوریم
امواج بحر بود و هجوم نهنگها

یادم دهد ز دیده‌ی خونبار خود چنین
ریزد ز شوق سجده ات از بسکه رنگها

اهل زمانه مهره‌ی شطرنج بوده اند
باهم خصومتی نی و سرگرم جنگها

آید شرر بشوخی چشم پری برون
دیوانه ی که[۳] زد سر خود را بسنگها

نان شبینه در نظر آید چو قرص ماه
گر بنگری بدیده‌ی این رزق تنگها[۴]

اینجا زمین برنگ فلک چرخ می زند
باشد یکی بعشق شتاب و درنگها

۱- پشت پلنگ کی دھاریاں سیاہ ھوتی ھیں -

۲- یہ شعر جدت خیال کا نادر نمونہ ھے - تیروں کا اس لئے بے تاب ھونا کہ کسی کے دل میں زخم کھانے کی خواھش پیدا ھوتی ھے - داد طلب ھے

۳- کدامیه -

۴- رزق تنگها : تنگ دستان -

داری دلی **غنیمت** اگر میتوان نمود
قربان بی نیازی این شوخ و شنگها

۳۴

نشه‌ی باده گدازد غم پنهان ترا
نمک خنده‌ی گل زخم شهیدان ترا

کیست کز جلوه‌ٔ رنگین تو دیوانه نشد
سایه‌ی بود پری نخل گلستان ترا

چقدر۱ رشک کباب از دل زاهد که نه کرد
خنده روزی که نمک ریخت نمکدان ترا

بسکه۲ گستاخیش از جیب تو حاصل شده است
دست گل باز کند بند گریبان ترا

غوطه در حسرت سرشار زند۳ دل کامروز
یافت پر آب گهر چاه زنخدان ترا

اختر سوخته‌ی بزم بود بی تو چراغ
خوانده‌ام بخت سیاه شب هجران ترا

درد۴ کم حرفی لعل تو کند چشم پر آب
حلقه‌ی بندگی گوش اسیران ترا

۱- جس دن نمکین ہنسی سے تمہارے لب آشنا ہوئے - زاہد بچارے کا دل بھن کر کباب ہوگیا - کیونکہ اس کی خواہش یہ تھی - کہ یہ نمک تمہارے نمک دان کی بجائے اس کے زخم جگر پر ٹپکتا -

۲- قریب ہونے سے آدمی دلیر اور گستاخ ہو جاتا ہے محبوب نے پھول کو جیب گریبان میں جگہ دی تو شہ پا کر اس نے بند قبا کھولنے کی ٹھانی

۳- نسخہ الف میں کند ہے

۴- تمہاری کم گوئی کی وجہ سے عشاق کا حلقہ بندگی رنج سے چشم بن گیا ہے - اور رو رہا ہے -

مبتوان یافت غنیمت که بخوابش دیدی
شوخی چشم غزالست شبستان ترا

۳۵

چه شد گر زلف او با من ندارد سازگاریها
چو دامش۱ میکشم در خود بزور خاکساریها
من و طفلی که در جولانگه شوخی و رعنائی
رکاب از چشم آهو داشت وقت نی‌سواریها
ز رسوای بر آید عاقبت کام دل عاشق
زمین دانه‌ی دهقان۲ باشد گرد خواریها
نیم تردست۳ شست و شوی ظاهر از خودآرای
که چون طاؤس شد زیب لباسم داغداریها
نمیدانم گناه بلبل خود وز چه رو یا رب
درون بیضه‌اش کردند چون گل زخم‌کاریها
ز داغ خون چکان عشق خود دل را گلستان کن
زمین قابلی داریم وقف لاله کاریها
غنیمت نیست برجا چون سر مینا دماغ من
بیاد تیغ مژگان که۴ کردم میگساریها

۱- عاشق محبوب کو خاکساری کے زور سے اپنی طرف مائل کرتا ہے - کیونکہ عشق میں خاکساری اور نرمی آخر رنگ لاتی ہے -

۲- جب دهقان گرد خواری کو جھیلتا ہے تو اس کی محنت کامیاب ہوتی ہے -

۳- نزدست : چالاک اور پھرتیلا - یہاں بمعنی ممنون ہے -

۴- کدامیه -

۳۶

ای در خیال ابروت از انفعالها
پیمانه ی گداز خجالت هلالها

دیوانه ی تو تا بچمن ـ رنگ جلوه ریخت
خیل پری برقص بود زان نهالها

با دل‌شکستگان خبر راز عالم است
آئینه‌دار۱ جام جم اند این سفالها

از اختلاط خاطر اندوه‌مست من
چون درد باده خون شده گرد ملالها

ظالم حدیث چشم تو مذکور می شود
آنجا که سرمه ایست زبان غزالها

آن بلبلم که در چمن کوی گل رخان
پرواز۲ همچو گرد فشاندم ز بالها

هر نقطه را که کلک غنیمت نوشته دوش
میخواند۳ عشق اختر فرخنده فالها

۳۷

نیست در شهر محبت منزل آرامها
میکند چون ابر جولان بر سر ما بامها

هر۴ کجا آن صید وحشی جلوه‌ی آغاز کرد
جسته همچون موج آب از دامها آرامها

۱- صدیقی نسخه میں یه مصرع غلط هے - (آئنه دار جام جم این سفالها)
۲- پرواز از بال فشاندن : ترک پرواز کردن و زمین گیر شدن ـ
۳- عشق میخواند کا فاعل اور اختر مفعول هے ـ
۴- نسخه الف اور صدیقیه میں تا کجا هے - هر کجا زیاده موزون معلوم هوا ـ

بی تو بزم عشرتم تاراج بی‌تابی بود
موج می چون برق بیرون می جهد از جامها

سعی[۱] صیاد محبت آب در غربال داشت
عاشقت را نیست جز حسرت شکار دامها

در بیابانی که روشن شد چراغ ناله ام
سرمه ی چشم غزالان ریخت رنگ شامها

جلوه‌ی[۲] انعام خوش چشمان گلشن کرد و رفت
بر چمن طوفان گذشت از گریه بادامها

اعتمادی نیست بر رزق مقدر خلق را
سوختند از فکر نان همچون تنور این خامها

بی تو مستان را غنیمت نیست[۳] آرامی نصیب
موج می چون شست ماهی بند شد در کامها

۳۸

یاد چشمت ریخت می در ساغر اندیشها
همچو شبنم آب شد در بزم گلشن شیشها

ای جنون فرمای گلشن تا کجا رفتی که داشت
ناله ی زنجیر در پای نهالان ریشه ها

نیست چشم توتیاسای ز سنگ سرمه‌ام
کی بکار یکدگر آیند این هم پیشها

۱- صیاد شکار محبت کی کوششیں بارآور نہیں ہوتیں - اور اس کے دام میں صرف حسرت ہی پھنستی ہے -

۲- محبوب نے خوش چشمان گلشن کو ایک جھلک دکھائی (خوش چشمان گلشن سے مراد بادام ہیں) اور جوش حسرت سے بادام اتنا روئے کہ باغ میں طوفان آ گیا -

۳- صدیقی نسخه کے بغیر باقی تمام نسخوں میں یہ مصرع غلط لکھا ہوا ہے -

تا نماز زاهدان سخت‌دل نبود قبول
نیست داخل در عبادت سجده این نیشه‌ها

گرم[1] شوق صید یا رب تا بکی آید برون
استخوان شیر می سوزد چو نی در بیشه ها

نیست[2] هم طرح علی بودن غنیمت قدرتم
مصرعی رنگین نشد تا خون نشد اندیشه ها

۳۹

نمی کند اثری سعی چاره‌گر اینجا
غذای[3] داغ شود پنبه چون سحر اینجا

حریف صحبت عاشق که میتواند شد
هزار قافله شور است یک جگر اینجا

بطوف کعبه‌ی کوی که گرم می آیم
که محو سجده‌ی پا شد چو شمع سر اینجا

توان[4] بزور کرم گردن حریف شکست
بیا که رستم وقت است مشت زر اینجا

نظر بروی که[5] شد آشنا که می گردد
بگرد خویش چو گرداب چشم تر اینجا

۱- گرم به معنی مستعد آمده -

۲- سوائے صدیقی نسخه کے باقی سب میں در قدیم آیا ہے جو غلط ہے -

۳- یعنی پنبه هم که برائے اند مال بر داغ نهند غذای داغ گردد چون سحر، پنبه کی صفت ہے -

۴- لوگ روپے کو ستارالعیوب اور قاضی‌الحاجات کہتے ہیں - غنیمت جوهر کام روائی کے پیش نظر مشت زر کو رستم زماں کا خطاب دیتا ہے -

۵- کدامیه

ز بس که سعی گداز است راه کوی وصال
برنگ موج شود آب بال و پر اینجا

نمی خرند **غنیمت** ز روی بی قدری
به نرخ خاک فروشیم گر هنر اینجا

۴۰

نکرد آن صید وحشی یک نفس آرام در صحرا
بحال خویش با صد چشم گرید دام در صحرا

بهار آمد نمی سازد هوای شهر مستان را
برنگ لاله می باید گرفتن جام در صحرا

برو از شهر بیرون چون دلت از غم بتنگ آید
شود سنگ۱ فلاخن سختی ایام در صحرا

چراغ کشته۲ فانوس محمل می شود لیلی
بمجنون گر دهد باد از تو یک پیغام در صحرا

سرت گردم ز سامان من مجنون چه می پرسی
بود چشم غزالانم چراغ شام در صحرا

برون۳ جستن ز شهر عقل بال شهرت ما شد
بر آوردیم چون مجنون **غنیمت** نام در صحرا

۴۱

در راه صیدش از پی دفع گزندها
دام از گره۴ فشاند بر آتش سپندها

۱- چنانچه فلاخن سنگ را از خود دور می اندازد هم چنین هوای صحرا سختی ایام را محومی گرداند۔
۲- چراغ کشته شدن :- از رونق و بها افتادن ۔
۳- همینکه از شهر عقل بدر جستم ، شهرت را بال پرواز پریدآمد ، یعنی مشهور شدم ۔
۴- دام کی گره کو سپند کهنا ندرت تشبیهه کی عمده مثال هے ۔

در وادی که صید تو گرم رمیدن است
چون برق جسته از بغل خود کمندها

نبود بغیر عجز دلیل۱ سبک‌روان
هستند گرد راه خود این رم سمندها

شمشاد۲ و سرو را بتو دعوای قامتست
بیگانه اند از خرد این قدبلندها

ما تشنگان شربت دیدار کیستیم
گردیده پیش ما ز حیا آب قندها

کی التماس عاشق خود گوش میکند
طفلی که از پدر نشنیده است پندها

ما را لب خموش غنیمت حصار شد
بستیم راه طعنه‌ی این خود پسندها

۴۲

نگاه مدعی باشد ز حسنش بی نصیب اینجا
بود همدرد ناسور چکان چشم رقیب اینجا

علاج گرمی خوی اش۳ که خواهد کرد؟ حیرانم!
بجای سرخ صندل صرف شد خون طبیب اینجا

۱- دلیل :- راهبر -

۲- قدو قامت میں سرو و شمشاد سے برتری کی جو صورت پیدا کی وہ طالب داد ہے -

۳- صرف نسخہ صدیقیہ میں یہ مصرع صحیح مرقوم ہے - محبوب گرم خوی کا مریض ہے - جس مرض کے ازالہ کے لئے طبیب کو صندل سرخ کی جگہ خون پیش کرنا پڑے - ایسے مرض کے علاج کے لئے طبیب کہاں سے ملیگا -

محبت مکتبی دارد که در ایجاد۱ بازی ها
گل مالیده‌ی طفلان بود گوش ادیب اینجا

غبارم سد راه منزل مقصود شد چندی
تهی گردیدم از خود یافتم کوی حبیب اینجا

مجو از میزبان کاسه واژون۲ غیر ناکامی
نشستم بر سر خوان فلک خوردم فریب اینجا

بقربان خرابیهای دل معموره‌ی عالم
قیامت می کند هر لحظه شوخ فتنه زیب اینجا

درون پرده‌ی دل با **غنیمت** رازها دارد
پریروی که شد غارتگر صبر و شکیب اینجا

۴۳

نباشد بعد مردن نیز عاشق را قرار اینجا
بود سرگشته تر از آسیا سنگ مزار اینجا

بجای چشم من آئینهٔ ی۳ فولاد گر باشد
کند چالی ز آبش گریه ی بی اختیار اینجا

هنوزم حسرت سرشار۴ طوفان میکند در دل
بود خاکسترم را شورش ابر بهار اینجا

نه از درد ست گر ریزد غبار از چشم غربالی
ندارد گریهای خشک زاهد اعتبار اینجا

۱- ایجاد : ابتدا -
۲- میزباں واژوں کاسہ : آسماں مراد است -
۳- ہر چند آئینہ فولاد صلاحیت آب سے خالی ہے - لیکن عشق کا گریہ بے اختیار اسے آنسو بہانے پر مجبور کر سکتا ہے - تمام نسخوں میں خالی مرقوم ہے - لیکن چالی یا چاہی چاہئے - میں نے چالی کو بہتر سمجھا -
۴- نسخہ مطبوعہ میں دیدار ہے - جو غیر مناسب نہیں - البتہ طوفان کی رعایت سے سرشار زیادہ موزوں ہے -

شهید۱ وعده ات صبح قیامت در نظر دارد
سفیدی میکند از بسکه چشم انتظار اینجا

ندانم صیدگاه‌ی کیست این صحرای پر وحشت
که گردد دام چون طاؤس۲ دنبال شکار اینجا

چو آی بر سر خاک شهیدان یک نفس بنشین
که باشد چشمها چون دام پنهان در غبار اینجا

غنیمت را بود در دیده‌ی ما عزتی۳ دیگر
که هست این مشت خاک از کوی جانان یادگار اینجا

۴۴

کشتی۴ می بی تو دل خون کرد مستان ترا
می خراشد همچو ناخن زخم هجران ترا

باده را دست ادب از موج خود بر سینه ماند
یافت تا کیفیت خون شهیدان ترا

عاشقان۵ را حسرت شمشیر بیداد تو کشت
مرگ دیگر بود جان‌بخشی اسیران ترا

۱- شهید وعده ، عاشق کی بلند حوصلگی کی داد دینا چاهئے - که ایفاء وعده کے لئے صبح قیامت پر آس لگائے بیٹھا ہے -
۲- دم طاؤس پر دام کی طرح کے حلقے بنے ہوتے ھیں - گویا وہ مور کو پھانسنے کے لئے پیچھے پیچھے پھر رہے ھیں -
۳- نسخه الف میں رونقی ہے - نسخه ب میں عبرتی آیا ہے -
۴- کشتی می : صراحی ہے که به شکل کشتی باشد ' مراد است -
۵- عاشق نامراد اس خیال سے زندگی کو فریب دیتا چلا آ رہا تھا که ایک دن اسے محبوب کی شمشیر سے ذبح ہونے کی عزت حاصل ہوگی - لیکن حیف یه خواهش بھی پوری نه ہوسکی - غالب کا شعر ہے :

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر که میں
شایان دست و بازوی قاتل نہیں رہا

مصرع برجستهٔ آهم بخاطر مانده است
از نگاه گرم خود چشم سخندان ترا

گر بگوش دل رسد چون غنچه‌ات پیغام شوق
پاره خواهد کرد بالیدن گریبان ترا

مشت خاک کیست تا آماجگاه ناوکست
دل پریشان شد برنگ غنچه پیکان ترا

از۱ نزاکت بسکه رنگ نوبهارت ریختند
بوی گل فریاد بلبل شد گلستان ترا

فصل نیسان۲ سرشک ما غنیمت عاقبت
سنبل تر میکند زلف پریشان ترا

۴۵

ای خراب چشم بی‌پرواه نگاهت تابها۳
گرد رم‌های غزال دل‌شکارت خوابها

ای ز یاد برق حسنت در دل ما تابها
چون شراب افتاده آتش ازبست در آبها

مسجد از فریاد ما جام شراب بیخودی است
همچو موج افتاده در آغوش۴ هم محرابها

مشهد۵ حسرت شهیدان را زیارت کرده ام
نیست خالی کربلای عشق از سیلابها

۱- موسم بہار میں محبوب کی نزاکت کا یہ عالم ہے ، کہ بوئے گل جیسی لطیف شے بھی اسے نالہ بلبل معلوم ہوتی ہے- رنگ ریختن : بنیاد نہادن -
۲- نیسان : بہار -
۳- تاب : حوصلہ ھمیں لفظ در شعر دوم بمعنی پیچ و تاب آمده -
۴- آغوش هم : آغوش یک دگر -
۵- نسخه ب اور صدیقیه میں حیرت شهیداں مذکور ہے - حیرت شهیداں اور حسرت شهیداں دونوں میں اضافت مقلوب ہے - یعنی شهیداں حیرت و حسرت -

تا فغانم آسمان سیر از تبسم‌های کیست
داشت در زخم کتان شور نمک مهتابها

سالکان را آشنای بحر وحدت میکند
سرفرو بردن به فکر خویش چون گردابها

قاتل مارا که دارد بر شهیدان منتی
هست قتل بی‌قراران کشتن سیمابها۱

چشم مشتاقان غنیمت روزن گرمابه شد
سوخت از بس بی رخش در دیده ما خوابها

۴۶

مباش بیخبر از خاطر الیم۲ اینجا
که هست دست دعایت دل دو نیم اینجا

ز فصد۳ خون مریض هوای عشق مپرس
که رنگ می پرد از چهره حکیم اینجا

چو جام جمله تنم چشم انتظار هنوز
شراب کهنه بود وعده‌ی۴ قدیم اینجا

برین دیار کدامین سهیل تافته است
سپند سوخته۵ هر دانه‌ی ادیم اینجا

هوای کشور عشق است آه داغ‌افروز
چراغ کشته شود زنده از نسیم اینجا

۱- یعنی مثل کشته کردن سیماب اهمیت نه دارد -
۲- نسخه الف اور صدیقیه میں الیم ہے- نسخه ب میں کریم لیکن سقیم چاہئے -
۳- نسخه ب اور صدیقیه میں " حدیث خون مریض هوای عشق مپرس "
ہے -
۴- محبوب کے وعده قدیم کو شراب کہنه سے تشبیه دے کر اپنی فریب
خوردگی کی توجیه کرتا ہے -
۵- نسخه الف میں چون آیا ہے -

بگلشنی است مرا شوق رهنما امروز
که هست یک گل رعنا امید و بیم اینجا

بود بدیدهٔ تمکین بی نیازی ما
سبک تر از کف۱ دریا کف کریم اینجا

خوشا۲ دیار محبت که از پریدن چشم
همیشه فال سفر میزند مقیم اینجا

ترا ز خود شکنی فتح‌ها۳ میسر شد
نبود غیر **غنیمت** کسی غنیم اینجا

۴۷

ز می پرهیز لازم باشد ارباب تحمل را
که آخر تندی این آب از جا می برد پل را

دران وادی که صید او ز حسرت آب میگردد
زبان از تشنگی افتد برون تیغ تغافل را

عرق بر چهرهٔ۴ ابر از صدای رعد می جوشد
ندامت ها ست حاصل گفتگوی بی تامل را

غم پیری ندارد بر دل سودائیان دستی۵
نباشد بیم آسیب سفیدی موی سنبل را

ز بی مهری ساق با سر زلفش سخن گفتن
پریشان تر کند از غنچهٔ گل قطرهٔ مل را

۱- کف جهاگ - کف دوم بمعنی سخاوت است -
۲- بالعموم پریدن چشم (آنکھ کا پھڑکنا) علامت بشارت است مگر خوشا حال دیار محبت که رسم و راه دگر گون دارد -
۳- در نسخه ب ''مرا ز خود شکنی حال ها میسرشد'' آمده -
۴- نسخه ب میں 'چهرهٔ ابر' کی بجائے 'چهرهٔ او' مذکور ہے - اس حالت میں ضمیر غائب کا مرجع رعد ہوگا اور اضمار قبل الذکر -
۵- دست اثر، تصرف

فرو رفتم بفکر و گوهر معنی بدست آمد
عروج طالع غواص[۱] دانستم تنزل را

صبا گر حرف رخسار تو در بزم چمن گوید
غبار[۲] خاطر بلبل کند رنگ رخ گل را

درین گلشن غنیمت ساقی مد نظر دارم
که جوش[۳] بادهٔ شوقش بط می کرد بلبل را

۴۸

ای زلف ثنای تو دل آویز بیانها
چون شانه کمر بستهٔ حمد تو زبانها

در گام[۴] نخستین بره سعی گذاری
همچون نفس سوخته وامانده گمانها

تقدیره[۵] ترا حلقه بگوش آمده افلاک
قربان سر تیر تو گردیده کمانها

یک[۶] ذرهٔ از مهر تو در دیدهٔ هر چاک
آغوش بمهتاب کشادند کتانها

۱- غوطه زن -
۲- غبار خاطر شدن ـ باعث کلفت بودن ـ نسخه ب میں رنگ رخ کی جگه گرد رخ ہے -
۳- نسخه الف میں دوسرا مصرعه یوں آیا ہے :-
''که جوش باده شوق اش نظرمی کرد بلبل را''
۴- یعنی چون سالک در راهت قدم نهد از گمان و تخمین بر گام اول (چون نفس سوخته) رهائی یابد ، واز دولت عین الیقین بهره ور گردد ـ
۵- تصویر بمعنی تصور سے تو ان بود ـ
۶- ازانجا که در هر چاک جامهٔ کتانی ذرهای از مهر تو جلوه‌گر است مهتابها برائے پذیرائی‌اش آغوش کشاده است ـ

ازا آه فلک تاز اسیران تو دیدیم
کز پنبه‌ی خورشید برون رفته سنانها

در دشت طلب پابرکابان رهت را
بی‌تاب تر اند از رگ بیمار عنانها

هر دل که بود۲ بی اثر عشق تو ، باشد
در چشم غنیمت گره رشته‌ی جانها

۴۹

ای حمد تو آراسته گلزار سخن‌ها
لبریز۳ زبان ساخته چون غنچه دهنها

ای ریخته یاقوت لبت خون یمن‌ها
آواره‌ی بوی سر زلف تو ختن‌ها

بی۴ جلوه‌ی نیرنگی حسن تو کند درد
گوش فلک از ناله‌ی طاؤس چمن‌ها

هر روز شهیدان تمنای تو چون صبح
در چشمه‌ی خورشید بگیرند کفن‌ها۵

۱- محبوب کے اسیران زلف کی فلک تاز آھوں کے سامنے خورشید کی حقیقت روئی کے ڈھیر سے زیادہ نہیں - چنانچہ یہ آھیں اس کے پار نکل گئی ھے ' سورج کی کرنوں کوسنان آہ کہہ رہا ھے -

۲- نسخہ الف میں رود ھی ھے - لیکن بود ھونا چاھیے شعر کی نثر یوں ھو گی :
هر دل که بے اثر عشق تو بود
در چشم غنیمت گره‌ی رشته‌ی جانها باشد،

۳- یعنی دهان مردم از اثر حمد تو مثل غنچه‌ی گل از زبان‌ها لبریز هستند -

۴- اگر تجلی تو پیش نظر نه باشد ، گوش فلک را از ناله‌ی طاؤس چمن درد سر می گیرد -

۵- بگیرند کی بجائے بشویند بہتر معلوم ھوتا ھے -

تا مهر تو کردند چراغ دل عشاق
شد شام غریبان بنظر صبح وطن‌ها
جمعی که پریشان سر زلف مجاز[1] اند
بستند دل خویش غنیمت برسن‌ها

۵۰

ای خاک نشین سر کوئی تو جبین ها
وز نقش پی‌ات سر به فلک سوده زمین ها
کفری که رگ جان بودش رشته‌ی زنار
گردد ز نگاه گرمت قبله‌ی دین ها
از نام حسودت که بود ننگ جهنم
تبخاله گزین شد لب یاقوت نگین ها
تا سجده کوی شده معشوق تمنا
وا کرده ز ابرو بغل شوق جبینها
تا خاک ره کوی تو گردید غنیمت
شد سرمه کش دیده ارباب یقین ها

۵۱

به‌گوشمال جزائے عمل چه خواهی کرد
ترا که نیست دماغ سخن نیوشیها
به جامه خانه‌ی گیتی یقین ما شده است
که نیست به ز قبای برهنه پوشیها
بیا که گریه‌ی افسرده کی کنیم از یخ[2]
درین دیار که عیب است گرم جوشی ها

۱- زلف مجاز (یعنی عشق مجازی) کو رسی سے تشبیه دی ہے۔
۲- اس مصرعے کی املا غلط معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے ''بیا که گریه افسرده سر کنیم ازیخ'' ہو۔

تمام گوش شدن کام اهل دل باشد
چو سر شود سخن از لذت خموشی‌ها

درین هوا که بود شاخ گل پیاله بدست
غنیمت است به احباب باده نوشی ها

۵۲

تا جسته[۱] از دل تو هوای ایاغ ها
دارد بط شراب چون طاؤس داغ ها

معنی[۲] تجلی از در و دیوار میکند
از بسکه سوختند بغفلت دماغ ها

آه[۳] از دیار عشق که از گرمی تمور
روشن توان نمود ز یادش چراغ ها

۵۳

آب[۴] تیغت می مغانه‌ی ما
زخم تیرت شراب‌خانه‌ی ما

دست[۵] شستن ز الفت کونین
هم وضو گشت هم دوگانه‌ی ما

۱- جسته : بدررفته -

۲- ارزانی تجلی (معانی) کا یہ عالم ہے ، کہ در و دیوار جگمگا اٹھے ہیں - نہ معلوم ہم کیوں غافل رہے ، اور دماغ سوزی کرتے رہے- (یعنی کشف معانی نہ کرسکے) -

۳- عشق کی حدت کی یہ کیفیت ہے - کہ اس کا نام لینے ہی سے بجھے ہوئے چراغ جل اُٹھتے ہیں تمام نسخوں میں تنور آیا ہے لیکن تموز چاہئے-

۴- محبوب کی تلوار کی باڑھ عاشق کے لئے شراب کا حکم رکھتی ہے - اور اسی طرح اس کا زخم تیر بھی -

۵- دست شستن میں وضو کا تصور اور کونین کے لفظ میں دو کا خیال موجود ہے -

همچو رنگ پریده برجا نیست
پرگ کاهی ز آشیانه ی ما
شد[۱] ترنگ شکسته شیشه‌ی دل
مطرب بزم عاشقانه ی ما
وصف[۲] شمشیر تیز آن مژه هاست
شعرهای سپاهیانه‌ی ما

۵۴

کرد رخسارت چمن آئینه را
ساخت خورشید انجمن آئینه را
عکس روی عاشق غم پرورت
میکند بیت الحزن آئینه را
اشک یاقوتی ز مژگان ریختم
دیده ام کان یمن آئینه را

۵۵

به یاد آن لب میگون شد از مستانه یاربها
به رنگ پنبه‌ی مینا شراب آلوده کوکبها

۱- نسخه ب کے مصرع اول میں ترنگ کی جگه برنگ ہے - ترنگ اس آواز کو کہتے ہیں - جو کسی ساز سے نکلے - شعر کا مفہوم واضح نہیں - ممکن ہے - مطرب در اصل مطلب ہو -

۲- ہمارے سپاہیانه شعر محبوب کی تلوار ایسی تیز پلکوں کی توصیف میں ہیں -

رم صید جراحت خورده صحرا را کند روشن
دهد بیتابی دلهای خونین رنگ مشربها۱

پیام بوسه‌ی لعلش چو قاصد بر زبان آرد
به رنگ گل شود گوش تمنایم پر از لبها

۵۶

از گلستان۲ تازه شد داغ این دل افسرده را
آتش گل کرد روشن این چراغ مرده را

ماه نو در شام هجرت سر بزانو برده است
عید بی روی تو ماند بزم برهم خورده را

بگذرد چون لطف از اندازه‌ی طاقت بلاست
بهره نبود از طراوت باغ دریا برده را

۵۷

رخصت۳ اگر هست مدعا طلبی را
صرف قدح کن دعای نیم شبی را

۱- مشرب به فتح اول گھاٹ کے معنوں میں اور به کسره اول بمعنی ساغر ہے - لیکن به لحاظ مقام دونوں موزوں نہیں معلوم ہوتے ، قیاس چاہتا ہے که مشعلہا ہونا چاہیئے ، کیونکه شعر کا مطلب یه ہے که صید جراحت خورده کے بھاگنے سے صحرا چمک اٹھتا ہے - کیونکه دلهای خونین کی بے تابی میں مشعل کی چمک پائی جاتی ہے جس سے صحرا روشن ہو جاتا ہے -

۲- بہار آئی ، تو افسرده دل کے داغ تروتازه ہوگئے ، گویا دل کے اس چراغ مرده کو آتش گل نے جلا دیا -

۳- غالب نے کیا خوب کہا ہے : جسے شراب ایسی چیز مسیر ہو اسے اور کیا چاہئے -

مهر خاموشی به لعل یار ضرور است
نقطه۱ گذارند بیت منتخبی را

دخت رز گشته شمع محفل رندان
ساخته۲ فانوس شیشه‌ی حلبی را

فرد

۱

یاد آن زلف چو در خاطر عاشق گذرد
نافه‌ی مشک کند حقه‌ی ناسورش را

۲

ای بغارت برده از طرز خرامت هوش‌ها
چشم۳ حیران ماند با سرو قدت آغوش‌ها

۳

هر کلاهی را که من دیدم سر بی مغز داشت
کاسه‌ها بوده است خالی زیر این سرپوش ها

۴

سیاه روز۴ محبت را بخوبان عرض مطلب‌ها
اشارتهای انگشت است در تاریکی شب‌ها

۱- قدما میں یہ رسم تھی کہ جس شعر کو پسند کرتے حاشیے پر اس کے مقابل نقطے لگا دیتے - خطی نسخوں میں یہ صورت اب بھی ملتی ہے -

۲- شیشہ حلبی میں شراب شمع کی طرح روشن ہے اور صراحی فانوس شمع معلوم ہوتی ہے -

۳- محبوب کے طرز خرام کو دیکھ کر عاشق کی آغوش چشم میران کی طرح کھلی رہ گئی -

۴- محبوب سے عرض مطلب کی مثال ایسی ہے جس طرح کوئی شخص اندھیری رات میں انگلی سے اشارہ کرتا ہے، یعنی ایک بے سود حرکت ہے-

۵

زهی از خوی گرمت دل کباب سوز یارب‌ها
چو یاقوت آتش افتاده است از نام تو در لب‌ها

۶

یاد رخسار تو آبادی آتشکده‌ها
گوشه‌ی۱ چشم تو آرامگه عربده‌ها

۷

تیز دستی‌های مژگان دیده ام
پنجه‌ی شیر است آهوی۲ ترا

۸

ای پریشان کرده زلف عنبرینت تابها
سر بصحرا داده از آهوی چشمت خوابها

۹

خالی که بود زیب زنخدان نکویان
تخمیست که شد جلوه گر از سیب ذقن ها

۱۰

کرد بر گلشن خرام قامتش بیدادها
گشت برگ گل زبان بلبل از فریادها

۱۱

برنگ غنچه سر کردم طریق راز دانیها
حدیث خاموشی گفتم بصد رنگین زبانیها

۱- محبوب کے گوشہ چشم میں ہزاروں فتنے پوشیدہ ہیں -
۲- آھو سے مراد محبوب کی آنکھیں ہیں -

۱۲

ندارد بسکه با ارباب معنی گرم جوشیها
زبانها همچو سوسن کرده ام صرف خموشیها

۱۳

محتسب بگذاشت از کف پاس نام و ننگ را
می زند هرجا که یابد بادهٔ گلرنگ را

۱۴

نه تنها راه در دلها ست بالای رسائش را
اجابت۱ چون نفس در خویش می دزدد دعایش را

۱۵

بیا صوفی به سیر موج‌خیز بادهٔ خم‌ها
بامیدی که آید بحر رحمت در تلاطم ها

۱۶

بسکه سامان دشمن آمد طالع نایاب ما
از کف دست است چون آئینه ظرف آب ما

۱۷

گر نه تدبیر ز تقدیر بود فیض پذیر
تیر باران شود از جنبش سنگ یدها۲

۱۸

اگر در دل گزر می بود طفل نوشخندم را
لبالب از شکر می ساخت چون نی بند بندم را

۱- اجابت اس کی دعا کو خوش آمدید کہتی ہے -
۲- ایک پتھر کا نام ہے ، جسے اگر بارش میں رکھا جائے تو اور زیادہ بارش ہوتی ہے -

۱۹

زهر سو آتشین روی است گرم جلوهٔ دیگر
نگهدارد خدا از چشم بدمستش۳ سپندم را

۲۰

زهی از آب و رنگ خویش گلزار لطافت ها
برخسار عرق افشان خود باران رحمت ها

۲۱

دلم از بسکه پا افشرده درکوی محبت ها
بود تا سینه پنهان در زمین از گرد کلفت ها

۲۲

مانند۴ طفل اشک بت زود خشم ما
تا دل نگشت آب نیامد بچشم ما

۲۳

رسید صد چمن آمادهٔ نکوی ها
شگفتگی گل باغ برهنه روی ها

۲۴

علاج رخنهٔ ایمان خویش کرد یقین
کسی که بسته لب خود ز عیب‌جوی ها

۳- متن میں بدمست کے بعد ش مذکور نہیں - لیکن به لحاظ مقام اس کی ضرورت ہے - سپند سے مراد دل ہے - (اور یا بدمستاں ھونا چاھیئے) -

۴- ھمارا بت زود خشم اس وقت تک جوہ گر نہیں ھوتا جب تک دل آنکھوں کی راہ سے آنسو بن کر نہ ٹپک جائے -

۲۵

به گوش۱ امر فهمان مرحبای ناقه‌ی لیلی
صدای ناله‌ی زنجیر مجنون در بیابانها

۲۶

ای غارت خرام تو طرز تدروها
تمکین به باد داده‌ی شوق تو سروها

۲۷

ای یادگار گریه‌ی مست۲ تو ابرها
طاقت به باد داده‌ی شوق تو صبرها

۲۸

داده۳ پیغام چشم مست کسی
قاصد انشا رسیده ما

۱- مجنوں کی زنجیر سے جو آواز آ رهی ہے اگر به نظر حقیقت دیکھا جائے تو گویا ناقه لیلی کو خوش آمدید کہی جا رہی ہے ۔

۲- مراد عاشق ۔

۳- همارا قاصه محبوب کی چشم مست کر دیکھ کو اصل پیغام کو بھانپ گیا ۔



ردیف بای موحده

۱

زندگی داری اگر یکدم هوس همچون حباب
نگذری زنهار از ضبط نفس همچون حباب

کاروان عمر رفت و بی خبر ماندیم ما
بود بی آواز گویا این جرس همچون حباب

از سر کویش بسیلاب سرشکم شد روان
کاروان کاسه‌ی سر پیش و پس همچون حباب

حفظ راز خویشتن خواهی خموشی پیش‌گیر
باد پرواز است مرغی۱ در قفس همچون حباب

کاسه۲ خالی داشتن را زینهار از کف مده
گر ترا باشد بدریا دسترس همچون حباب

در هوای گوهر پاکی که ما خوش کرده ایم
میرود برباد سرها هر نفس همچون حباب

دخل۳ بی جا را بشعر من غنیمت دخل نیست
نیست در پیراهنم راه مگس همچون حباب

۱- نسخه ب میں مرغت آیا ہے۔ حفظ راز کے لئے خموشی کو ضروری قرار دے کر راز کو اس مرغ باد پرواز سے تشبیہ دیتا ہے - جو قفس حباب میں بند ہو۔ اور ذرا سی حرکت سے پنجرہ ٹوٹنے کے لئے تیار ہو۔

۲- به قول اقبال خودی از سوال ضعیف می گردد :

تو اگر خود دار ہے منت کش ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ رکھ

۳- یہ شعر نسخہ الف میں نہیں ، اور نہ مطبوعہ میں ہے ، دخل : اعتراض جس طرح پیراہن حباب میں مکھی نہیں داخل ہوسکتی ، اسی طرح میرے اشعار پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

۲

حرف خوی کیست یارب بر زبان عندلیب
کز فغانها غنچه‌ی گل شد دهان عندلیب

از۱ نگاه سرمه آلود تو در گلزارها
بی صدا چون بوی گل باشد فغان عندلیب

برملا۲ افتاده همچون ناله‌ی بی اختیار
از شراب جام گل راز نهان عندلیب

در نظرها شاخ گل سیخ کباب بلبل است
تا که۳ بود امروز یارب میهمان عندلیب

بی رخت از ریزش گلهای میراب سرشک
شد دکان گلفروشان آشیان عندلیب

تا بگلشن آمد آن شور افگن هنگامه‌ها
می‌دمد۴ بر برگ گل آه از دهان عندلیب

غنچه‌ی باغ خموشی کن زبان خویش را
تا بکی خوانی غنیمت داستان عندلیب

۱- یار کی نگاه سرمه سا کے اثر سے بلبلوں کی زبانیں بند هوگئی هیں -

۲- یه شعر قدرت بیان کا عمده نمونه هے ، شراب نوشی سے زبان بے قابو هو جاتی هے - بلبل نے جام گل سے شراب چڑهائی ، تو راز عشق عدم ضبط کی وجه سے ظاهر هوگیا -

۳- کدامیه -

۴- نسخه ب اور صدیقیه میں یه مصرع یوں هے : ''می دهد هر برگ گل یاد از دهان عندلیب'' نسخه الف بهتر معلوم هوا هے - مطبوعه میں ''می دمد هر برگ گلها از دهان عندلیب'' هے-

۳

درا سرم از بسکه جا کرد است سودای شراب
گشته طبع نازکم هم رنگ مینای شراب

شوخ چشمی‌های ساغر تا دل از۲ ما برده است
همچو درد باده افتادیم در پای شراب

شد۳ بلند از جوشش مینای می در نوبهار
هر طرف در بزم مستان تو غوغای شراب

دیر پر خواهد شدن پیمانه مست عشق را
پای عمرش بند خواهد ماند۴ در لای شراب

کشتی‌می۵ بیم آن دارم که طوفانی شود
شد روان از دیده‌ی مست تو دریای شراب

بوده ام بی او رفیق غنچه‌ی گل در چمن
خون دل خوردن بمن نگذاشت پروای شراب

گردش چشم تو در بزمی که ساغر میدهد
آب گردد چون حباب از شرم مینای شراب

چشم مست یار تا کیفیتی در من فزود
دعوی خونم غنیمت هست دعوای شراب

۱- فنی لحاظ سے یہ غزل بہترین غزلوں میں شمار ہونے کے قابل ہے -
۲- نسخہ الف میں از مذکور نہیں -
۳- نسخہ ب میں مصرع اول یوں ہے : ''شد بلند از قلقل مینای می در نو بہار'' -
۴- نسخہ الف میں ماند کی جگہ بود ہے ، جو موزوں نہیں - شاعر کثرت شراب نوشی کو طوالت عمر کی وجہ قرار دیتا ہے -
۵- یہ شعر حاصل غزل ہے - اسی مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ میں ساتویں شعر میں بیان کیا ہے - دونوں شعروں پر غور کیجئے ، ور لطف اٹھائیے -

۴

می[1] رود بیرون ز باغ و هوش بلبل در رکاب
همچو گرد راه رنگ جستهٔ گل در رکاب

صبر[2] پا برجا نماند عشق چون زور آورد
میرود هنگام طغیان سیل را پل در رکاب

آمد[3] از گلشن برون و هیچ معلومم نشد
سایه زلف خودش یا بود سنبل در رکاب

همچو آن سیلی که آرد[4] سنگ را با خود زکوه
گریه ام را میرود صبر و تحمل در رکاب

ساغر صهبای از خود رفتن نظاره ایست
چون گذارد[5] پای رنگین بی تامل در رکاب

می[6] رود آن مست بی پروا ترحم ناشناس
بی نیازی در جلو فوج تغافل در رکاب

آید از تاراج شهر سربعجز افگندگان[7]
چون غنیمت بستگان زلف و کاکل در رکاب

۱- نسخه ب میں مصرع اول یوں ہے : ''می ردد از باغ بیروں ہوش بلبل در رکاب''

۲- سیلاب عشق کے آگے صبر کی گریزپائی بیان کرنے کے لئے کیسا لطف انداز بیان اختیار کیا ہے -

۳- یہ شعر نسخہ الف میں نہیں - دوسرے مصرع میں نسخہ الف میں تا ہے یا چاہیئے -

۴- نسخہ ب میں ''آرد سنگہا'' آیا ہے - دوسرے شعر میں بھی یہی مفہوم بیان ہوا تھا -

۵- نسخہ ب میں ''می گذاری'' آیا ہے -

۶- نسخہ ب میں یہ شعر مذکور نہیں -

۷- سر بعجز انگندگان ، شہر کا مضاف الیہ ہے -

۵

کی شود کز لعل نوشین تو گردد کامیاب
دختر رز چشم در راه تو دارد از حباب

خوردن غم‌های محتاجان بود رزق حلال
سیر چشمی را که هست از خوان احسان کامیاب

قامت۱ خم گشته ام شد دست غم را ناخنی
تا خراشد داغهای حسرت عهد شباب

موج۲ می زد سیلی از تندی بروی آفتاب
عاشقان را سینه خنجر زار شد چون آفتاب

دختر۳ رز گشت تا چشم آ شنای آن نگاه
پیش رو دارد ز موج خویشتن دست حجاب

گفتگه‌های۴ غنیمت سر بسر ناگفته ماند
از حدیث من چو گل افتاد آتش در کتاب

۱- بڑھاپے سے قد نے جھک کر ناخن کی صورت اختیار کرلی ہے - تا کہ زمانۂ جوانی میں جو حسرتیں پوری نہ ہوسکیں ان کے داغ ہائے ناکامی کو چھیلتا رہے -

۲- محبوب نے شراب پی تو اس کا چہرہ تمتما اٹھا - شاعر اسے سیلی زدن می سے تعبیر کررہا ہے - چنانچہ اس عمل سے عشاق کا سینہ خنجر زار بن گیا - پہلے مصرع میں آفتاب سے مراد محبوب ہے - لیکن پھر بھی یہ لفظ آنکھوں میں کھٹکتا ہے -

۳- جب سے دختر زر کو محبوب کی نشہ آور آنکھوں کا علم ہوا ہے' اس نے شرم سے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے ہیں - کیونکہ سرور بخشی میں محبوب کی آنکھوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی -

۴- غنیمت اپنا درد دل نہ لکھ سکا - کیونکہ اس نے لکھنا شروع ہی کیا تھا کہ کتاب (بیاض) کو آگ لگ گئی - متن میں کتاب کی جگہ کباب ہے - لیکن بہ ضرورت مقام کتاب ہونا چاہئے -

٦

تن دیوانه ام از بس نشان سنگ بود امشب
قبای سوسنی پوشیده از داغ کبود امشب

نمیدانم۱ ازین آتش شبستان که می سوزد
که دل چون طرهٔ خوبان بغارت برد دود امشب

نظر تا میکنم هر پاره اش یوسف در آغوش است
شکست آباد دل آئینه‌ی روی که بود امشب

حنای۲ پنجه اش خونین سرشکم را بجوش آورد
سر انگشت نگارینش گره از دل کشود امشب

گرفتار۳ سر زلف که یا رب ناله آهنگ است
که می بینم به گردون داغ اختر مشک سود امشب

نمیدانم که دل را آتش شوق که می سوزد
که می آید غنیمت از دهانم بوی دود امشب

فرد

آنکه میزد لاف از پر خوردن جام شراب
چون نهالی در چمن افتاده است از روی آب

۱- آتش عشق سے کس کا گھر جل رہا ہے - که اس کے دھوئیں میں وهی کشش ہے جو طرہ‌ھائی محبوب میں ہے - دود اور زلف میں ظاهری مشابهت کا خیال بھی پیش نظر ہے -

۲- محبوب کے هاتھوں پر رنگ حنا دیکھ کر عاشق نے رونا شروع کر دیا - اور اسی طرح اس کے ناخن نگاریں سے دل کی گرہ کھل گئی -

۳- یہ یا رب یا رب کہہ کہہ کر رونے والا کس کی زلفوں کا اسیر ہے که آسمان کے ستارے بھی اس کے شور جنون کے اثر سے مشک سود هو رہے هیں -

ردیف تا

٦

همین دل است که آئینه‌دار عیش و غم است
همین شکسته سفال انتخاب جام جم است

ز قتل بیگنهان منکری[۱]، نمی دانی
کز آب تیغ تو در خاکها هنوز نم است

چرا نسوزم ازین غم که عاشقان ترا
شرار سنگ حوادث چراغ شام غم است

ز[۲] بیقراری نخچیر خویش حیرانم
که گشته است کباب و هنوز گرم رم است

بناز و نعمت دنیا بخویش بالیدن
نظر بدیده‌ی حکمت اگر کنی ورم است

برنگ[۳] آبله‌ها تاج شوکت شاهان
ز سیر کوی تو مارا شکسته‌ی قدم است

قبول[۴] ناز نشد گر سر نیاز آورد
همین که نام غنیمت گرفت مغتنم است

۱- ی ضمیر واحد حاضر ہے -

۲- یہ شعر حاصل غزل ہے -

۳- بادشاہوں کے تاج ظاہراً آبلہ ہائے پا سے ملتے جلتے ہیں - شاعر کہتا ہے کہ جب سے ہم نے تمہاری گلی میں قدم رکھا ہے، بادشاہوں کے تاج پائے استغنا کی ٹھوکر سے آبلہ‌ہا پا کی طرح توڑ پھوڑ دیئے گئے ہیں -

۴- نسخہ ب میں مصرعہ اول یوں ہے :
''قبول ناز شدی گر سر نیاز آورد،، نیاز آورد سر کی صفت ہے -

۷

دلها شهید کشته شدن گر رضای اوست
جانها فدای مردن اگر مدعای اوست

از بس خیال من شده لبریز جلوه اش
هر۱ جا که سر بسجده نهم نقش پای اوست

این کاروان سنگدلان از دیار کیست
بانگ شکست شیشه‌ی دلها درای اوست

بی اختیار خاستن آه سینه سوز
تعظیم جلوه های قیامت ادای اوست

بیگانه گشتن از خرد و هوش خویشتن
موقوف جنبش نگه آشنای۲ اوست

این طفل شوخ سنگ۳ بدست از کجا رسید
کآوازه‌ی شکستن سر مرحبای اوست

سیر بهشت را که **غنیمت** شمرده اند
وابسته‌ی گسستن بند قبای اوست

۸

بی تو سنبل دود چشم اهل گلشن بوده است
گل ز رنگ خویشتن روی غبار آلوده است

آب پیکان میکند طوفان بچشم زخمها
یاد مژگان که یارب در جگر آسوده است

۱- مومن کا مشہور مصرعہ ہے ,,میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا''
۲- آشنا کی بجائے سرمہ سا، زیادہ موزوں ہوتا -
۳- سنگ بدست طفل شوخ کی صفت ہے -

در بیابانی که ما آوارهٔ او بوده ایم
چشم آهو نقطهٔ پرکار حیرت بوده است

توتیای دیدهٔ خورشید سازد آسمان
استخوانم را که در هجر رخش فرسوده است

آن۱ طبیب عیسوی دم جان فدای او که دوش
چشم بیمار ترا خونم غذا فرموده است

صبح را چون پنبهٔ مینا شراب آلوده کرد
نعرهٔ مستانه ام تا سر بگردون سوده است

باده۲ چون کم شد به مینا نشه میگردد زیاد
کم نگاهی های او بیهوشیم افزوده است

تا غنیمت شد شهید عرصهٔ ناز بتان
جوهر شمشیرها مژگان خون آلوده است

٩

بود چشمت در نظر میخانه در خاطر گذشت
گردشی دیدم ازو پیمانه در خاطر گذشت

آب گردیدم چو چشم خود بیاد آمد مرا
خون شدم هرگه دل دیوانه در خاطر گذشت

هادی۳ راه ز خود رفتن تمنا داشتم
التماس جلوهٔ مستانه در خاطر گذشت

۱- یه شعر بیت‌الغزل ہے ۔ عیسوی دم اور جان فدائی او کے ٹکڑے مستغنی از تعریف ہیں ۔

۲- نسخه ب میں مصرعه اول یوں ہے - ''باده کم گردد به مینا نشه می گردد زیاد ''

۳- ز خود رفتن راه کی صفت ہے ۔

در۱ سر معشوق جا کردن کمال عاشقیست
سوختم چون همت پروانه در خاطر گذشت

شهر جای بی محابا گردی دیوانه نیست
رفته ام از خویش تا ویرانه در خاطر گذشت

عضو عضوم لاف خاور می‌زند امشب مگر
آفتاب عارض جانانه در خاطر گذشت

دل نمیدانم غنیمت آشنای طرز کیست
هر نفس صد معنی بیگانه۲ در خاطر گذشت

۱۰

شوخی مژگانت امشب راه در اندیشه داشت
دل بجان۳ و تن بجان دیدم که کاوش پیشه داشت

شب که گرم گریه۴ بودم در خیال جلوه اش
هر سرشکی را که می‌دیدم پری در شیشه داشت

نقش خسرو از دل سنگین شیرین شسته بود
کوهکن زان قطره‌ی آبی که اندر تیشه داشت

شوخ چشمان بسکه پامال خرامش بوده اند
سرو رعنائش ز مژگان غزالان ریشه داشت

۱- نسخه الف میں مصرعه اول یوں ہے - ''در سر معشوق گل کردن کمال عاشقی است'' مطبوعه میں'' در بر معشوق جا کردن کمال عاشقی است'' ہے ، شاعر کا مطلب در سر معشوق جان دادن کمال عاشقی است'' معلوم ہوتا ہے -

۲- بیگانه : نادر -

۳- نسخه ب میں دل به جانان آیا ہے ، جو درست نہیں -

۴- نسخه الف میں گریه کی جگه جلوه ہے ، جو غلط ہے -

ابروی۱ چشم رکابش بود موج خون شیر
دوش آن ضیاد آهو رم که جا در بیشه داشت

در بیابانی که صیدم را **غنیمت** خواب برد
شیر هم از نیزه‌بازی هائی خار اندیشه داشت

۱۱

آن را که کاوش جگر از خار عاشقی است
از سر گزشتنش گل دستار عاشقی است

هوش پریده بلبل گلزار عاشقی است
داغ جنون بسر گل دستار عاشقیست

بربند۲ دیده وصل مدامت گر آرزوست
چشم تو رخنه ایست که در کار عاشقیست

عشقت چو تکیه گاه شد از بخت بد مرنج
روز سیاه سایه‌ی دیوار عاشقیست

تسبیح عاشقان رگ هستی گسستن است
عمر۳ دراز رشته‌ی زنار عاشقیست

آن۴ کو دکان سرمه فروشان کشاده اند
گرد کساد رونق بازار عاشقیست

۱- نسخه 'ب' میں پہلا مصرعه ''ابروی چشم نگاهش بود موج جوی شیر'' آیا ہے -
۲- اقبال کا مشہور مصرع ہے- ''ہے دیکھنا یہی که نه دیکھا کرے کوئی''
۳- جس طرح زنار نفی ایمان کے مترادف ہے اسی طرح عشق میں عمردراز کا تصور کفر عاشقی ہے -
۴- نسخه الف میں '' گویا دکان سرمه فروشاں کشاده اند'' ہے -

برکندن۱ از جهان دل امیدوار خویش
کالا بود که رونق بازار عاشقیست

نادیده جنس حسن گذشتن ز نقد جان
سودای اولین خریدار عاشقیست

منگر بحال زار غنیمت بچشم کم
پروردهٔ توجه بسیار عاشقیست

۱۲

تا فراقت بچمن آتشی افروخته است
تاک در دیدهٔ مستان رسن سوخته است

رشته واری نکشد منت سوزن هرگز
زخم دل چشم بمژگان کسی دوخته است

دل۲ ندانم بسر خویش چه سودا دارد
اینقدرها که زر داغ تو اندوخته است

آب در آئینه سوزد چو شراب از نفسم
نگه گرم که آتش بدل افروخته است

کبک این جلوهٔ مستانه۳ که از هوشم برد
میتوان یافت غنیمت ز که آموخته است

۱- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں ملتا - دوسرا مصرعہ دونوں نسخوں میں، کانی بود کہ، آیا ہے، جو غلط ہے ' کانی غالباً کالای (متاع) تھا - جسے کاتب نے مسخ کردیا -

۲- غالب کا مشہور مصرعہ ہے - ''دل نہیں تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار،، غنیمت داغ عشق کو زر سے تشبیہہ دیتا ہے، اور زر کسے عزیز نہیں -

۳- جلوہ مستانہ سے مراد رفتار ہے -

۱۳

دل که شد قربانی عشق تو سوزش دیگر است
این چراغ کشته در چشمم شهید اکبر است

نیستی آگه هنوز از شهرت بیداد خویش
بر زبانها نام مژگان تو ظالم خنجر است

هوش بلبل می پرد از دیدن گلزارما
گلشن زخم شهیدان نوبهار دیگر است

مانع بیتابی ما حیرت رخسار کیست
هر سپندی را که دیدم خال روی اخگر است

سیر گلشن می کشی‌ها را صفائی میدهد
باده بی رخسار ساقی درد چشم ساغر است

جز ندامت در نظر بازی نباشد حاصلی
چشم ما از کرده های خویشتن امشب تر است

بر لب قاصد حدیث لعل نوشین که بود
ساغر گوش دلم لبریز آب کوثر است

گر دلی داری غنیمت پند صائب گوش کن
''حفظ دولت در پریشان کردن سیم و زر است،،

۱۴

کشتی[۱] می روشن پیش می گساران است
ماه نو مبارکباد عید باده خواران است

تیغ موج می ساقی میتوان کشید امروز
خون توبه باید ریخت اتفاق یاران است

۱- یه غزل نسخه ب میں نہیں -

جان ز دست این طفلان کی توان سلامت برد
هر طرف که می بینی فوج نی سواران است

دل ز عشق گل‌رویان غرق داغ و خون بهتر
مزرعی که ما داریم وقف لاله‌کاران است

هر که زیر شمشیرت از گناه خود پرسد
کشتنش شود لازم از گناه‌گاران است

هست چشمه‌ی سیماب در نظر **غنیمت** را
بسکه بر سر کویت جوش بی‌قراران است

۱۵

تراکه چشم ستم پیشه شیشه شرابست
مرا بیاد تو اندیشه شیشه شیشه شرابست

کشیده هر که چو فرهاد می ز جام محبت
بکامش آب دم تیشه شیشه شیشه شرابست

کدام صید که از بیخودی ز خویش نه رفت است
ز نقش‌پای که این بیشه شیشه شیشه شرابست

بکام[۱] خواهش دردی کشان بزم محبت
شکست ریزه‌ی هر شیشه شیشه شیشه شرابست

غنیمتم من مستم ز فیض گفته ی وحدت
مرا چو تاک رگ و ریشه شیشه شیشه شرابست

۱۶

در شب هجر تو چشم ما نه تنها خون گریست
دید هر کس بی تو حال دیده‌ی ما خون گریست

۱- یه شعر اور مقطع نسخه ب میں مذکور نہیں - صدیقی نسخه میں بھی مقطع نہیں ہے -

هست۱ جوش لاله هر سو در نظرها جلوه گر
یا بحال مردم دیوانه صحرا خون گریست

عکس رخسار تو تا از آب روشن شد جدا
من بچشم خویش میدیدم که دریا خون گریست

کیستم من تا توانم لاف ضبط خویش زد
دید تا بیمار چشمت را مسیحا خون گریست

بی تو از لب‌های ساغرمی به زنگ آه جست
تا برون رفتی ز محفل چشم مینا خون گریست

هر کرا۲ در دل غنیمت یاد چشم ما گذشت
چون نهال ارغوان از جمله اعضا خون گریست

۱۷

تا نگاه او طپش فولاد را در سینه ریخت
چون پر مرغان بسمل جوهر از آئینه ریخت

بر دل عشاق باشد ضبط رسوای۳ محال
بسکه بیتابی نمودم رازها از سینه ریخت

ای خوش آن زاهد که چون دامن ز دنیا بر فشاند
زهد خشک او چو گرد از خرقه‌ی پشمینه ریخت

چشم مستتش از شراب کهنه ساغر می زند
غیر پندارد - که خون عاشق دیرینه ریخت

۱- غالب کا شعر آپ نے پڑھا ہوگا:
''سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں''
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں
غنیمت کے دوسرے مصرعہ کا تیکھا پن ملاحظ کیجے -

۲- عاشق کی حالت زار کا اس سے بہتر نقشہ کھینچنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے -

۳- رسوائی کا محل استعمال مقام نظر ہے - ممکن ہے سودایش ہو -

باز از شوق بنا گوش تو شد دریا نشین
بسکه آب از دیده‌ی هر گوهر گنجینه ریخت

با دل بی طاقت عاشق **غنیمت** کارهاست
برق روی را که آب از دیده‌ی آئینه ریخت

۱۸

گشته پیر و همچنان این شیخ مدهوش۱ خود است
با قد خم گشته‌ی خود حلقه در گوش خود است

نیست مستان ترا چشم مدد از دیگری
چون سبو دستی که ما داریم بر دوش خود است

خاکسار۲ عشق را نازم که از بی طاقتی
مشت خاکش گرد راه رفتن هوش خود است

هر کرا از عشق آن کان ملاحت سوخت دل
همچو اخگر کشته‌ی داغ نمک جوش خود است

درمیان بحر و امواجش دوئی نام است و بس
جلوه‌ی معشوق وحدت زیب آغوش خود است

تشنگان آبروی خویش را گوید عقیق
آنچه می جوئید در لبهای خاموش خود است

عمرها شد چون **غنیمت** یاد ما هر گز نکرد
دل که در یاد بت عاشق فراموش خود است

۱- مدهوش خود بودن : محو خود بودن : خود پرستی -

۲- خاکسار عشق کی بے طاقتی کا یہ عالم ہے کہ جب محبوب کے آنے سے اس کے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں تو اس کا جسم خاکی رم ہوش کے لئے گرد کا کام دیتا ہے -

۱۹

بسکه دور از ساقی دلکش چمن افسرده است
در نگاه می پرستان تاک مار مرده است

هر که شد اندیشه‌ی او صید آن وحشی نگاه
چشم آهو دید زخمی را که بر دل خورده است

صبر سامان می دهد کار دل درمانده را
آب گوهر کشتئی مارا بساحل برده است

به۱ که سر تا پا زبان شکر این نعمت شود
دل که از خوان نعیم دهر وحشت خورده است

تا تو رفتی بر نمیدارد سر از زانوی غم
غنچه بی روی تو در گلشن دلی آزرده است

بر سر آتش سپندم طاقت جستن نه داشت
دست برد نا توانی بس که زور آورده است

میکشد سر از گریبان بهشت عافیت
چون غنیمت هر که در کوی تو پا افشرده است

۲۰

شبی که چشم تو تکلیف ساغر مل داشت
شکست توبه‌ی زاهد صدای قلقل داشت

طراوت۲ چمن محفل از که بود امشب
که دود شمع سحرگاه فیض سنبل داشت

ز سوز عشق گلی تا خراب بود دلم
غبار من نمک نالهای بلبل داشت

۱- یه شعر نسخه ب میں مذکور نہیں -
۲- یه شعر نسخه ب میں نہیں -

کہ۱ پردہ در چمن از چہرہ بر گرفت کہ شاخ
شگوفہ ریزی رنگ شکستہ‌ی گل داشت

ازان۲ محیط کہ عشقم گزارہ می‌فرمود
ز موج خیز خطر تختہ‌بندی پل داشت

حدیث ہرزہ درای بگوش دل نرسید
کہ چون جرس بزبان حرف بی تامل داشت

ز برق عشق کہ می‌سوختی **غنیمت** دوش
کہ دود آہ تو در سر دماغ کاکل داشت

۲۱

عشق تا در دہر رنگ گریہ مستانہ ریخت
سیلہا۳ مانند ابر از سقف ہر کاشانہ ریخت

گرد راہ امشب دماغ آشوب شد چون بوی می
تا کدامین شوخ طرح جلوہ‌ی مستانہ ریخت

قلقل مینا صدای ریزش خون دل۴ است
بی تو در بزمی کہ ساقی بادہ در پیمانہ ریخت

تا ز داغ خون چکان ساغر بدستم داد عشق
آستینم آبروی کوچہ‌ی میخانہ ریخت

۱- ذوق کا مشہور شعر ہے :

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

۲- یہ اور اس کے ساتھ کا شعر نسخہ ب ، میں موجود نہیں -

۳- غالب کا مشہور مصرع ہے :" سیلاب گریہ درپی دیوار و در ہے آج ،

۴- نسخہ ب میں ،دل، کی جگہ ،دی، ہے ، جو غلط ہے -

بر زبان شمع‌روی حرف رخصت رفت دوش
جای اشک از دیده‌ی مردم دل پروانه ریخت

خواب شیرین تلخ شد در دیده‌ی طفلان شهر
زهر چشم یار تا در ساغر دیوانه ریخت

تا غنیمت آشنای طبع عالی گشته‌ام
بر دلم از غیر چندین معنی بیگانه ریخت

۲۲

بسکه[۱] از یاد رخت گرم تماشای گل است
دود شمع محفل عاشق فغان بلبل است

بی[۲] تو بوی گل مرا دود کباب بلبل است
جلوه‌ی شبنم نمک‌پاشیدن زخم گل است

سبزه از باغ امیدش جز پریشانی نرست
عاشقت را کوکب اقبال تخم سنبل است

در گلستانی که باد اتحادی می وزد
آشیان بلبلان چون غنچه لبریز گل است

پایمردی[۳] نیست جز تسلیم در طوفان غم
اندرین دریا همین از خود گذشتن‌ها پل است

شورش مستانه‌ی عشق که زد آتش بدل
در چکیدن‌ها کبابم را صدای قلقل است

۱- یہ مطلع نسخہ ب میں نہیں -
۲- نسخہ ب میں مصرعہ اول یوں آیا ہے : " پیش روی گل مرا دود کباب بلبل است"، اور غلط ہے -
۳- حافظ کا مشہور شعر ہے:
"روی کشاده باید و پیشانی فراخ + آنجا که لطمهائی یدالله می‌زنند"

بزم یکرنگی است گرم از جلوه‌ی نازو نیاز
قلقل مینای غنچه در گلوی بلبل است

آمد آوازی بگوش- من که هوشم را ربود
شیشه‌ی دل را شکستن جام لبریز مل است

پیچ و تاب فکر در آرائش نظم سخن
شاهدان حسن معنی را بجای کاکل است

معنی رنگین غنیمت بسکه هر سو کرده ۱ گل
این غزل گوی زمین اش گلزمین کابل است

۲۳

از سبزه‌ی نو ۲ رسته‌ی خط تو خیالی است
در خاطر خورشید اگر گرد ملالی است

در خاطر آن کس که ز روی تو خیالی است
رنگ رخ گلهای چمن گرد ملالی است

تا رخصت دیدار که آمد هوس‌آشوب
در جوهر آئینه تلاش پر و بالی است

این بادیه وحشت‌کده‌ی کیست که امروز
هر داغ پلنگی بنظر چشم غزالی است

از۳ شیشه ام آواز برآمد به شکستن
دل بر در او تهمتی عرض سوالی است

۱- نسخه ب میں ''بسکه جا کرده به گل،، آیا ہے -
۲- نسخه ب میں نارسته مذکور ہے -
۳- یه شعر نسخه ب میں نہیں ، الف اور مطبوعه میں اس کی یہی صورت ہے - چونکه مصرعه اول میں سکته ہے - اس لئے مفہوم کی وضاحت نہیں ہوسکی -

تاخنده کنان رفت ز بسمل‌گه عشاق
بی‌تابی ما تشنه لبان موج زلالی است

درا باغ محبت که گلشن غنچه نشینی است
از سردی آه است نه از باد شمالی است

سودای تو مشکل که غنیمت دهد از دست
شد خاک و هنوزش هوس دانه‌ی خالی است

۲۴

شب که در خاطرم آن حسن خدا داد گذشت
رفت اشک از مژه و فوج پریزاد گذشت

پیش من دیده‌ی آهوست چراغ خاموش
بسکه صیادم ازین بادیه چون۲ باد گذشت

در خیالم صف مژگان کسی داشت گزار
فوج فوج از نظرم لشکر بیداد گذشت

سعی بے جا چقدر خجلت سرشار آورد
آب شد تیشه چنان کز سر فرهاد۳ گذشت

یا رب این صید که بود است که خوناب کباب
در چکیدن کند آواز که صیاد گذشت

جوهرش را سر همچشمی مژگان تراست
عکس روی تو ز آئینه‌ی فولاد گذشت

۱- یہ شعر بھی نسخہ ب میں نہیں - باغ محبت کے پھول عام طور پر غنچہ نشین رہتے ھیں - اور ان کے کھلنے کی نوبت نہیں آتی - اس کی ذمہ داری آہ سرد کے سر ھے - اور ظاھر ھے - کہ موسم سرما میں گلاب کا پھول نہیں کھلتا -

۲- ھوا کے جھکڑوں سے دیا بجھ جاتا ھے -

۳- غالب نے خوب کہا ھے : ''ھم کو منظور نکو نامی فرھاد نہیں''-

نیست بهتر ز تو در کیش **غنیمت** تیری
می توانی ز خصومت اگر آزاد گذشت

۲۵

حلقه‌ی وحشی غزالان خانه‌ی دیوانه است
چشم آهو روزن کاشانه‌ی دیوانه است

ای[۱] شکار افگن بصید بسته‌ی چندی مناز
رو بصحرا کن که آهو خانه‌ی دیوانه است

آنکه می فهمد زبان ناله زنجیر را
آشنای معنی بیگانه‌ی دیوانه است

جلوه‌ی حسن پری دارد ز بس پرواز هوش
هر کجا طفلی بود دیوانه‌ی دیوانه است

دارد امشب درد عضو رفته از جا چوب گل
بر لب بلبل مگر افسانه‌ی دیوانه است

جستن رنگ از رخ هوش فلاطون مشربان
گرد راه جلوه‌ی مستانه‌ی دیوانه است

فیض بی‌هوشی **غنیمت** از دل دانا مجو
این شراب صاف در پیمانه‌ی دیوانه است

۲۶

گلشن ز بس[۲] شگفته ز فیض هوای کیست
رنگین زبان برگ گلشن، از دعای کیست

۱- یه شعر نسخه ب میں نہیں - ساری غزل ہی کیفی کا شاہکار ہے -
۲- نسخه الف اور مطبوعه میں 'از بس' کو یه صورت دلش لکھا گیا ہے - جسے کاتب کا کرشمه کہنا چاہیے -

در آه و ناله شوخئی نظاره پری است
دانسته ام که در دل دیوانه جای کیست
گر قاصد از دیار عزیزی نمی رسد
آوازه طپیدن دل، مرحبای کیست
بیگانه گشتن از خردم باکه آشناست
و ز خویش رفتن دل من، درقفای کیست
از قطره تا محیط ز جام که بیخود اند
پر باده شیشهای حباب از هوای کیست
در جبیب فکر بسکه سرم ماند خاک شد
این تازه رسم سجده‌ی دولت سرای کیست
مردم برنگ سرمه دهندش بدیده جای
معلوم شد **غنیمت** ما خاک پای کیست

۲۷

حدیث خط لب او در انجمن می رفت
ز خاکساری آب‌بقا سخن می رفت
به۱ خواب لذت دیدار او نصیب که شد
که دوش چشم مرا آب از دهن می رفت
ز جوی شیر ندارم خبر ولی دانم
که سیل حادثه جویای کوه‌کن می رفت
کدام۲ منزل مقصود بود مدنظر
که غیر عزم سفر کرد و هوش من می رفت

۱- یه شعر نسخه الف میں مذکور نہیں - شعر کی داد دیجئے -
۲- رشک کا مضمون شعرا کے یہاں عام ہے اور استادان فن نے اس زمین میں حیرت انگیز گل کاریاں کی ہیں - غنیمت کے سمند قلم کی جولانی بھی دیکھئے یہ تو آپ نے اکثرسنا ہوگا ''که یار عزم سفر کردد هوش من می رفت''لیکن غیر کے عزم سفر سے رخصت هوش نے تو قیامت ڈھا دی -

ز رشک شد عرق خجلت آب در یاقوت
حدیث لعل که امروز در یمن می رفت

که عرض جلوه رنگین خویش داد امروز
که گل برای تماشا چمن چمن می رفت

غنیمت از مدد شوقهای صبرگداز
بطرف کوی تو امشب ز خویشتن می رفت

۲۸

کشم۲ ز دیده‌ی گریان چو بی حجاب انگشت
کند چو ماهی بی‌آب اضطراب انگشت

بچشم مست تو کردم شبی اشاره ز دور
مرا چو گردن مینا ست پر شراب انگشت

شمار سوزش پروانه‌مشربان نکنی
که همچون شمع گدازد درین حساب انگشت

زدم بسینه‌ی سوزان خویشتن دستی
برنگ سیخ فرو رفت در کباب انگشت

برنگ غنچه دهد بوی گل سرانگشتم
شبی که باز کند بند آن نقاب انگشت

ورق دل و رقم از آه شعله انشا شد
بسهو تا نگذاری برین کتاب انگشت

۱- یه ایک شعر سارے دیوان پر بھاری ہے - چمن کی تکرار نے عجب لطف پیدا کر دیا ہے -

۲- یه غزل نسخه ب میں نہیں - اس ردیف میں شاعر نے بعض انوکھے شعر نکالے ہیں ، جو داد طلب ہیں -

چو التماس نگاه کرم غنیمت کرد
گذاشت یار بران چشم نیم خواب انگشت

۲۹

در وادی که بی تو دلم برق آه داشت
چشم غزال مایه‌ی ابر سیاه داشت
امشب که جلوه‌گاه تو بوده است خانه ام
دود چراغ بزم صفای نگاه داشت
هر سالکی که تصفیه‌ی خویش[۱] کرده است
چون آب‌چشمها بدل سنگ راه داشت
از بسکه مهر او بدلم جا گرفته بود
رنگ شکسته فیض دم صبحگاه داشت
گر سوخت مدعی چه شد از اهل درد نیست
کی دود خار گرمی تاثیر آه داشت
آن[۲] جامهای باده که بی باک میزدیم
شد لاله‌ی که دامن کوه گناه داشت
آن[۳] فتنه در جلو چو غنیمت شود سوار
نتوان عنان رفتن هوشم نگاه داشت

۳۰

کشته‌ی تیغ نگاه تو نشانش دگر است
حلقه‌ی ماتمش از چشم پری شوخ تراست

۱- تصفیه خویش : تزکیه نفس -
۲- جام باده کو لالۀ دامن کوه گناه کہنا ندرت تشبیہہ کا عمدہ نمونہ ہے -
۳- نسخہ الف میں یہ شعر یوں ہے :

آن فتنه جلوه‌ی چو غنیمت شود سوار
نتوان عنان رفتن هوش نگاه داشت

اور غلط ہے -

سخن مرهم ما تا بلب یار گذشت
دل کباب نمکین خنده‌ی زخم جگر است[1]

دشمن[2] از دوست شود خوف عداوت برجاست
گرچه صندل بود از چوب سر اندر خطراست

عشق جز دیده نمناک ندارد ثمری
پیش‌رس میوه‌ی[3] این باغچه بادام تراست

بهر آن سنگدل امروز درین میکده‌ها
بانگ هر شیشه که بشکست دعای دگر است

در ره شوق تو هر کس که بود گرم طلب
نفس سوخته اش موجه‌ی نور سحراست

زین بتانی که به لاهور **غنیمت** دیدم
در جگر تیر کمانگر پسری کارگراست[4]

۳۱

ای دختر رز بهر چه مینای تو خالی است
برگ[5] طرب آماده همین جای تو خالی است

چون صبح شود چاک نصیب از نفس خویش
هر سینه که از داغ تمنای تو خالی است

۱- نسخه ب میں زخم جگر کی جگه زخم دگر آیا ہے- لیکن مفہوم مصرعه واضح نہیں -
۲- صندل کو درد سر کا علاج بتاتے ہیں - لیکن چونکه لکڑی ہے سر پھوڑنے کا کام بھی دے سکتی ہے -
۳- میوه پیش رس : جو میوه قبل از وقت پک جائے -
۴- اس مصرعه میں کسی کماں گر بچه سے اظہار عشق ہے -
۵- نسخه الف میں مصرعه دوم : ''هر سینه که از داغ تمنائی تو خالی است'' آیا ہے اور غلط ہے - برگ طرب آماده سے دختر رز مراد ہے -

چون آبله در زیر قدم بشکند آخر
هر کاسه‌ی سرکز می سودای تو خالیست

قربان سر رخنه‌ی ناسور توان کرد
آن دیده که از ذوق تماشای تو خالیست

هر[1] نور چراغی بنظر گرد ملال است
تا انجمن از حسن دل آرای تو خالیست

چون برگ خزان دیده شود خشک زبانی
کز لذت تکرار سخن‌های تو خالیست

در محفلش از گریه‌ی مستانه **غنیمت**
امروز چرا چشم چمن‌زای تو خالیست

۳۲

حدیث اهل محبت فسانه‌ی دگراست
صدای ریختن خون ترانه‌ی دگراست

ز عشق[2] چهره‌ی زردی نهفته[1] در ته گرد
بچشم گنج‌شناسان خزانه دگراست

نیافت بهره‌ی دل هر خسی ز دولت عشق
همای شوق تو در آشیانه‌ی دگراست

۱- نسخه ب میں یہ مصرعہ ''هر نور چراغی به جگر گوئی ملالی است'' ہے اور غلط ہے۔

۲- حافظ نے کیا خوب کہا ہے:

مبین حقیر گدایان عشق را کین قوم
شهان بی‌کمر و خسروان بی‌کله اند

تو صید حرصی۱ ازان شکوه میکنی شب و روز
و گرنه عقده‌ی کار تو دانه‌ی دگراست

ز غیر دیده چو بستیم یار را دیدیم
چراغ کشته‌ی ما شمع خانه‌ی دگراست

ز وضع خوی تو زاهد بحیرتم که چرا
همیشه ریش تو در دست شانه‌ی دگراست

میا ز گوشه‌ی خلوت برون غنیمت وار
که دور ساغر مستان زمانه‌ی دگراست

۳۳

آرزومند نگاهم دل بی کینه به دست
به خریداری تیر آمده ام سینه به دست

شوخی۲ طرز خودش فرصت نظاره نداد
می کشد حسرت دیدار خود آئینه به دست

رفتم از غیرت پابوس تو در خون حنا
آمد امروز مرا دشمن دیرینه به ست

۱- بیدل کا مشہور شعر ہے :

حرص قانع نیست بیدل ورنه اسباب جہاں
آنچه مادرکار داریم اکثری درکار نیست

غنیمت کا کمال فکر دیکھئے که عقده کار کو دانے سے تشبیه دے کر سارا دماغی ماحول بدل دیا ہے حقیقت یه ہے که یه خیال پرواز فکر کا شاه کار ہے ۔

۲- غالب کا مشہور شعر ہے :

آئینه دیکھ اپنا سا منه لے کے ره گئے
صاحب کو دل نه دینے په کتنا غرور تھا

غالب کے یہاں محبوب کو فرصت نظاره تو میسر آ گئی مگر غنیمت کے یہاں وه بھی نه ہوسکا - اس سے ''می کشد حسرت دیدار خود آئینه بدست'' بہتر نقاشی ممکن ھی نہیں (یه ساری غزل نسخه ب میں نہیں) -

رخصت ار یافت که عاشق بتو پیمانه زند
داشت بخت سیه او شب آدینه به دست

مژه۱ ام گرم نثار گهر اشک خود است
چشم دل خون شده را آمده گنجینه به دست

دشمن از یار منافق بمراتب نیکوست
سنگ به سینه به است از دل پر کینه به دست

ای خوش آندم که غنیمت بخریداری می
رو بمیخانه کند خرقه‌ی پشمینه به دست

۳۴

درد۲ بکوی تو رهنمائیست
زخم جگر راه آشنائیست

سینه ز داغ گناه لبریز
باغچه پر لاله‌ی خطائیست

شوق قدم بوس او نوشتم
کاغذ مکتوب ما حنائیست

ما خط رخسار یار خواندیم
شکوه‌ی حسنش ز بیوفائیست

از قلمم برده روشنائی
آه که شمع شب جدائی است

بسکه دوئی از میانه برخاست
نام مدیح تو خودستائیست

۱- غالب نے اسی خیال کے لئے دوسرا پیرا یہ بیان اختیار کیا ہے :
ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

۲- یہ غزل بھی نسخہ ب میں نہیں -

خالی ازو نیست هیچ جای
یار نه دانسته ام کجائیست
جامه‌ی عریانی غنیمت
در نظر عشق خودنمائیست

۳۵

ناتوانی ره نمای گوشه‌ی جمعیت است
حلقه شد چون قامت از پیری کمند وحدت است
نیست مشتاق فنا را شکوه از بیداد چرخ
دانه ام از آسیاها زیر بار منت است
لطف او تا دستگیر ناتوانان گشته است
پیش ما هر لغزش پای سمند دولت است
تا نباشد جام می چشم و چراغ انجمن
جلوه‌ی مهتاب در خاطر غبار کلفت است
زیر۱ پای منت مردم چرا گردم سبک
من که همچون پسته ام از خود دهن پر نعمت است
تا۲ رواج توتیای خاکساری دیده است
سرمه در سودای خود سنگ شکست قیمت است
چون غنیمت سر فرو نارم بکس از فیض عشق
تا نفس در راه جانان سوخت باد نخوت است

۱- یه شعر نسخه الف میں نہیں ہے
۲- دوسرا مصرعه پہلے مصرعه کے لئے بطور دلیل لایا گیا ہے -

۳۶

غنچه خونین جگر از لعل خموشی که تراست
خنده‌ی صبح به خود۱ زان بر و دوشی که تراست

آنچه من می کشم از جور فلک گر شنوی
رشته‌ی آه شود پنبه گوشی که تراست

نکنی زاهد اگر قطع تعلق از خویش
تیغ چوبین۲ بود آن تیزی هوشی که تراست

هر کجا زخم کند دیده‌ی آهو باشد
مرگ۳ طاقت نگهی تیغ بدوشی که تراست

دست۴ و پا می زند از موج چو بسمل شدها
می شهید نگه‌ی باده فروشی که تراست

۱- نسخه الف میں « به خود » کی جگه بخوں ہے ' جو غلط ہے - (یعنی صبح کو اپنے آپ پر ہنسی آتی ہے) -

۲- تیغ چوبین : مراد چیز بی مصرف -

۳- دوسرا مصرعه نسخه الف میں ,, ترک طاقت نه کنی تیغ به دوشی که تراست ہے ،، مرگ طاقت ' نگہی کی صفت ہے اور تیغ کشد کا فاعل -

۴- کاتب کے تصرف نے اس شعر کو بری طرح مسخ کیا ہے ، نسخه ب میں :

دست و پا می زند از موج چو بسمل باشد
می شهید نگه باده فروشی که تراست

ہے - مطبوعه نسخے میں ہے :

دست و پا می زند از موج چو بسمل شدها
هر شهید نگه باده فروشی که ترا ست

موج سے مراد موج می ہے - یعنی شراب تیری نگاه باده فروش پر قربان ہو رہی ہے اور بسمل کی طرح تڑپ کر ہاتھ پاؤں مار رہی ہے -

می شنیدیم که از ما گله‌ی خواهی کرد
گوش خون شد چو گل از لعل خموشی که تراست

نگه کیست غنیمت که خرابش شده ای
قلقل شیشه بود جوش و خروشی که تراست

۳۷

یارا در صحبت زهاد سیه‌کار نشست
آفتاب آمد و در سایه‌ی دیوار نشست

راه۲ نزدیک بکویش بود از خود رفتن
هر که برخاست ز خود بر در دلدار نشست

من و آن جلوه فراموش که آئینه بدست
عمرها منتظر شعله‌ی دیدار نشست۳

عیب زاهد نتوانست ردایش پوشید
بغلط رفت و پس پرده‌ی پندار نشست

بسکه در طوطی ما قوت پرواز نماند
رو اگر کرد به آئینه چو زنگار نشست

تا غنیمت بسر کوی تو آرام گرفت
گرد غم‌هاست که بر خاطر گلزار نشست

۱- یه غزل نسخه ب میں نہیں -
۲- عرفی کا مشہور مصرعه ہے : ’’ ز خود گر دیده بر بندی چه گویم کام جان بینی ،،
۳- اس شعر کی خوبی کی داد نہیں دی جاسکتی -

۳۸.

کرا۱ بوادی مجنون نشین ما گذر است
که داغ لاله ز چشم غزال شوخ تر است

صفای بزم مهیا ز جلوه‌ی ساقی است
وگرنه مجلس مستان دکان شیشه گر۲ است

کدام غمزده راهی بخاطرت دارد
عرق بروی تو همدرد گریه‌ی سحر است

سر بریده‌ی پرویز را بهبین و مرنج
که نخل ماتم فرهاد را همین ثمر است

شب وصال تو از بسکه زود میگذرد
چراغ۳ محفل عشاق جلوه‌ی شرر است

نصیب سخت دلان است عافیت از دهر
گل۴ سپر ز خزان و بهار بی اثر است

ز تیر غمزه‌ی دلدار بسکه می ترسد
همیشه در کف آئینه آهنین سپر است

شد آه بر لب پیمانه بوی باده‌ی ناب
بمحفلی که غنیمت ز درد ماه۵ خبر است

۱- اس غزل کا چوتھا ، چھٹا اور آٹھواں شعر نسخه ب میں نہیں -
۲- ایسا معلوم ہوتا ہے - ان دنوں دکان شیشه گر کباڑ خانه ہوتا ہوگا -
۳- ذوق کا مشہور مصرعه ہے : ''چشمک ہے برق کی که تبسم شرار کا -
۴- گل سپر : ناز بو کو کہتے ہیں -
۵- نسخه الف اور مطبوعه میں 'درد' آیا ہے - درد ما ہونا چاہئیے -

۳۹

ای آنکه در سرت هوس افسر سریست
سر کش۲ به جیب خود که همین تاج سروریست

دیوانه۳ می شوند به دولت رسیدگان
گوی به زیر بال هما سایه‌ی پری است

مفلس بسعی خویش تونگر نمی شود
چندان که جان خویش کند کان بی زریست

پهلوی۴ خود ز خلق تهی کردن است و بس
آن کشتی که زیب کمر در قلندریست

کی۵ بوالهوس بلاف زدن مرد عشق شد
رنگ شکسته را برخش جنگ زرگریست۶

از سجده‌ی در تو جبینی که برفروخت
گر رو بآفتاب کند ذره‌پروریست

مانند شانه آن که زبانش بریده اند
لافد که موشگاف جهان در سخنوریست

شور محبت و سر بی مغز چون حباب
باور نداشت عقل که دعوی سرسریست

۲- سربه جیب خود کشیدن : اپنے من میں ڈوب جانا : اقبال کا مشہور مصرعه هے :"اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی "

۳- یه شعر نسخه الف اور مطبوعه میں نهیں -

۴- نسخه ب میں یه شعر یوں آیا هے :
پهلوی خود ز خلق تهی کرد و بس نشد
آن کشتی که زیب کمر در قلندری است
نسخه الف اور مطبوعه میں زیب گهر هے ، جو غلط هے -

۵- نسخه ب میں پانچواں ، ساتواں اور آٹهواں شعر نهیں -

۶- جنگ ساخته و فرضی -

تقویم عشق دیده غنیمت کسی که گفت
در سینه‌ی تو داغ ز فرخنده‌اختریست

۴۰

هر خار این بیابان مژگان دلربائیست۱
هر موجه‌ی سرابی آغوش آشنائیست

در هر دلی ز شوقت با درد ماجراهاست۲
در هر سری ز تیغت اندیشه‌ی جدائیست

شور جگر چکیدن پیغام وصل شوخست
بانگ شکست دل‌ها آواز مرحبائیست

هر قطره سرشکی باشد سر شهیدی
میدان خاکساری صحرای کربلائیست

در خانقاه زاهد بودست میر مجلس
در گور اگر به بینی هر مرده کدخدائیست

بر مدعا نرفتن در کوی یار راهی است
از خود جدانشستن در بزم یار جائیست

هر خاطری ز شوقت میدان رقص دلهاست
هر سینه‌ی۳ ز شورت بام طرب‌فزائیست

تنها نیم درین باغ رسوای می پرستی
هر سرو این بیابان رند برهنه‌پائیست

۱- ایک مشہور شعر ہے :

هر آن پاره خشتی که در منظری است
سر کیقبادی و اسکندری است

۲- دوسرے مصرعہ میں شاعر کہتا ہے کہ تمہاری شمشیر (جوروستم) ہر سر میں موجود ہے - اور کوئی بھی اس سے علیحدگی کے لئے آمادہ نہیں -

۳- نسخہ ب میں " بام طرب سرائی است " ہے - جو درست نہیں -

تنها بسیر گلشن راضی نمی شود دل
در دیده بی تو مارا هر تاک اژدهائیست

در مذهب **غنیمت** منع است ناامیدی
هر۱ رنج را طبیبی هر درد را دوائیست

۴۱

شوخی که در اقلیم محبت سفر اوست
هر جا که دلی گرد کند رهگذر اوست

چون اشک بطفلی غم او داده گدازم
آغوش پدر در نظرم۲ چشم تر اوست

ساغر زدن عشق۳ هوا دار من افتاد
رنگی که شکستند بروی‌م سحر اوست

شد بخت سیه سایه‌ی نخل چمن عشق
هر عقده که افتاد به کارم ثمر اوست

معموری۴ طوفان‌کده‌ی دیده‌ی عاشق
از فیض نظربازی آب گهر اوست

آرائش معشوق سخن خاصه‌ی۵ من شد
هر معنی باریک که بستم کمر اوست

از دوری شوخی که کباب است دل من
در قافله‌ی شور قیامت خبر اوست

هر سو که روی پیش رخت قبله‌ی رازاست
هر جا که نهی سر بزمین خاک در اوست

۱- اس مصرعه کی روانی داد طلب ہے۔
۲- نسخه ب میں ' بدور نظرم ' آیا ہے۔
۳- نسخه الف میں ' هوش ' آیا ہے۔
۴- نسخه الف میں ' معموره ' آیا ہے جو درست نہیں۔
۵- نسخه الف میں خاصه کی جگه 'خامه' ہے۔

با آب خضر تشنه‌ی ما کار ندارد
سر چشمه‌ی توفیق گداز جگر اوست

آن بادیه کارگه ماست **غنیمت**
بالیدن غم‌های محبت شجر اوست

۴۲

آنکه در معشوق طرح جلوه‌ی بی‌تاب ریخت
در تن عاشق بجای استخوان سیماب ریخت

می نوشتم حالت مجنون و وحشت های او
گریه‌ی چشم غزالان در سیاهی آب ریخت

بحرها را حلقه گرداب طوق بندگیست
دیده‌ی ما هر کجا آب از رخ سیلاب[۱] ریخت

رفتی و فریاد بلبل غارت آرام داشت
آن قدر کز چشم بادام چمن‌ها خواب ریخت

از سعادت سایه‌ی بال هما می خواستند
عشق خاک کوی او را بر سر احباب ریخت

شب[۲] که لبریز خیال یار بود آغوش من
پاره شد هرجا گریبان از بغل مهتاب ریخت

ی دهد از گلشن کابل **غنیمت** را نشان
بسکه خون عاشقان در خطه‌ی پنجاب ریخت

۱- آب از رخ ریختن - شرمسار کردن - یعنی سیلاب کو هر موقع پر میری اشک بار آنکھوں سے شرمندگی اٹھانا پڑی، چنانچه حلقه گرداب، طوق بندگی هے ، کسی نے کہا هے :

یه کهه دو ابر باراں سے اگر برسے تو یوں برسے
که جیسے مینه برستا هے هماری دیده تر سے

۲- یه شعر صرف نسخه ب میں هے -

۴۳

لذت خون ریز عشقت تردماغم۱ کرده است
آب شمشیر تو روغن در چراغم کرده است
در گرفت آتش برنگ لاله در جام طرب
تا کدامین باده ساقی در ایاغم۲ کرده است
بوده ام مانند برق از دیدهٔ مردم نهان
جستنی بی اختیار از خود سراغم کرده است
هر شکست۳ دل جدا آئینه دار راز اوست
در حقیقت بود یک گل آنکه باغم کرده است
چند بی پروایت آتش بجان من زند
پنبه بیرون کن ز گوش خود که داغم کرده است
شکوهٔ رعنانگاران تا کجا باید شنید
گفتگوهای غنیمت بی دماغم کرده است

۴۴

وحشتم پر زور و طاقت زیردست افتاده است
همچو موج از خود بکار ما شکست افتاده است
تام۴ شهید گرم خوئیهای چشم مست کیست
همچو خم آتش بگور می پرست افتاده است
مشهد حیرت شهیدان را زیارت کرده ام
هر طرف مینای می گوی ز دست افتاده است

۱- تر دماغ : سر خوش ، نیم مست
۲- ایاغ ، جام شراب
۳- یہ شعر نسخہ الف میں نہیں -
۴- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں - نسخہ الف میں پہلا مصرعہ ''ما شہید گرم خوئی‌ہائی چشم کیستیم'' مطبوعہ درست معلوم ہوا - اس لئے اسے درج متن کیا -

چاه۱ راه خویش گردیدند چون گرداب ها
همت ارباب دنیا بسکه پست افتاده است

طاقت برخاستن چون گرد نمناکم نماند
خلق میداند که می خورده است و مست افتاده است

سایه‌ی تاک از سر ما چون غنیمت کم مباد
کز عدالت همسر زنجیر پست افتاده است

۴۵

تا زبان نام تو برده است ثناخوان خود است
کرد تا یاد تو دل بنده‌ی احسان خود است

نور دلها اثر زخم محبت باشد
خانه پر رخنه چو گردید چراغان خود است

کیست کز جلوه‌ی دیدار تو از خویش نه رفت
پیش ما صبح وصالت شب هجران خود است

منت سیر گل و جلوه‌ی گلشن نکشد
دل۲ که از داغ چو طاؤس گلستان خود است

مزه‌ی بزم محبت بود از ناله‌ی درد
هر قدر شور کند دل نمک خوان خود است

بسکه آن تشنه دیدار ز حسرت شده آب
بود مجنون و کنون سیل بیابان خود است

۱- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں -
۲- غالب کا مشہور مصرعہ ہے ، اس رہ گزر میں جلوہ گل آگے گرد تھا -

هم نشین خورد دل خویش ز بی‌برگی من
آنکه هم‌بزم غنیمت شده مهمان خود است

۴۶

طفلی که دود آه منش جوش سنبل است
شور[۱] قیامتش نمک خنده‌ی گل است

افتاده همچو دام بخاک شکار گاه
صیدش ز بسکه زخمی تیر تغافل است

از بسکه بی تو پنجه برخسار برزنند
گلهای[۲] باغ انجمن جنگ بلبل است

وارسته‌ی که دل برضایت سپرده است
کام نهنگ در نظرش کشتی[۳] پل است

از حرص چون تنور مشو جمله تن شکم
نان نصیب بر سر خوان توکل است

دل[۴] شد ز دست و نعره مستانه اش بجاست
مینا شکست و بزم پر آواز قلقل است

نومید نیستیم غنیمت ز لطف یار
نقد مراد در گره زلف و کاکل است

۱- یعنی شور قیامت کی اس کے یہاں صرف اتنی حیثیت ہے - جیسے نمک خندہ گل - نمک اور شور کی مناسبت سے یہ خیال پیدا کیا ہے -

۲- نسخہ الف میں یہ مصرعہ یوں آیا ہے "گل ہائے باغ را بہ چمن جنگ بلبل است" جو غیر متبادر ہے -

۳- نسخہ ب میں کشتی مل (شراب) آیا ہے -

۴- یہ شعر نسخہ الف اور مطبوعہ میں نہیں -

۴۷

میگذشتم۱ دوش از شهری که پایانی نه داشت
یک لب بی می ندیدم من که افغانی نداشت

بر زبانها از دهانش گفتگوها میگذشت
اینقدر دانم که حرفی بودُ امکانی نداشت

زاهد امشب خانقاه خویش را آباد کرد
از برای خودفروشی هیچ دکانی نه داشت

بی‌سران۲ را میدهد سامان محبت بیشتر
چیده گل از باغ وصلش آنکه دامانی نداشت

دیده‌ام باغ محبت را بهار دیگر است
نرگس سیراب غیر از چشم گریانی نداشت

آب۳ پیکان شبنم گلهای داغ سینه بود
باغ امیدم بغیر از تیر بارانی نداشت

با دل خود عشق پردازم **غنیمت** عمرهاست
اینقدر آشفتگی زلف پریشانی نداشت

۱- یہ غزلیات تا بہ آخر ردیف صرف نسخہ ب میں ہیں -

۲- بے سر : بے نوا ان معنوں میں اس لفظ کا استعمال محل نظر ہے - ممکن ہے بی نوا ہو -

۳- غالب کا شعر ہے :

جراحت تحفه ، الماس ارمغان ، داغ جگر هدیه
مبارک هو اسد غم‌خوار جان دردمند آیا

غنیمت کا تیکھا پن قابل داد ہے -

۴۸

سالکی را کشش دل۱ از سیر طریقت آگه است
خوردن غمهای واپس‌ماندگان زاد ره است

با ید۲ بیضا کشد از یک گریبان سر برون
دست امیدی که از دامان خواهش کوته هست

رشته‌ی تدبیر ما را پستی همت گسیخت
این رسن مانند آب موج دایم درچه هست

می‌رساند بوی پیراهن پیام یوسفی
هر کجا چشم سفیدی بود روشن چون مه است

چون غنیمت تا توانی از دوا پرهیز کن
اینقدر هم بس که یار از درد دلها آگه است

۴۹

بی تو جام باده در محفل سری در گردش است
دیده‌ی جادونگاهان اختری در گردش است

گشته دست ظلم مژگان تو بر عاشق دراز
یا درون سینه هر دم خنجری در گردش است

تا بآن مغرور تاج زر که می گوید دلیر
کافسر دولت بچشم ما سری در گردش است

مستی ام پیداست اما باده اش معلوم نیست
چشم جادو۳ جلوه‌ی ما ساغری در گردش است

۱- از : بواسطه -
۲- یعنی جو هاتھ خواهشات نفسانی کی طرف نهیں بڑهتا اس کی حیثیت یدبیضا سے کم نهیں -
۳- جادو جلوه چشم کی تعریف هے - بعض نسخوں میں ما کی جگه یا هے -

در تلاش داغ عشق۱ اش دل بهر سو می‌دود
همچو محتاجی که از بهر زری در گردش است

چرخ۲ بی آرام در فکر سرانجام تو ماند
آسیا از بهر رزق دیگری در گردش است

نی همین تنها **غنیمت** گشته سرگردان او
من بهر کشور که دیدم کشوری در گردش است

۵۰

چشم خورشید آتشین از پرتو رخسار کیست
چشمه‌ی آب بقا لب‌تشنه‌ی دیدار کیست

خواب پایم راست چشم تکیه از بال هما
این سعادت در سرم از سایه‌ی دیوار کیست

عالمی را خار مژگان گل بدامن کرده است
گلشن جنت **غنیمت** دیده از دیدار کیست

۵۱

دران ابرو مگو آن چشم مست است
که در محراب رندی می پرست است

سراسر رشته‌ی پیمان خوبان
برنگ زلف لبریز شکست است

نمی گنجد ز شادی سینه در بر
کدامین شوخ را خنجر بدست است

۱- عشق کے بعد ضمیر غائب ہونی چاہئے ، غالباً کاتب سے رہ گئی ہے -
۲- غالب کا شعر ہے :

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان
ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

هزاران شیشه زد بر سنگ آخر
تو گوی محتسب امروز مست است

غنیمت[۱] داد می بایدش خواست
که زلف دلبران زنجیر بست است

۵۲

داغ جگر واله و حیران محبت
باشد گل خودروی گلستان محبت

از خویش تهی گشتن و از دوست لبالب
جای است که دادند به مستان محبت

در دیدهٔ نظارگی گلشن عشقت
درد جگر سوخته ریحان محبت

از خضر ره خویش شنیدم که نباشد
جز تشنه لبی چشمهٔ حیوان محبت

خواندیم خط پشت لب یار و همین است
آن آیهٔ نازل شده در شان محبت

زخم[۲] جگر ما بنمائید غنیمت
حرفی چو رود از لب خندانِ محبت

۵۳

عشق تا آتش شوقت به دل افروخته است
جادهٔ زیر قدم رسن سوخته است

۱- پہلے مصرعہ میں سکتہ ہے۔

۲- اگر کوئی شخص محبوب کے ہنستے چہرے سے دھوکا کھانے لگے، تو اسے ہمارا زخم جگر دکھا دینا۔ تا کہ اسے معلوم ہو کہ لب خندان یار کتنی بڑی مصیبت کا سر چشمہ ہے۔

نگه از سیر رخت آه جگر سوخته است
چشم از لعل تو زخم نمک اندوخته است

برق رخسار که آتش به دل دریا زد
موج در دیده‌ی ماهی رسن سوخته است

تا[۱] نظر می کنم انداز پریدن دارد
رنگ بر چهره‌ی من مرغ نو آموخته است

۵۴

تا[۲] عارضت ز باده‌ی رنگین شگفته است
چندین جواب مطلع خورشید گفته است

دارد[۳] به دیده جلوه‌ی طاؤس عندلیب
از بس بیاد روی تو گل گل شگفته است

از غنچه‌ی تو داشت سخن پسته درچمن
با این دریده دهن نه دانم که[۴] گفته است

از رنگ و بوی داغ دل ما مکن سوال
کاین گل ز آب تیغ تغافل شگفته است

فرد

۱

حباب[۵] می نه هویدا ز روی ساغرت است
شهید چشم تو شد باده ، کاسه‌ی سرش است

۱- جس طرح مرغ نو آموختہ موقع پاتے ہی اڑ جاتا ہے - اسی طرح میرا رنگ رخ بھی ہر وقت اڑنے کا منتظر رہتا ہے -
۲- جب شراب سے محبوب کا چہرہ جگمگا اٹھا تو مطلع خورشید اس کے سامنے ماند پڑ گیا -
۳- چونکہ باغ میں ہر طرف پھول کھلے ہیں - اس لئے بلبل جدھر کو نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے - اسے ہر طرف مور ناچتے دکھائی دیتے ہیں -
۴- متن میں چہ ہے ' لیکن کہ زیادہ موزوں ہے -
۵- ساغر شراب کی سطح پر حباب نہیں - چونکہ شراب کو تمہاری آنکھوں نے شہید کر دیا ہے ، اس لئے یہ اس کا کاسہ سر ہے ، جو سطح پر تیر رہا ہے -

۲

امروز چمن جای کدام آفت جانی است
هر غنچه در انداز زمین بوس دهانی است

۳

آن زلف گره گیر که زنجیر نگاه است
از باغ تو یک گوشه‌ی انگور سیاه است

۴

آن شکار افگن چو از دامان صحرا در گذشت
آب سیل دیده‌ی نخچیر از دریا گذشت

۵

دیگر دل و دماغ شرابم نمانده است
تاب کرشمه‌های عتابم نه مانده است

۶

گفتیا که گفته‌ام بخدا آنچه آرزو است
دیوانه گشته‌ای بخدا این چه گفتگو است

۷

عرض مرا امید جوابی نمانده است
خاکم بسر که پیش تو آبی نمانده است

۸

از برای حق نه دارد شیخ ما شغل کتاب
چون نگین بر روی کاغذ بهر نام افتاده است

۲- جب میں نے اپنی خواہش محبوب کے سامنے بیان کر دی تو وہ سن کر حیران رہ گیا ، اور کہنے لگا : بھلا یہ بھی کوئی کہنے کی باتیں ہیں -

۹

آنکه راز همنشینان برملا افتد ازو
گر چراغ محفل احباب باشد کشتنی است

۱۰

بخاطری که دلش از غمت پریشان است
جواب مصرع زلف تو گفتن آسان است

۱۱

خنده۱ عرض لذت شکر فشانی‌های تست
بوسه نام انتخاب مهربانی‌های کیست

۱۲

الفت شهید چشم تغافل‌پسند کیست
طاقت فدای شوخی حیرت‌پسند کیست

۱۳

کار من از نصیحت مردم گذشته است
عمرم تمام در قدم خم گذشته است

۱۴

منم که خاطرم از قید نام و ننگ گذشت
منم که کشتیم از معبر فرنگ گذشت

۱۵

تا جدا از سر آن زلف رسا افتاده است
شانه دستی است که از بند جدا افتاده است

۱- جب تم هنستے هو تو اس طرح اپنے شیرین هونٹوں کی شکر فشانی کی نمائیش کرتے هو۔ اسی طرح بوسه نام هے تمهاری منتخب مهربانیوں کا یعنی جسے تم نوازنا چاهو اسے بوسے سے نوارتے هو۔

۱۶

حسن۱ تو از شکست دلم شد یکی هزار
آئینه‌ی شکسته چراغان نموده است

۱۷

غم۲ تو آمد از بهر پاس تعظیمش
ز گوشه‌ی دل ما بیدلان فغان برخاست

۱۸

از می لبالبم چو خم باده روز و شب
ای شیخ شهر جای عتابم نمانده است

۱۹

در چمن شوخ فرنگی صنمی آمده مست
لاله دارد به تواضع۳ کله‌ی خویش به دست

۲۰

غنچه۴ مانند دلی نیست درین باغ درست
باز گو تا به چمن طرف کلاه که شکست

۱- دل کا شیشه ٹوٹا ، تو هر ٹکڑے میں یار کی تصویر دکھائی دینے لگی - اور اس طرح شیشه شکسته نے چراغاں کا کام دیا -

۲- محبوب کے آنے سے شاعر کے دل سے جو آہ نکلی ھے ، اسے وہ کلمه لبیک سے تشبیه دے رہا ھے - جو پاس تعظیم کے لئے استعمال ھوتا ھے -

۳- تواضع : تعظیم -

۴- غنچه کی شکل دل سے ملتی جلتی ھے ، شاعر کہتا ھے که کسی غنچے کی شکل بھی درست نہیں دکھائی دیتی - بتاؤ تو سہی که باغ میں کون کج کلاہ آیا تھا که جس سے یه صورت پیدا ھو گئی -

ردیف خا

۱

افسردگی بمرگ رسانیده کار شیخ
باشد ردای شیخ غلاف مزار شیخ

در پیری اجتناب شرابش بود ضرور
زین آتش اجتناب کند پنبه زار شیخ

صحرائیان شهر مرید اند و معتقد
شد پیچ و تاب شیخ کمند شکار شیخ

هنگامه زیارت خود گرم کرده است
از آه شعله بار، دل داغدار شیخ

ایمان نیاز غارت دزدان باطن است
ازا خود تهی شدن نبود تا حصار شیخ

از باده منع خلق، کند شیشه در بغل
آه آن زمان که پرده برافتد ز کار شیخ

گر شمهٔ به پیر بود هم غنیمت است
چندان که بر مرید بود اعتبار شیخ

۲

دوش از لب پیاله بجای شراب تلخ
بی لعل دلکش تو کشیدم عتاب تلخ

۱- جب تک شیخ جذبهٔ خود پرستی کا شکار ہے ، اور خودی کو نہیں مٹاتا اس کی متاع ایمان غارتگران باطن (ذمائم) سے ہر وقت خطرے میں رہیگی ۔

صوفی ز درد کینه دلت صاف کی شود
تا آنکه نگذری ز نمد۱ چون شراب تلخ

غیرت اگر فسانه‌ی فرهاد سر کند
شیرین شود بدیده‌ی پرویز خواب تلخ

در امتحان بیخودی تلخ کام هجر
گردد روان ز چشمه‌ی آئینه آب تلخ

آید بسیر باغ باین زهر چشم اگر
ریزد برون ز دیده‌ی بلبل گلاب تلخ

آنجا که حرف صائب شیرین سخن رود
شرط ادب نبود غنیمت جواب تلخ

۱- از نمد گزشتن ترک دلق گفتن - و نیز قبل از خوردن شراب را به‌نمد صاف می‌کردند تا که صاف گردد و نشه تیز تر -



ردیف دال

۱

سینه امشب گلشن زخم نمایان تو بود
شبنم گلهای باغم آب پیکان تو بود

می دهد بوی که طاقت[۱] رنگ می بازد ازو
دست گل پنداری امشب در گریبان تو بود

ما نه زلف سنبلی دیدیم نی روی گلی
خاطر جمعی درین گلشن پریشان تو بود

بسکه لبریز تو گشتم از کمال اتحاد
ناله ام بانگ شکست عهدوپیمان تو بود

بر دل ما می زنی سنگ ستم انصاف نیست
عمرها این شیشه زیب طاق نسیان تو بود

بسکه در هنگام پیری سرزد از من عشق تو
قامت خم گشته ام یک چشم حیران تو بود

یاد آن شبها که در هر جلوه‌ی ظلمت گداز
داغ سوزشهای ما بزم چراغان تو بود

بسکه در راه محبت خاکسارش کرده اند
دعوی خون غنیمت گرد دامان تو بود

۲

بگلشن بی رخت بوی گلم باد خزان باشد
نوای بلبلم بانگ شکست استخوان باشد

۱- رنگ باختن : رنگ فق شدن و پریشان شدن - پهول کا هاتھ چونکه تمهارے گریبان میں ره چکا هے ، اس لئے آج اس سے ایسی دلاویز خوشبو آرهی هے که قوت شامه سے برداشت نهیں هوسکتی -

هوای سر زمین قتل‌گاهی را چه می پرسی
که از تیغ تو اش از هر طرف آب روان باشد

نگردد سوختنها مانع شوق پری زادان
کبابم۱ را اگر دودیست سودای بتان باشد

مقام فیض داند زاهد ما سینه‌ی خود را
بچشم چغد ویرانی بهشت جاودان باشد

بضبط گریه نتوان عیب کردن دل فگاران را
که هر داغش بروی سینه چشم خونفشان باشد

مدار۲ از کج سرشتان هیچ چشم کام بخشی‌ها
همین بادام پیکان میوه‌ی شاخ کمان باشد

حدیث معرفت زاهد ندارد زاده‌ی خاطر
برنگ خامه حرفش از زبان دیگران باشد

سخنور را بدرد دل رسیدن می شود آسان
غنیمت همچو سابق۳ منصفی گر درمیان باشد

۳

نام۴ رخسار که هوش از بلبل بے تاب برد
وز گذار رنگ روی گل چمن را آب برد

۱- دود کباب دل کو عشق بتاں سے تعبیر کیا ہے -
۲- کمان کج سرشت سے سوائے بادام پیکاں کے اور کیا توقع ہوسکتی ہے -
۳- نسخه ب میں سابق کی جگہ سامی ہے جو درست نہیں - سابق غنیمت کے ایک ہم عصر شاعر کا تخلص ہے -
۴- نسخه ب میں یہ شعر یوں آیا ہے -
ماہ رخسارے که تاب از بلبل بے تاب برد
کز گداز رنگ و بوی گل چمن را آب برد
مطبوعہ میں پہلے مصرعہ میں تاب کی جگہ ہوش اور دوسرے مصرعہ میں تاب کی جگہ آب ہے -

یار۱ آمد آن زمان بر سر که جان در تن نماند
بخت شد بیدار هنگامیکه مارا خواب برد

شد دل فرسوده ام از گریه رحمت آشنا
تا بدریا گرد را همراهی سیلاب برد

بسکه در خاطر خیال مهرویان میگذشت
تیره روزی‌هائی ما دست۲ از شب مهتاب برد

طره‌اش۳ تا برده عقل و هوش من آرامها ست
خانه اش آباد هر دزدی که این اسباب برد

ذوق صحبت‌ها ز تاثیر دل زاهد نماند
این هوائی سرد آخر گرمی احباب برد

آب شد کشمیر در چشم غنیمت از حجاب
تا که نادانسته نام خطه‌ی پنجاب برد

۴

تا مرا شور جنون در خاطر آزاد بود
زیر پایم جاده چون زنجیر در فریاد بود

کاوش مژگان او یک شب۴ بخاطر میگذشت
دل برنگ خانه‌ی زنبور نیش‌آباد بود

زنده‌ی جاوید شد نامش ز فیض زخم عشق
آب حیوانی مگر در تیشه‌ی فرهاد بود

۱- دوسرے مصرعہ میں بیدار اور خواب نے کیا لطف پیدا کیا ہے -
۲- دست بردن : بازی لے جانا -
۳- غالب کا مصرعہ آپ نے پڑھا ہوگا :
''رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہ زن کو،،
خانہ اش آباد اس جگہ بہت خوب ہے
۴- نسخہ ب اور مطبوعہ میں امشب ہے -

هر که شد حیرت شهید قامت رعنای او
تارها[۱] اندر کفن از طرهٔ شمشاد بود

در[۲] بیابانی که تا نخچیر الفت بوده ام
موج خون صیدها دام سر صیاد بود

گوش[۳] بردم بر لب زخم شهیدان کسی
حرف وصف تیغ و شکر لذت بیداد بود

هر گل زخمی که دیدم داشت طوفان دگر
دل ز مژگانش غنیمت باغ سیف آباد بود

۵

خوبان چو رو بقبلهٔ ابروی او کنند
با آب روی ریختهٔ[۴] خود وضو کنند

گشتم شهید چشم تو شایده[۵] که میکشان
جای شراب خاک مرا در سبو کنند

از رنگهای ریختهٔ گلرخان دهر
ترسم مباد تهمت خون را باو کنند

هر[۶] شب متاع گم شدهٔ عیش خویش را
مستان چراغ جام بکف جستجو کنند

۱- مطبوعہ میں ''تارهایش از کفن در طرهٔ شمشاد بود'' ہے۔
۲- مطبوعہ میں یہ شعر یوں آیا ہے:
''در بیابانی که ما نخچیر الفت گشته ایم
موج خون صیدها دام ره صیاد بود''
۳- گوش بردن: کان لگا کر سننا۔ نسخہ ب میں اس غزل کا صرف یہی شعر مذکور ہے۔
۴- آب ریختن: خفیف ہونا۔
۵- ممکن ہے کاتب نے باشد کو شاید بنا دیا ہو۔
۶- حسن تعلیل کی کتنی بدیع مثال ہے۔ یعنی جام شراب کا دیا ہاتھ میں لئے رند متاع گم گشتہ عیش کی تلاش میں ہیں۔

بوی گل آیدا از اثر ذکر خیر تو
مانند غنچه هر دهنی را که بو کنند

مستان بنام خرقه‌ی ناموس خوانده اند
آن جامه را که بهر شرابی گرو کنند

گل را گداز شرم کف آب می کند
گر بارخ شگفته‌ی او روبرو کنند

آبحیات شد عرق شرم خویشتن
هر جا غنیمت از لب او گفتگو کنند

٦

شب که در محفل ز شوقت بیقراری عام بود
موج می در ساغر ما برق بی‌آرام بود

دولت دیدار و وصل کامرانیها محال
تشنه‌ی وصل ترا آب گهر۲ در جام بود

خامشی آخر علاج درد سرها میکند
بر زبان شانه‌ی صندل همین پیغام بود

شب که من در یاد مژگان تو ساغر میزدم
آب پیکانها بجای باده وقف کام بود

در۳ طواف کعبه دل طائران شوق را
چشم پوشیدن ز عالم جامه‌ی احرام بود

در بیابانی که آن صیاد صیدم کرده است
چشم آهو یک گره از حلقهای دام بود

۱- نسخه الف اور مطبوعه میں آمد ہے ، آید چاہئے ۔
۲- آب گہر : آب که در پرده چشم نزول کند و نابینا گرداند ۔
۳- یہ شعر صرف نسخه ب میں ہے ۔

در خیال طفل محجوبی که الفت ننگ اوست
بسکه از خود رفته بودم راز دل پیغام بود

حال بزم ما چه می پرسی غنیمت بی رخش
در لب پیمانه صهبا تلخی دشنام بود

۷

شب که حرف شمع رخسار تو ام افسانه بود
پردهٔ گوشم ز بیتابی پر پروانه بود

تا[1] بصحرا داشت رو مجنون شهر آشوب ما
سنگ گوی در کف طفلان دل دیوانه بود

بود گلشن بسکه پیش روی او گرم گداز
رشتهٔ گلها بچشم ما خط پیمانه بود

شب ز فیض مقدم طفل جنون، تکلیف ما
شوخی چشم پری در روزن کاشانه بود

رفتی و شهری ز شوقت ماند لبریز فغان
بی تو چون زنجیر امشب ناله در هر خانه بود

از صفای طینت خود رشته‌تاب عشق را
هر گره کافتاد در دل گوهر یکدانه بود

طرهٔ سوجش برنگ زلف لیلی دلکش است
سیلها از چشم مجنونی که در ویرانه بود

۱- دیوانگی اور بچوں کی سنگ باری لازم ملزوم هیں - آپ نے دیکھا هوگا که بچوں کا لشکر دیوانوں کے جلو یا تعاقب میں رهتا هے۔ غالب کہتا هے:

طفلان شهر بی‌خبر انداز جنون ما
یا این جنون هنوز سزاوار سنگ نیست

نسخه ب میں دوسرا ' چھٹا اور آٹھواں شعر نہیں -

شب که ما از بادهٔ شوق تو ساغر میزدیم
ابر گرد راه سیل گریهٔ مستانه بود

در شکست توبهٔ زاهدان سنگ دل
دختر رز را غنیمت همت مردانه بود

۸

خورد برهم۱ قلب دلها این ستم کار که بود
فتح بر نام شکست طرف دستار که بود

آنکه۲ باشد مرحبا گویش صدای شیشه ام
باز پرسید ای رفیقان سنگ دیوار که بود

زاهد از پندار خود بت قبله میخواندی مرا
وان رگ گردن که میگویند زنار که بود

نور چون فانوس از دیوار بیرون جسته است
خانه ام روشن ز برق شمع دیدار که بود

غنچه گلها پری در شیشه دارد هر طرف
تا دل دیوانهٔ بلبل هوادار۳ که بود

گرنه آن شور تماشا در چمنها گشته است
این نمک در خندهٔ گل گرد رفتار که بود

۱- برهم خوردن : تتر بتر ہونا - طرف دستار شکستن : پگڑی کو ناز سے ٹیڑھا رکھنا - یعنی یہ کون ہے جس نے ناز و انداز سے پگڑی کو ادھر ٹیڑھا کرکے سر پر رکھا - ادھر سکون دل کی دنیا درہم برہم ہوگئی -

۲- دوسرا اور تیسرا شعر نسخۂ ب میں نہیں - تیسرے شعر کا مفہوم واضح نہیں -

۳- نسخہ ب میں ہوش دیوارہے' جو غلط ہے -

شد غنیمت مدتی کان بی‌وفا یادت نکرد
خادم۱ ما یعنی آن مخدوم ما یار که بود

۹

بسکه دل آئینه‌دار بزم وصل یار بود
مانع از خویش رفتن حسرت دیدار بود
آنکه جامش از شراب معرفت سرشار بود
هر شرابی در نگاهش شربت دیدار بود
تا کدامین نو گل امشب گوش بر آواز داشت
بلبلانرا لخت دل چون غنچه در منقار بود
حیرت حسنت بصحرای که شد جرأت شکار
دیده‌ی وحشی غزالان رخنه‌ی دیوار بود
تا تو رفتی بزم عیش یک چمن رنگی نداشت
بلبلان را خنده‌ی گل ناله‌ی بیمار بود
تا همای تیر او یا رب کجا آید فرود
استخوانها در بدن چون ماه نو سیار بود
اشک۲ خونین چشم من بین کرد رنگین دامنم
لاله زاری بهر کوه معصیت درکار بود
بی تو بزم می پرستان ماند خالی از نشاط
قلقل مینای می آواز استغفار بود

۱- هر سہ نسخوں میں 'خادم ما آیا ہے' لیکن اس لفظ کے استعمال کا جواز معلوم نہیں ہو سکا -

۲- مطبوعہ میں پہلا مصرعہ : ''اشک خونین کرد رنگین گوشہ‌ی داماں ما'' ہے -

در۱ خیالم بود حال قاسم دیوانه‌ی
شب که در دست غنیمت دفتر اشعار بود

۱۰

شب۲ که درد آباد دل از غمزه‌اش معمور بود
شوخی چشم پری در رخنه‌یٔ ناسور بود

بوی می می آید از لبهای زخم سینه ام
بسکه دل آشفته‌ی آن نرگس مخمور بود

در چمن حرف از نگاه مست ساقی میگذشت
غنچه‌ی۳ گل پیش چشمم دانه‌ی انگور بود

آنکه ما عمری ز شوقش چشم در ره داشتیم
چون نگه در پرده‌ائی چشم ما مستور بود

لذت۴ نوشی جدا از لذت نیشی نبرد
محو دنیا میهمان خانه‌ی زنبور بود

جلوه ها سر کرد و چشم غیر از و آگه نگشت
آن بدل نزدیک چشم بد ز رویش دور بود

بی تو دل از محفل عشرت نشاطی بر نداشت
نغمه ها بانگ شکست کاسه‌ی فغفور بود

پارسا از پرتو حسن بتان واقف نگشت
جلوه‌ی بزم حریفان پیش چشم کور بود

۱- مطبوعه میں مصرعه اول : ''در خیالم بود ساقی قاسم دیوانه'' ہے -
۲- یه غزل نسخه ب میں نہیں -
۳- نسخه ب میں یه غزل نہیں - مطبوعه میں دوسرا مصرعه ''غنچه‌ی گل نذر رنگ دانه‌ی انگور بود'' ہے -
۴- مطبوعه میں مصرعه اول: ''لذت نوشی جدا از محنت نیشی نه برد'' ہے -

شب غنیمت مصرعی ناخن بدل زد از کلیم
"گر قدم در ره نمی فرسود منزل دور بود".

۱۱

شب۱ که لعلت در نگاهم یک دهن خندیده بود
درنظرها چشم من زخم نمک پاشیده بود

بر مزار کشته‌ی چشمت گذر کردیم دوش
آهوی مستی در آغوش لحد خوابیده بود

بی تو شب در دیده‌ی محفل نشینان بوده است
ساغر می اختر نحسی که برگردیده بود

روز و شب از بسکه بودم جلوه گاه آن صنم
شکوه میکردم ز خود گر دل ازو رنجیده بود

سرنثارش کردم و از درد سر فارغ شدم
جبهه سودن بر در او صندل سائیده بود

بر زبان چون شمع حرفم صورت زنجیر داشت
بسکه سودای سر زلفش بدل پیچیده بود

منت صبح سعادت داشت بر من آسمان
بر رختم بخت سیاه گر یک نفس خندیده بود

شب غنیمت چشم او را دید باخود در نگاه
بخت می گوید غلط کرده است خوابی دیده بود

۱- یه غزل بهی نسخه ب میں نہیں -

۱۲

جلوه‌ی۱ برق پر ریخته‌ی تیر که بود
نفس صبح قیامت دم شمشیر که بود

شوخی۲ رنگ شکسته ست صدف را چون گل
فکر نقاش به پرسید به تصویر که بود

عرق۳ سعی سرا ساخته خون‌ناب کباب
شوق دل گرم تلاش از پی نخچیر که بود

امشب انجم چو سپند سر آتش می سوخت
چرخ۴ جولان کده‌ی آه تباشیر که بود

سینه ام هر نظر آماجگه تیر قضا است
چشم۵ این خوش‌نگهان حلقه‌ی زنجیر که بود

برگ گل کاغذ آتش زده آید به نظر
همدم مرغ چمن ناله‌ی شب‌گیر که بود

گر نه دیوانگی داشت **غنیمت** امروز
چشمه‌ی شور جنون حلقه‌ی زنجیر که بود

۱- جلوهٔ برق محبوب کے تیر نگاہ کا ایک پر ہے ، جو علیحدہ ہو گیا ہے -

۲- نقاش نے شکم صدف میں نقاشی کرنا چاہی - تو رنگ صدف یوں فق ہوگیا جیسے کہ محبوب کے نظارہ سے پھول کا رنگ اڑ جاتا ہے - شاعر کہتا ہے - نقاش سے دریافت تو کرو کہ اس کے دماغ میں کس کا تصور تھا ، کہ صدف کا رنگ یوں پھیکا پڑ گیا -

۳- محنت سے پسینہ آیا ، تو شوق دل کی گرمی سے خون آب بن گیا -

۴- تابنا کی کی وجہ سے آہ کو تباشیر کہہ دیا ہے - نسخہ صدیقیہ میں خون کدہ ہے ، جو غلط ہے -

۵- چشم خوش‌نگہان حلقهٔ زنجیر کا کام دی رہی ہے ، اور عشاق گرفتار بلا ہیں -

۱۳

تا سرم در بند آن صید افگن بی‌باک بود
ذوق۱ آغوش پری در حلقه‌ی فتراک بود

بسکه بی شمع رخش در گرد کلفت مانده ام
جلوه‌ی پروانه‌ی ما دانه‌ی در خاک بود

آخر از اشک ندامت سبز شد تخم امید
کشت ما را ابر رحمت دیده‌ی نمناک بود

جام صهبای جنونم گردش چشم که داد
مایه‌ی می۲ در رگ زنجیر من چون تاک بود

پنبه‌ی غفلت ز گوش دل نیاوردی برون
ورنه هر خاری زبان شعله‌ی ادراک بود

آفتاب باده تا از مشرق مینا نه تافت
صبح در چشمم غبار خاطر افلاک بود

در۳ جواب دعوی خون غنیمت روز حشر
امتحان تیغ عذر قاتل بی‌باک بود

۱- جب سے میں اس صید افگن بے باک کا شکار ہوا ہوں مجھے حلقہ فتراک میں وہ لطف آتا ہے جو پری سے ہم آغوش ہونے سے آنا چاہئے -

۲- جس طرح انگور کی بیل کے رگ و ریشہ میں نشۂ موجود ہوتا ہے اسی طرح میری زنجیر کی کڑیوں میں مایۂ جنوں موجود ہے - آخر یہ کس کی گردش چشم کا اثر ہے -

۳- یعنی جب غنیمت نے دیوان حشر میں خون بہا کا دعوی کیا تو قاتل نے اس جرم بے گناہ کا یہ عذر پیش کیا کہ اسے تلوار کی باڑھ کی آزمائش مقصود تھی -

۱۴

بی او دم حیات غم سینه‌کاه بود
عمرا دراز سلسله‌ی ممـد آه بود

دور از تو بر چمن چه قیامت گذشت دوش
هر غنچه در فغان دهن داد خواه بود

پیمانه‌ی خجالت خود گشت چشم من
در بزم بسکه جانب غیرش نگاه بود

از۲ بسکه گرم گریه‌ی مستانه سوختیم
دود کباب ما رگ ابر سیاه بود

تا بهر ابر رحمت او گشت جلوه‌گاه
دل۳ زیر بار منت کوه گناه بود

در جلوه گاه شوخی آن فتنه در رکاب
بر باد دادن دو جهان گرد راه بود

می رفت ره به سینه غنیمت برنگ ابر
در وادی که سبزه‌ی خنجر گیاه بود

۱۵

امشب که وحشت تو مرا در خیال بود
داغ دلم به شوخی چشم غزال بود

۱- ساری زندگی ایک طویل آہ کی صورت اختیار کر گئی -

۲- ہم عشق محبوب میں اس قدر جوش و خروش سے روئے کہ ہمارے دود کباب میں ابر سیاہ کا سرمایہ تھا - جو موسلا دھار بارش کی طرح برسا -

۳- جب ہم گناہوں کے طفیل اس کے ابر رحمت کے سزاوار ہوئے ہیں تو ہمیں کوہ گناہ کا شکر گزار ہونا چاہئیے -

از بسکه بی تو بزم تہی ماند از نشاط
می در پیاله‌ها عرق انفعال بود

فریاد[1] ما که گوش‌زد دادرس نه شد
دور از اثر چو بانگ شکست سفال بود

در شام غم ز مهر تو رنگ شکسته ام
آئینه دار خنده‌ی صبح وصال بود

بی[2] جلوه‌ی تو سرمه‌ی چشم پری وشان
در خاطر نظاره غبار ملال بود

ناز پری ز سایه‌ی من می کشید عشق
تا جلوه‌های شوخ تو ام در خیال بود

از بس هوای گریه غنیمت به سر فتاد
در هند تیره روزی ما برشگال بود

۱۶

شب[3] که لیلی جلوه اش آتش زن تدبیر بود
بزم مجنون را سپند از دانه‌ی زنجیر بود

در نگارستان نمیدانم که نام او که برد
زخم دل کان نمک از خنده‌ی تصویر بود

لطف آمرزش تماشا کن که تا روز شمار
مغفرت در انتظار جلوه‌ی تقصیر بود

۱- ہماری آہ و زاری فریاد رس کو اپنی طرف متوجہ نہ کرسکی - چنانچہ اس کی بے اثری کا یہ عالم تھا ، جیسے بانگ سفال شکستہ ،

۲- تمہارے بغیر پری وشوں کی آنکھوں کا سرمہ غبار ملال معلوم ہوتا ہے -

۳- نسخۂ الف اور مطبوعہ میں ،، اش ،، رہ گیا ہے-

صبح۱ را چون پنبه رزق آتش بی رحم کرد
نالهٔ گرم که یا رب بر سر شبگیر بود

یاد مژگان تو کردم گریه طوفان جوش زد
چشمه ام جاری بزور آب این شمشیر بود

سرنوشت کشتهٔ شمشیر مژگان کسی
زخم پیرای زبان حلقهٔ تدبیر بود

شد **غنیمت** سرد در خاطر هوای کابلم
بسکه دل سرگرم سیر گلشن کشمیر بود

۱۷

سوخت دل از آتش بی دود در جانم که۲ بود
گرمی مجلس کبابم کرد مهمانم که بود

گریهٔ ابر است در گرد ره طی کرده اش۳
برقی جولانی که بگذشت از بیابانم که بود

شیشهٔ ناموس دریا اشک من بر خاک زد۴
آنکه زو این شور در سر داشت طوفانم که بود

دیدهٔ من در نظرها چشمهٔ خورشید شد
یا رب امشب روبروی چشم گریانم که بود

۱- چوتھا اور چھٹا شعر نسخه ب میں نہیں -

۲- کدامیه ، نسخه ب میں مصرعه اول کی صورت یوں ہے :
''سوخت دل از آتش بی داد در جانم که بود ''

۳- نسخه الف اور مطبوعه میں 'اش' کی جگه پیش ہے -

۴- یه شعر نسخه ب میں نہیں -

شور رسوای بگوشم نغمه‌های[1] بلبل است
گلشن آرای گل چاک گریبانم که بود

آنکه دور از جلوه‌ی رنگین او گل در چمن
سوختی هر دم برنگ داغ هجرانم که بود

تا شدم عاشق بجای جای[2] غم در دل نماند
آنکه درد او **غنیمت** کرد درمانم که بود

۱۸

بی تو ام نام تماشا بر زبان افسوس بود
گلشن از تنگی به چشمم بیضه‌ی طاؤس بود

موج[3] کلفت می زد امشب باده بی رخسار او
نور شمع بزم گرد دامن فانوس بود

بی تو در صحن گلستان بالها برهم زدن
بلبلان را دست برهم سودن افسوس بود

عاشقان را بر در او آبروها ریختن
چشمه سار شست و شوی خرقه‌ی ناموس بود

جلوه اش امشب صنم ها را طپش فرمود و رفت
بسکه می نالید دیر از شوق یک ناقوس بود

۱- نسخه الف میں نغمه های کی جگه ناله های هے، مگر نغمه ها قابل ترجیح هے -
۲- جای کی تکرار ناموزوں هے - احتمال هے، که کوئی اور لفظ هوگا -
۳- مصرعه اول نسخه الف اور ب میں غلط مرقوم هے : (الف) موج گلفت برد امشب باده بی رخسار او (ب) ''موج کلفت می زد امشب ناله بی رخسار او'' دونوں غلط هیں -

نیست[۱] زاهد را غنیمت رنجش اهل زمان
این گره بر جبهه بند جامه‌ی سالوس بود

۱۹

هر[۲] چند جلوه‌ی تو بعالم یگانه بود
آغوش‌ها پر از تو چو آئینه‌خانه بود

شور جنون ز حلقه‌ی زلف تو شد بلند
هوش پریده بلبل این آشیانه بود

دل تا نسوخت بزم وصال تو در نیافت
در صد زبان شمع همین یک ترانه بود

آنجا که شوق گرم‌رویها تلاش داشت
چون برق پیچ و تاب خودم تازیانه بود

تا ره بکنج عافیت از عجز برده ایم
انگشت زینهار کلید خزانه بود

در محفلی که شعر غنیمت شنیده ایم
بانگ شکست دل غزل عاشقانه بود

۲۰

یاد ایامیکه داد عشق آئین تو بود
بر کباب ما نمک از شور تحسین تو بود

۱- یعنی زاهد کی پیشانی پر تیوری اهل زمان کی رنجش سے نہیں بلکہ جامہ سالوس کا بند ہے جو یوں نمایاں ہو رہا ہے -

۲- یہ غزل نسخہ ب میں نہیں -

در۱ گلستانی که خوبان می بساغر داشتند
همچو گل جام شرابم دست رنگین تو بود

بیش ازان کز جوی شیرین بی ستون ریزند رنگ۲
دهده ما چشمه ساء کوه تمکین تو بود

از تغافل کردنت فریاد دلها شد بلند
شیشه‌ی ما در شکست از خواب سنگین تو بود

می شناسد آشیان خویش را هر بلبلی
ریزش۳ بال و پرم از شوق بالین تو بود

فیض‌یاب گلشن وصلت دل بی مدعاست
در بغل۴ دستی که دزدیدیم گلچین تو بود

فرصت دعوی شهیدانت بغیری کی دهند
دست موج خون ما و دامن زین تو بود

شب که می گفتی غنیمت شعرهای حسب حال
مصرعه زلف پریشان وقف تضمین۵ تو بود

۲۱

ترک مطلب خضر راه منزل دلدار بود
بر مراد دل نرفتن راه کوی یار بود

۱- تیسرا اور چوتھا شعر نسخه ب میں نہیں -
۲- رنگ رنچشن : طرح انداختن ، کسی چیز کی بنیاد رکھنا -
۳- محبوب کے بالین کے لئے پروں کی ضرورت ہے - اس ضرورت کے پورا کرنے کا ایسا ولوله دل میں اٹھا که بال و پر خود بخود جھڑ گئے -
۴- نسخه الف میں در چمن ہے، بغل قابل ترجیح معلوم ہوا -
۵- تضمین : در آوردن شعر مشهور دیگری را در اشعار خود -

شب که چشم اشک ریزان داشت سیر جلوه اش
ابرها گرد خجالت بر رخ گلزار بود

در بیابانی که هجرت زهر در کامم۱ چکاند
خار اگر می رفت در پایم زبان مار بود

مردم چشم مرا داغ جدای خواند عشق
بسکه در بزم تو حیرت مانع دیدار بود

نور دل گردید حاصل از خرابیهای تن
شمع در کاشانه ام افتادن دیوار بود

تا کدامین مست بی پروا ازین محفل گذشت
قلقل مینا بگوشم آه آتش بار بود

بی سخن۲ معلوم شد نامهربانیهای او
پیچ و تاب قاصد ما نامه‌ی دلدار بود

حرف۳ چشمش سرمه‌دانها کرد خالی در گلو
ورنه ما را با غنیمت گفتگو بسیار بود

۲۲

شب که بزم آرزو لبریز حرمان تو بود
حلقه‌ی آغوش تنگم زخم پیکان تو بود

بسکه بی روی تو کاوش‌ها نصیب سینه شد
ناخنم ابروی چشم داغ هجران تو بود

۱- نسخه الف و مطبوعه میں گذاشت ھے - چکاند فصیح ھے -

۲- یه شعر نسخه ب میں نہیں - غالب کا مشہور شعر ھے :
دے کے خط مونہہ دیکھتا ھے نامہ بر
کچھ تو پیغام زبانی اور ھے

۳- نسخه الف، ب میں حرف چشم اور مطبوعه میں حرف چشمی ھے - حرف چشمش ہونا چاہئے -

۲۳

بی‌نیازی در گریبانم گل مقصود ریخت
در بغل دستی که دزدیدم بدامان تو بود

یاد ایامی که از دمسازی ناز و نیاز
کشتن ما بی‌گناهان عید قربان تو بود

وعده‌ی روز[۱] قیامت آنچه ما فهمیده ایم
انتظار جلوه‌ی سرو خرامان تو بود

شور محشر در حساب کشتگان تیغ عشق
یک تبسم بر لب زخم شهیدان تو بود

می شود اشک ندامت مایه‌ی عفو گناه
بحر رحمت در حقیقت چشم گریان تو بود

عاقبت[۲] بهر مکافاتت جهنم ساختند
آتش خشمی که چوبش چوب دربان تو بود

هر طرف بوی کباب دل **غنیمت** شد بلند
تا کدامین آتشین رخسار مهمان تو بود

۲۴

شب که جز وصف سر زلف تو ام کام نبود
وحشی فکر نمی جست که در دام نبود

گل‌رخان بسکه هوا دار تماشای تو اند
یک لب[۳] بام ندیدم که چمن نام نبود

۱- نسخه الف و ب میں دور قیامت ہے- روز قیامت چاہئے - غالب کا مشہور مصرعه ہے : وهی اک حسن ہے لیکن ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے -

۲- نسخه ب میں مصرعه دوم : ''آتش چشمی که چوبش چوب دربان تو بود'' ہے -

۳- نسخه ب میں لب جام آیا ہے ، جو درست نہیں -

کاغذ سوخته در دست نسیمی دیدم
بیش ازینم خبر صفحه‌ی ایام نبود
بوسه‌ی بی‌ادبم آنقدر آورد هجوم
که لب لعل ترا فرصت دشنام نبود
تا دگر آتش رخسار که میخواست سپند
گوهری را بصدف چون دلم آرام نبود
میتوان یافت که قاصد ز کجا می آید
بر لبش جز نفس سوخته پیغام نبود
یاد چشمش بدلم بسکه اثرها می کرد
در تنم خون بجز از روغن بادام نبود
شب که غم بی رخ او بزم مرا تنگ گرفت
خنده را راه **غنیمت** بلب جام نبود

۲۵

شب که از یاد تو دل پروانه‌ی بی‌تاب بود
گرمی صحبت چراغ محفل احباب بود
بسکه نتواند غرور دانه[۱] ما را شکست
از گداز خجلت خود آسیا گرداب بود
خاکساران محبت را بمیدان نیاز
زخمها وا مانده در دل خشک چون محراب بود
باز شمع خلوتم ماهیست کز تاثیر او
تا نظر کردم برون خانه هم مهتاب بود

۱- دانه : هستی -

هر۱ کجا از قطره‌ی خونم چراغی بر فروخت
خنجر قاتل پر پروانه‌ی بی‌تاب بود

داشت نخل قامتش تا جلوه در چشم بهار
از گداز سرو دیوار چمن در آب بود

نشه۲ دیگر بود ناکامی بزم ترا
حسرت سرشار ما جام شراب ناب بود

نیستم واقف غنیمت دید رویش یا ندید
اینقدر دانم که چشمش۳ مایه‌ی سیلاب بود

۲۶

زبان دل ز مژگانش چو در تقریر می آید
نفس از سینه بیرون چون دم شمشیر می آید

اگر۴ این است عمر انتظار صبح وصل او
که میگوید که فردای قیامت دیر می آید

کشیدم بسکه عمری انتظار زلف دل‌بندش
ز تحریک نگاهم ناله‌ی زنجیر می آید

نشاطی کز وصول نامه و پیغام او دیدم
نه در تحریر می گنجد نه در تقریر می آید

۱- پانچواں ، چھٹا اور ساتواں شعر نسخه الف اور مطبوعه میں نہیں -
۲- یعنی جو عاشق تیری بزم عیش سے نامراد رهتا هے ؛ اس کی بدمستی کے کیا کہنے وه اپنی بے پناه حسرت سے شراب ناب کا لطف اٹھاتا هے - نسخه الف میں نشه کی جگه تشته آیا هے ، جو غلط هے -
۳- نسخه الف میں حسنش هے ، جو غلط هے -
۴- غالب کا مشہور شعر هے :

فردا و دی کا تذکره یک بار مٹ گیا
تم کل گئے که هم په قیامت گذر گئی

ز نادانی بود از گل‌رخان چشم وفاداری
هنوزم از دهان غنچه بوی شیر می آید
بتی دارم که هوش رفته‌ی ما از سر کویش
چو می آید بحال خود پری‌تاثیر می آید
بیا بلبل اگر داری گلی نذر تماشا کن
غنیمت بهر سیر گلشن کشمیر می آید

۲۷

درین گلشن کدامین طفل بلبل باز می آید
که رنگ گل چو بلبل بر سر پرواز می آید
درین گلشن کدامین بی محابا ناز می آید
ز رنگ گل صدای شوخی پرواز می آید
نهان شد بسکه دل در گرد کلفت‌ها فغان من
بدان ماند که گوی از زمین آواز می آید
نمیدانم کدامین سنگدل برخاست از محفل
که آواز شکست استخوان از ساز می آید
به تعظیمش ز دلها ناله و فریاد برخیزد
ز کوی او چو هوش رفته‌ی ما باز می آید
ز کوی یار می آید فرامش کرده دل خود را
ازان در هر که می آید باین انداز می آید
بود خاک سرکوی بتان اکسیر رعنای
نیازی گر رود بهر زیارت ناز می آید
ندانم از کجا شد واقف راز دل عاشق
که بوی خون غنیمت از لب غماز می آید

۲۸

مگر قاصد ز کوی قبلهٔ امید می آید
نسیم جانفزا از گلشن جاوید می آید

خیال کیست یا رب شمع خلوتخانه خاطر
که از داغ جگر بوی گل خورشید می آید

بگوش عاشقت بانگ شکست استخوان خود
بچندین ساز و برگ نغمهٔ ناهید[1] می آید

نمیدانم که[2] شد قربان آن تیغ کمان ابرو
که موج خون بچشم ما هلال عید می آید

باین دولت[3] که جام می گرفتم دوش از دستش
کنم چون یاد خود در خاطرم جمشید می آید

تواند کرد شمشیر اجل هم کار ابرویش
غنیمت کار تیغی گر ز برگ[4] بید می آید

۲۹

شبی کز یاد چشم مست او دل کامیاب آید
چو نام خویش گیرم از دهن بوی شراب آید

کند گر برلب[5] جو جلوهٔ انعام دیدنها
هوا نور نظر گردیده در چشم حباب آید

۱- ناهید : ستاره زهره که بر فلک سوم تابد و آن را مطربهٔ فلک گویند -
۲- کدامیه -
۳- دولت : خوش بختی ، سعادت -
۴- شمشیر اجل کو برگ بید کہہ رہا ہے -
۵- نسخه الف اور ب میں یہ مصرعه غلط ہے : "کند گر از لب خود جلوه انعام دیدن ها" مطبوعه نسخه بہتر معلوم ہوا - یعنی اگر محبوب آنکھوں والوں کو بطور انعام تجلی حسن سے نوازنا چاہئے تو اس شوق سے چشم حباب میں بھی بینائی پیدا ہو جائے -

ز جام اتحاد عالمی می خورده ام گوی
دل۱ هر کس که می سوزد ز من بوی کباب آید

درین۲ صحرا کدامین تشنه لب بر خاک می غلطد
که چون آید بحالش گریه دریا در رکاب آید

بکهساری که از شوق گل روی تو می‌گریم
اگر سازند مینای ز سنگش پر گلاب آید

سر کویت بود دارالقرار بی‌قراریها
رود آرام اگر بر آستانت اضطراب آید

غنیمت۳ سوختم از بس بیاد روی نیکوی
ز فیص سرمه‌ی خاکسترم یوسف بخواب آید

۳۰

جنون۴ کرشمه بهاری رسیده می آید
شنیده ناله‌ی بلبل دویده می آید

بود شگوفه‌ی بادام اشاره‌ی که بهار
بسیر گلشن کویت بدیده۵ می آید

۱- امیر مینائی نے کیا خوب کہا ہے :
خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

۲- اس لق و دق صحرا میں یہ کون ہے ، کہ جسے تڑپتا دیکھ کر بے پناہ رونے کو جی چاھتا ہے ۔

۳- چونکہ غنیمت محبوب کے روی نکو کی یاد میں جل کر خاکستر ہوگیا ہے ۔ اس لئے اسے اس یاد کا اعجاز کہنا چاھئے ۔ کہ اگر کوئی آدمی اس خاکستر کو بطور سرمہ استعمال کرتا ہے تو اسے خواب میں حضرت یوسف کی زیارت نصیب ہوتی ہے ۔

۴- جنون کرشمہ بہار دلآویز ترکیب ہے ۔ یہ غزل نسخہ ب میں نہیں ۔

۵- بدیدہ : آنکھوں کے بل ۔

بچشم اهل تماشا درین هوا بلبل
به جانشینی هوش پریده می آید

نه گل شناسم و نی باغ اینقدر دانم
که بوی شوق ز جیب دریده می آید

درین هوای رطوبت‌اثر چو قطره‌ی می
شرر ز سنگ بصد جا چکیده می آید

مگو که شانه ز زلفت همین گره نکشود
کدام کار ز دست بریده می آید

درین بهار غنیمت رفیق ما مستی است
که می ز ساغر گلها کشیده می آید

۳۱

آه۱ بی خود ز دل تنگ برون می آید
آتش عشق ازین سنگ برون می آید

دامنش پرده‌ی سازیست که از رعنای
تا خبر می شود از چنگ برون می آید

بی‌محابا نبود ناله‌ی عشاق ترا
نیست بی پرده کز آهنگ برون می آید

واه۲ چه رنگینی نیرنگ ادای رفتار
به تماشای تو از زنگ برون می آید

خنده را از دهنش تاب جدای نبود
این گل از غنچه شکر رنگ برون می آید

۱- یه غزل بهی نسخه ب میں نہیں -
۲- یه شعر نسخه الف میں نہیں -

هم‌چو آبی که سر از سبزه کشد آئینه ام
به تماشای تو از چنگ برون می آید

بشگفد غنچه‌ی امید تماشائیی یار
شب چو از پیرهن تنگ برون می آید

هر که از کوی تو آید چو **غنیمت** بیرون
یکسر از دانش و فرهنگ برون می آید

۳۲

چون خیال چهره او غارت هوشم کند
بینی[۱] بولاق زیبش حلقه در گوشم کند

آن مسی مالیده دندان چون کشاید لب بحرف
در شرابی سرمه آمیزد که خاموشم کند

مست آن شوقم که گردم کامیاب بوسه‌ی
وز شراب رنگ پان لعل[۲] می نوشم کند

آخر از بی مهری جانان بمطلب می رسم
بسته ام با خود چنانش تا فراموشم کند

بد دماغم کرده حرف محتسب ساقی کجاست
تا برآرد پنبه از مینا و در گوشم کند

ای **غنیمت** این غزل فرمائشش طرز کسی است
نغمه پردازی نمی یابم که مدهوشم کند

۱- بولاق زیب ، بینی کی صفت ہے - یہ غزل بھی نسخہ ب میں نہیں -

۲- مطبوعہ میں می کی جگہ تو آیا ہے ، جو درست نہیں - نسخہ الف میں بھی مصرعہ دوم غلط مرقوم ہے - اس میں لعل کے بعد ' تو می‌نوشم آیا ہے -

۳۳

اگر۱ از آتش جان‌سوز عشقت بهره‌ور گردد
شرر چون دیده‌ی ماهی بدریا بی‌خطر گردد
نمیدانم کدامین خاک پا سائیده صندل را
که امشب یک جهان سر در تلاش درد سر گردد
رخم از آستانش میکند فیض دگر حاصل
که رنگ زعفران هنگام سودن شوخ تر گردد
نباشد سیوه‌ی باغ محبت غیر ناکامی
ز آب تیشه نخل این گلستان بارور گردد
گداز آماده‌ی عشقم درین پیرانه‌سر خواهم
که سر تا پا قد خم۲ گشته ام یک چشم تر گردد
وصال او چراغ تیره‌روزان گر کند روشن
ز بال افشانی پروانه شام ما سحر گردد
به مژگانش ز زخم۳ آبی چو بینم بیش می ترسم
که چون این بیشتر گردد **غنیمت** نیشتر گردد

۳۴

بر کدامین۴ وعده شب امید وارم کرده اند
چون فلک لبریز چشم انتظارم کرده اند
از بن هر موی من جای عرق ریزد شراب
کز نگاه گرم خوبان شرمسارم کرده اند

۱- یه غزل نسخه ب میں نہیں -
۲- خم گشته قد کی صفت ہے -
۳- دوسرا مصرعه تعریف سے بے نیاز ہے - پہلے مصرعه زخم آبی کا ٹکڑا واضح نہیں ممکن ہے زنم آبی یا آبی زنم ہو -
۴- یه غزل بھی نسخه ب میں نہیں -

گلشن زخم نمایان می زند لاف بهشت
تا دم تیغت نسیم نوبهارم کرده اند

صد بیابان رم در آغوش طپش دارد دلم
خوش نگاهان هر نفس آهو سوارم کرده اند

غیر ترک سر علاج درد سر پیدا نشد
ز اب شمشیر اجل دفع خمارم کرده اند

می رسم از سیر گلزاری ولی آگه نیم
ریخت رنگ از چهره یا گل در کنارم کرده اند

نیست آگاهی مرا از یار بی‌پروای خویش
همچو برق از گرمی خود بیقرارم کرده اند

بوده ام حسرت کش نظاره او عمرها
از گداز خود غنیمت میگسارم کرده اند

۳۵

ز خویش آزرده‌گشتم دیدنش در خویش حاصل شد
غبار خاطر آخر توتیای دیده‌ی دل شد

ندانم دل چه شد لیکن ز خون دیده دانستم
که مرغی داشتم در آشیان سینه بسمل شد

چه شوق است اینکه بعد از کشتنم هر قطره‌ی خونی
دلی پر آرزوی جلوه‌ی دیدار قاتل شد

شد۱ از اشک نیاز آلوده بامن گرم تر خونش
فشاندم دانه‌ها را در زمین و برق حاصل شد

۱- یه شعر نسخه ب میں نہیں - یعنی میں نے محبوب کے سامنے نیازمندی سے جتنی زیادہ گریہ زاری کی وہ اتنا ہی اور بگڑا ' حیف ہے کہ 'دانہ ہائے' اشک کا حاصل برق ہے -

کدامین جلوه گر امروز سر گرم خود آرائیست
که ضبط آه بر آئینه‌ی فولاد مشکل شد

هوس۱ تا بود در سر ذوق آرامی ندانستم
بهر جا نا امیدی دستگیری کرد منزل شد

محبت داشت بر یاد غنیمت مجلس آرای
خرد نذر رمیدن کرده‌ی۲ آشوب محفل شد

۳۶

ز بالینش۳ ایاز بی وفا گر زود برخیزد
بجای گرد آه از تربت محمود برخیزد

غبار جاده‌ی طی۴ کرده‌ی مستانه رفتارش
چو آه از سینه‌ی مستان شراب آلود برخیزد

به بزم این کریمان گر سوالی درمیان آید
بتعظیمش ز جای خویشش رسم جود برخیزد

شهید شعله‌ی خوی تو نخوت‌ها بسر دارد
نشیند گر به خاکش پشه‌ی نمرود برخیزد

دران محفل که گوشی نیست بر آواز خوبان را
ز ساز دل شکستن نغمه‌ی داؤد برخیزد

۱- ذوق کا مشہور شعر ہے :

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانہ یاس
بہشت ہے مجھے آرام جادواں کے لئے

۲- رمیدن کردہ کا ٹکڑا واضح نہیں -

۳- نسخہ الف میں مطلع کا پہلا مصرعہ مرقوم ھی نہیں - نسخہ ب میں سرے سے ساری غزل ھی نہیں - نسخہ صدیقیہ کی امداد سے یہ مطلع پڑھا جاسکا -

۴- طی کردہ‌ی مستانہ رفتارش جادہ کی صفت ہے -

زند شوق بناگوشت بگوهر چون سپند آخر
چنان کز روزن گرداب دریا دود برخیزد

رود گر بر لب غواص حرفی از بناگوشت
ز گوهر چون سپند روی آتش دود برخیزد

پس از عمری که آن شوخ قیامت وعده می آید
غنیمت اعتباری نیست ترسم زود برخیزد

۳۷

گدای ملک قناعت اگر امین باشد
بروت خویش کند به که خوشه چین باشد

مرا۱ ز ابر کرم چشم آن نبود افسوس
که دانه ام گره‌ی خاطر زمین باشد

بدیده‌ی که شد از نور معرفت روشن
چراغ کشته به از چشم عیب بین باشد

خوشا کسی که ز بازوی ناتوان خودش
همیشه۲ دست حمایت در آستین باشد

بود مسوده‌ی سر نوشت اهل وفا
ز سجده‌ی تو غباری که برجبین باشد

شهید خنجر شوخی شدم که در گوشش
صدای ریزش خون بانگ آفرین باشد

۱- یعنی مرا از ابر کرم این توقع نبود، که دانه‌ام نه روید، (و مرادم برناید)

۲- یعنی احتیاج به دیگری نه دارد -

نشان آبله بر چهره بهتر از چشمی است
که بی خبر ز جمال تو مه‌جبین باشد

تمام جور غنیمت کنی و بی‌باکیست
اگر غلط نکنم یار من چنین باشد

۳۸

مست۱ آن چشمم که میخواریٔ بعیاری کند
چون ببیند محتسب را عذر بیماری کند

زین هوس مردم که مهر روی او بعد از هلاک
چشمه‌ی خورشید را در خاک من جاریٔ کند

ای دل عاصی مشو نومید از حسن قبول
هست نقاشی که پرواز۲ سیه‌کاری کند

نرگس ظالم نگاهش بسکه بیماری کشید
چشم آن دارم که ترک مردم آزاری کند

سینه‌ی ما لاله‌زار داغ از نیرنگ اوست
آشیان خویش را طاؤس گلکاری کند

می‌کشد خود را بناز و می کند در دل اثر
تیغ هنگام کشیدن زخم را کاری کند

سیر میگردد ز هستی دست شوید از حیات
هرکرا عشقش غنیمت میهمان‌داری کند

۱- یہ غزل نسخہ ب میں نہیں -
۲- پرواز: نقشوں اور تصویروں کے گرد جو باریک کام کیا جاتا ہے -

۳۹

دوش گفتند که آن شوخ پریزاد آمد
آمد امروز ولی بر سر بیداد آمد

شب که۱ بی‌تابی مجنون ترا میدیدم
دیده چون حلقه‌ی زنجیر بفریاد آمد

انتظار۲ از دل نخچیر برآورد چو دود
در نظر گرد ره توسن صیاد آمد

کیست در سینه که امشب نفس سوخته ام
بصفائی۳ نگه چشم پریزاد آمد

نغمه‌ی محفل پرویز بگوش شیرین
تلخ تر از خبر مردن فرهاد آمد

شب که ابر مژه را گرم ترشح دیدم
شوخی۴ فصل گل داغ مرا یاد آمد

مکتبی نیست ز طفلان سرشکش بی شور
تا غنیمت بفن عاشقی استاد آمد

۴۰

آه گرمم چو برون از دل ناشاد رود
چرخ چون کاغذ آتش زده برباد رود

۱- نسخه الف میں بیدادی اور مطبوعه میں بیداری ہے - نسخه ب میں بی‌تابی ہے - اور یہی درست ہے -

۲- مصرعه اول تینوں نسخوں میں: انتظار از دل نخچر برآورد چودود آیا ہے - یعنی چون گرد ره توسن صیاد در نظر آمد - انتظار از دل نخچیر مثل دود برخاست -

۳- بائے مقابله -

۴- نسخه الف اور ب میں شوخی کی جگه خوبی ہے -

چون تو ای وعده فراموش بدل میگذری
هرچه داریم بخاطر همه از یاد رود

کان یاقوت شود کوه غم سنگینش
نام لعل تو اگر بر لب فرهاد رود

دل کباب نمک شوخی صیدی که ز شوق
راه پرسان بدر خانه‌ی صیاد رود

لازم[۱] جلوه‌ی تصویر تو شد گرد زمین
جای آن بود که رنگ از رخ بهزاد رود

ای پسر دست حمایت بکش از کشته‌ی خویش
که بهم[۲] پنجگئی سیلی استاد رود

ای خوش آندم که غنیمت ز سر عجز و نیاز
سر قدم کرده بطوف شه بغداد رود

۴۱

شب که در حسرت دیدار تو آبم کردند
بامید نگهت باده‌ی[۳] نابم کردند

شب که[۴] از آئینه‌ی جلوه‌ی روی تو مرا
بوده ام تشنه‌ی دیدار تو آبم کردند

التماس نگهی باده بکامم میریخت
تا خبردار شدم مست و خرابم کردند

۱- یعنی هر جا که تو به جلوه آئی - همه روی زمین از چشم بیفتد،
۲- هم پنجگی : مقابله کردن، سیلی به فتح اول و یای معروف : طمانچه
۳- بادهٔ ناب : شراب خالص- یه غزل نسخه ب میں نہیں-
۴- نسخه الف اور مطبوعه میں شب کی جگه شد آیا ہے-

گرم سیر چمنی بود بیاد تو دلم
خندهٔ گل نمکی داشت کبابم کردند

هست دود جگر سوخته ام نکهت گل
یاد رخسار کرا گرم عتابم کردند

دور از روی تو می سوخت مرا سیر چمن
زاتش لاله و گل بی تو عذابم کردند

جز هوایت چو غنیمت نبود در سر من
کاسه از باد لبالب چو حبابم کردند

۴۲

از شکست دل من باز نمایان کردند
گنج۱ بوداست درین خانه که ویران کردند

گل‌عذاران بچمن از عرق افشانی من
در شب سایهٔ۲ هر تاک چراغان کردند

شب که افسانهٔ چشم تو بگلشن خواندند
خواب در دیدهٔ بادام پریشان کردند

در شب هجر تو عشاق سراپا چون شمع
خویش را پیشکش دیدهٔ گریان کردند

قطره۳ را از گهر خویش خبرها دادند
دیده وا کرد و بخود دید که طوفان کردند

۱- از گنج مراد عشق محبوب است -

۲- سایه تاک کو شب کہہ رہا ہے -

۳- غالب کا مشہور مصرع ہے: قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جا -

دوش۱ آن شیشه که در پیش تو برسنگ زدند
عرض حال دل ما بود که مستان کردند
بار منت چو غنیمت نتوانیم کشید
اینکه احسان ننمودند چه احسان کردند

۴۳

دل تا صفای حسن ترا جلوگاه شد
آهم بچشم آئینه نور نگاه شد
سوزد چو آشنا دل دشمن بحال من
تا بر سرم رسید دم تیغ آه شد
در بزم حرف از در گوش که می رود
دل آب گشت و کشتی طاقت تباه شد
طالع نگر که بخت چو شد با تو آشنا
از آفتاب روی تو رنگش سیاه شد
افزود شوق معصیتم از گداز سعی
دل رفته رفته چشمه‌ی کوه گناه شد
غیر از گنه دلیل ره عفو یار نسبت
مارا چو برق لغزش پا خضر راه شد
امروز می‌کشی ز غمم وارهانده است
رطل گران حصار غنیمت بناه شد

۲- جب محبوب کے آنے پر مستوں نے مینائے مے بے سود جان کر توڑ ڈالی - تو گویا یہ کنایہ تھا اس امر کا کہ اس کے عشق میں یہی حالت میرے دل زار کی ہے -

۴۴

گرفت[۱] آئینه چون در دست آتش خانه پیدا شد
شرر پرواز کرد آتش صفت پروانه پیدا شد

نگاهی کرد چشم مست او میخانه پیدا شد
حبابی سرزد از می گردش پیمانه پیدا شد

به بزم باده شب یاد بناگوش تو میکردم
هجوم شوخی مهتاب در کاشانه پیدا شد

تو رعنا گشتی و شوخی بمضمون‌ها پدید آمد
شدی تا آشنایم معنی بیگانه پیدا شد

بیاد شمع رخسارت چه شوق است این که من دارم
بریدی نامه ام بال و پر پروانه پیدا شد

غنیمت با تجلی دوش فکر شعر می کردم
پریشان گشت مضمون قاسم دیوانه پیدا شد

۴۵

پند ناز تو که رو جانب ما نتوان کرد
حکم خوی تو که یک وعده وفا نتوان کرد

تا جنون داد گریبان بکفم مشغولم
دامن شاهد مقصود رها نتوان کرد

عقده‌ی[۲] خاطر ظالم بودش جزو بدن
این گره از نی تیر است که وا نتوان کرد

۱- یه غزل نسخه ب میں نہیں -

۲- عادت پختہ ہو کر فطرت ثانیہ بن جاتی ہے - چنانچہ ظالموں اور سیاہ‌کاروں کا ظلم اور سیاہ کاری ان کی فطرت سے علیحدہ نہیں کی جاسکتی -

عیب۱ پوشی نکند ناله به تقلید لباس
زاهد این پرده ساز است ردا نتوان کرد

نشود۲ طبع باقبال تتبع راضی
در زمین دگری خانه بنا نتوان کرد

ز استان حرم یار غنیمت امروز
سر عشاق بشمشیر جدا نتوان کرد

۴۶

غم او را که الفت بیشتر با جان من باشد
شکست رنگ رویم در نظر صبح وطن باشد

بوقت عرض حال از بی‌دماغی گوش۳ میگردد
ز انگشت اشارت گر زبانم در دهن باشد

بجای بوی می دود از دهن برخاست مینا را۴
بمحفل بی رخت ساغر زدن آتش زدن باشد

شرر پرداز بے رحمی۵ بتی سنگین‌دلی دارم
که نامش بر زبان گر بگذرد دندان شکن باشد

شهید گرم خونی های۶ شمشیر تجرد را
چو اخگر از وجود خویشتن گور و کفن باشد

۱- یہ مصرعہ ہر سہ نسخوں میں ایک ہی طرح آیا ہے - لیکن نالہ کے بعد بہ کی ضرورت ہے -
۲- یعنی دلم نخواهد که در شعر تتبع دیگران کند که این به مثل خانه ساختن در زمین دیگران است
۳- نسخہ الف میں گوش می گردم، اور ب میں می گیرد ہے -
۴- نسخہ ب میں مستان را ہے -
۵- شرر پرداز بی رحمی بتی کی صفت ہے -
۶- گرم خونی : گہری دوستی -

ز بس با خاکساری خو گرفتم در ره الفت
زمین از نقش پایش صفحه‌ی تصویر من باشد

پرا پروانه باشد پرده‌های گوش مشتاقان
حدیث شمع رخسارش چو نقل انجمن باشد

بگزاری که از شعر **غنیمت** نسخه میکردم
رگ گل جدول اوراق تقویم کهن باشد

۴۷

نی۲ سرشک از چشم دریا در کنارم می‌چکد
بی رخش از دیده خون انتظارم می‌چکد

کاوش مژگان او باقیست با خاکم هنوز
در فشردن آب شمشیر از غبارم می‌چکد

چشم۳ گریانی بحال خویش دیدم عاقبت
بسکه خون از حلقه‌ی فتراک یارم می‌چکد

لعل میگونی بخوابم کام دل بخشیده بود
باده جای خون ز چشم اشکبارم می‌چکد

بسکه۴ یاد او بدل جا کرد با خون سرشک
لذت دیدار در جیب و کنارم می‌چکد

۱- یه شعر صرف نسخه ب میں ہے،

۲- یعنی میری آنکھوں سے آنسو نہیں ٹپک رہے، بلکہ پہلو میں دریا لہریں لے رہا ہے -

۳- محبوب کے حلقہ فتراک سے خون ٹپکتا دیکھ کر عاشق خیال کرتا ہے کہ یہ حلقہ فتراک نہیں کسی کی آنکھ ہے جو میرے حال زار پہ آنسو بہارہی ہے -

۴- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں -

در کبابم نیست خون ناب چکان لیکن هنوز
حسرت وصل آز دل امیدوارم می چکد

تا بقتل من غنیمت کس نگیرد دامنش
خود بخود از دیده خون بی قرارم می چکد

۴۸

شب سبوی می پرزور بدوشم دادند
زیر بار کرم باده فروشم دادند

بی خبر بر صف خوبان گذر افتاد مرا
از سر لطف ره رفتن هوشم دادند

حرف بی مغز حریفان بشنیدن نرسد
پنبه‌ی بود که پیچیده بگوشم دادند

منکه دریای محبت شدم از سوز و گداز
دل پر شورش و لبهای خموشم دادند

پنبه غفلتم از گوش چو بیرون کردند
از شکست دل خود بانگ سروشم۱ دادند

عرض افسردگی خویش بخوبان کردم
نگه کرم نمودند بجوشم دادند

گریه و قهقهه‌ی شیشه غنیمت باهم
اثر باده‌ی تندیست که دوشم دادند

۱- سروش : فرشته ـ

۴۹

کی بی تو عاشقان می گلفام میزنند
بر سنگ میزنند اگر جام میزنند

در۱ سیر کوی او قدم از سر نمودگان
تکرار سجده هاست اگر گام میزنند

در۲ چشم می کشان تو شبهای ماهتاب
هر صبح خنده ها بلب بام میزنند

دست حمایتی است برای سبک روان
آن۳ پشت پا که بر سر ایام میزنند

در۴ دل شکایتی است ز لبهای او مرا
کز خامشی چرا ره دشنام میزنند

از بسکه غافل است ز صید افگن اجل
لبهای گور خنده ی بهرام میزنند

خوبان ز لطف چون به غنیمت نظر کنند
تیری بود که بر جگر عام میزنند

۱- یعنی جو لوگ کوئی یار میں سر کے بل مصروف گام زنی هیں وہ اس طریق سے گویا تکرار سجدہ کر رهے هیں ـ

۲- یعنی در چشم می کشان تو شب ماهتاب لب بام آمده بر صبح خنده می زنند ـ

۳- پشت پا برسر ایام زدن : زمانے کو پائے حقارت سے ٹھکرا دینا ـ

۴- یعنی اس نے کیوں خموشی اختیار کرکے همیں لذت وشنام سے محروم کر دیا ـ

۵۰

حسن از تربیت اهل نظر می بالد۱
چون شود جلوه‌گر انصاف هنر می بالد

باغبانش به کدو می کند امروز غلط
بسکه در حلقه‌ی فتراک تو سر می بالد

شاخ آهو چمن آرای دل مجنون است
این نهالی است که در باغ دگر می بالد

غنچه‌ی جعفری۲ از اهل دول داد نشان
دل این طائفه از قوت زر می بالد

زخم۳ جور تو بود باعث افزائش شوق
این درختیست که از آب تبر می بالد

رونق حسن تو از ناله‌ی شبگیر من است
شاخ و برگ چمن از باد سحر می بالد

از لب کیست غنیمت نمکی وعده بمن
داغ چون لاله در آغوش جگر می بالد

۵۱

بسکه۴ در کویش دل حسرت نصیبان آب شد
مشت خاکم توتیای دیده‌ی گرداب شد

۱- نسخه الف میں ردیف می باید ہے، جو غلط ہے۔
۲- غنچه جعفری کا رنگ سونے سے ملتا ہے۔
۳- یه شعر صرف نسخه ب میں ہے،
۴- نسخه الف اور مطبوعه میں یه مصرعه : ''بس که در کوی پری رو حیرت احباب شد'' ہے۔

شمع[1] که عرض شکوه ام بخت شنیدن داشت است
ریختم چندان غبار از دل که خنجر آب شد

این طلب گار هدف یارب خدنگ ناز کیست
استخوان از بیقراری در بدن سیماب شد

بود امشب در خیال من بر و دوش کسی
تا کشودم دیده صحن خانه پر مهتاب شد

همچو طاؤسی که سی افتد بصیادش نظر
جلوه‌ی سر کرد از دور و چمن بیتاب شد

یار آمد در بر امشب لیکن از آغوش من
قوت درخود کشیدن سلب چون محراب شد

شب که عرض جلوه اش غارتگر غم گشته بود
اشک[2] در چشم یتیمان گوهر نایاب شد

غمزه‌ی[3] مست که نشترکاری دل کرده است
مانده گر خون در کبابم چون شراب ناب شد

خنجرش بخشید. کام دل غنیمت عاقبت
از کدامین چشمه یارب تشنه‌ام سیراب شد

۵۲

دیدم از جانان نگاهی دل نمیدانم چه شد
بود برقی جلوه‌گر حاصل نمیدانم چه شد

۱- دوسرا اور چھٹا شعر نسخه ب میں نہیں -

۲- یعنی از عرض جلوه اش اشک در چشم یتیمان هم خشک شد '

۳- تینوں نسخوں میں غمزه مستی ہے ' غمزه مست چاہیے ' که کدامیه ہے -

نیستم واقف که از خود رفتن استقبال کیست
آمد آوازی که "آمد" دل نمیدانم چه شد

کشتهٔ جان بخشی تیغ تغافلها شدم
یارب آن بی رحمی قاتل نمیدانم چه شد

شوق تا پیمود راه جستجوی یار را
همچو بحر آسائش منزل نمیدانم چه شد

عشق در موج گداز خویش دل را محو کرد
بحر طوفانی شد و ساحل نمیدانم چه شد

ماند چون طاؤس بعد از مرگ هم در دام خویش
بخت فارغ بالی بسمل نمیدانم چه شد

چون ۱ غنیمت جام می ده شیخ را وانگه بپرس
قدرت تصنیف چندیں دفتر باطل چه شد

۵۳

خوبان بدل شکستن ما عهد بسته اند
تا عهد بسته اند بصد جا شکسته اند

آئینه ام یکیست درون و برون مرا
بر در نشستگان همه در بر نشسته اند

خوبان گرم خوی و بتان شگفته روی
می شیشه شیشه بوده و گل دسته دسته اند

۱- نسخه الف میں دوسرا مصرعه : قدر چندیں دفتر باطل نمی دانم چه شد ہے ، جو غلط ہے - مطبوعه میں سارا شعر بطرز دیگر آیا ہے :

چون غنیمت صورتش دیدم زخود بیرون شدم ؎
قیل و قال معنی باطل نمی دانم چه شد ؎

(نوٹ) چھٹا شعر نسخه ب میں نہیں -

بی درد نیستند عزیزان شهر ما
چون آه خانه‌زاد جگرهای خسته اند

این[۱] منکران دخل بجا در سخنوری
مضمون تازه در کمر جنگ بسته اند

وارسته‌ی[۲] چو برق غنیمت نیافتم
آنها که جسته اند ز خود جسته جسته اند

۵۴

بزم ما از باده‌ی گلفام روشن می شود
خانه‌ی ما از چراغ جام روشن می شود

از[۳] پی اظهار غفران معصیت درکار بود
نام شمع از دودمان شام روشن می شود

هرکه[۴] از مهر سیه‌کاری دلی خالی کند
چون نگین در روزگارش نام روشن می شود

آمدم از پیش خورشیدت خبر آورده‌ام
گوشها چون دیده زین پیغام روشن می شود

بی نیازم کرده‌ای از منت خورشید و ماه
گر درون خانه باشی بام روشن می شود

۱- یعنی یہ لوگ جو شعر و سخن میں مناسب نقد و نظر سے انکار کرتے ہیں ہر وقت آمادہ جنگ رہتے ہیں -

۲- وارستہ : آزاد منش - یعنی غنیمت برق آزاد منشی میں آپ اپنی مثال ہے، کیونکہ ایسے لوگ جو دنیا کی بندشوں سے بچ کے نکل جاتے ہیں - خال خال (جستہ جستہ) ہیں -

۳- نسخہ ب میں دوسرا اور چھٹا شعر نہیں - ہاں البتہ جوتھا شعر اس میں زائد ہے -

۴- یعنی از سیاہ کاری قطع تعلق می کند

گر کنند صیاد ما بهر اسیران جلوه‌ی
هر گره چون مردمک در دام روشن می شود
بر زبان خامه آید گر غنیمت این غزل
پای تا سر صفحه‌ی ایام روشن می شود

۵۵

دور۱ از رخ تو می گل چشم پیاله شد
در پسته بی لب تو نمک شور ناله شد
در حیرتم که گرم تمنای لعل کیست
جامم کباب آتش خود۲ همچو لاله شد
رحمی۳ که بی تو در دل مینای بزم ما
امشب شراب کهنه غم دیر ساله شد
عمری همی گریخت ز خوبان خوش نگاه
آخر دلم ربوده‌ی چشم پیاله شد
این بسمل از نگاه که شمشیر خورده است
حلق بریده هم سر چشم غزاله شد
آن ماه بود در دل و چشمم ز انتظار
در راه او سفید تر از چشم هاله شد

۱- نسخه ب میں مطلع :

می بی تو درد چشم برای پیاله شده
کان نمک به یاد لبت شور ناله شد

۲- نسخه الف اور مطبوعه میں خود کی جگه چون آیا هے ۔

۳- نسخه الف میں زخمی هے ' جو غلط هے ۔ نسخه ب میں یه شعر غلط مرقوم هے :

زخی که بی تو در دل مینای بزم ما
امشب شراب کهنه‌ی غم در پیاله شد

در هم نشسته بسکه غنیمت ز هجر یار
موهای سنبل چمن ما کلاله۱ شد

۵٦

قاصد ما گر چنین قصد دیارش میکند
سیر کوی او نسیم نو بهارش میکند

گر۲ در آید در چمن آن کار فرمای بهار
یک کف خونی که دارد گل نثارش میکند

دام بردوش اند از امواج خود بحر و سراب
هر کسی در جای خود قصد شکارش میکند

زاهد۳ از بس ماند پنهان در ته گرد گناه
دیده‌ی هم‌صحبتان طوف مزارش میکند

قامت خم گشته گر ابرو نما شد دور نیست
عشق گر این است چشم اشکبارش می کند

دیده‌ی قربانیش هرگز نمی آید بهم
بعد مردن نیز مشق انتظارش میکند

دامن کوه گناه ما که داماں تر است
جلوه‌ی اشک ندامت لاله‌زارش میکند

۱- کلاله به ضم اول : زلف پیچاں -

۲- غالباً جامی کا شعر ہے :

رخ فروزاں به تماشای گل و لاله خرام
آتش اشک به مشت خس و خاشاک انداز

۳- نسخه ب میں چوتھا شعر نہیں - ہاں البته پانچواں شعر صرف نسخه ب میں ہے -

ساق ما از غنیمت گر نمیگیرد خبر
آرزوی شیشه‌ی می سنگسارش۱ میکند

۵۷

رفته۲ ام از خود نمیدانم کجایم برده اند
اینقدر دانم که از کوی توام آورده اند

همچو بادام از گزند چشم بد ایمن مباش
چشم تا وا کرده‌ای مغز سرت را خورده اند

بر امید جلوه ات از موجهای خون خویش
آهوان دام فریب از هر طرف گسترده اند

بوی۳ درد از باده‌ی ما در دماغ خلق خورد
خوشه‌ی دلها چو انگورم به جام افشرده اند

روی عالم در نگاهم صفحه‌ی تصویر بود
اهل این مجلس ز زادن پیشتر ها مرده اند

بی خبر ماندم غنیمت از دل خونین خویش
داشتم مضمون رنگینی که خوبان برده اند

۵۸

ز سنگ تفرقه مینای۴ عشق ساخته شد
زدیم العطش می جگر گداخته شد

۱- سنگسار : تباه و برباد.
۲- یه غزل نسخه ب میں نہیں ۔
۳- یه شعر نسخه مطبوعه نہیں ہے - یعنی میرے درد جانگزا کی بھنک اہل عالم کے کانوں میں پڑ گئی، تو عوام کی یه حالت ہوئی که :
خوشهٔ دلها چو انگورم به جام افشرده اند
۴- نسخه الف میں مینای دل ہے -

در۱ انجمن که منم نو بهار بی برگی است
شگفتنم هوس افتاد و رنگ باخته شد

سری بجیب عدم یک نفس قرار نداشت
کدام تیغ بمیدان فتنه آخته شد

مکان۲ یار بدل بوده و نظر مهجور
بشیشه داشت پری چهره کم شناخته شد

نمود روی تو گلگون۳ اشک و ادهم آه
شنید دوری منزل دو اسپه تاخته شد

کدام سرو درین گل زمین برقص آمد
که صوت نغمهٔ بلبل اصول فاخته شد

بهار۴ آمد و یار آمد و نگار آمد
بخود بیال غنیمت که کار ساخته شد

۵۹

رمیده هوش از سر تماشا بدیده ماهی که می خرامد۵
پریده رنگ از رخ تمنا غبار راهی که می خرامد

۱- یه شعر نسخه ب اور مطبوعه میں ہے- شاعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم جس انجمن میں ہیں وہاں کی بہار کا دار و مدار بے برگی اور بے سرو سامانی پر ہے - چنانچہ جب مجھے کھلنے کی خواہش پیدا ہوئی تو میرا رنگ پھیکا پڑ گیا -

۲- نسخه الف میں یہ شعر غلط مرقوم ہے :

مکان یار بدل بود و از نظر مہجور
به شیشه داشت پری چهره و شناخته شد

۳- گلگون : سرخ رنگ کا گھوڑا ، ادهم : سیاہ رنگ کا گھوڑا -

۴- اچھا شعر ہے -

۵- کذامیه - اپنے رنگ میں غنیمت کی یہ غزل اچھی غزلوں میں شمار ہونے کے قابل ہے -

تن نزارم دهد ز مژگان شوخ یادم بهر نگاهی
غزال چشم جگر شکارش به برگ کاهی که می خرامد

علم ز فریاد داد خواهان بلند گردیده است هر سو
دران بیابان که ما غباریم بادشاهی که می خرامد

بقبله رو کرده شوق بلبل بسجده فرسوده ناصیه گل
خبر ندارم درین چمن شوخ کج کلاهی که می‌خرامد

ز شرم لطف نیاز پرور چوآب گشتم شراب گشتم
بدیده چشمی که جلوه دارد بدل نگاهی که می‌خرامد

اگر ز تاراج شهر دلها خیال مژگان یار بر گشت
بعزم شبخون دیده‌ی ما صف سپاهی که می خرامد

به‌جام گل چون‌چراغ کم روغن‌آتش‌افتاده‌است امشب
درین چمنها نسیم بی خود بیاد آهی که می خرامد

نهاده پا بر سر دو عالم گذشت از خود بگام اول
خبر ندارد کسی‌غنیمت بجلوه گاهی که می خرامد

۶۰

کی ز هر باده مرا کام هوس تر باشد
گر[۱] گداز جگرم چشمه‌ی کوثر باشد

چون گل آنرا که می از ساغر تحقیق دهند
خنده‌اش[۲] بر جم و بر جام برابر باشد

۱- نسخه مطبوعه میں دوسرا مصرعه غلط چھپا ہے :
''گر گداز جگر چشمه کوثر باشد''

۲- خنده کے بعد اش ضروری معلوم ہوا ۔

نامه شوق ز پرواز نمی ماند باز
گر همه پاره شود بال کبوتر باشد

هر۱ کجا جلوه‌ی او گرم خود آرای گشت
جوهر آئینه ها بال سمندر باشد

نبود در سفر شوق دلیلی درکار
نفس سوخته‌ی شمع کف رهبر باشد

غم مخور چرخ گرت خوردن غم فرماید
شکر کن شکر برزق که مقدر باشد

عشق و آرام غنیمت نشود جمع بهم
سنگ این بادیه یکسر دل مضطر باشد

٦۲

قیامت میکند سروی هوس بالیدنی دارد
نقاب افگنده رخساری نظر گل چیدنی دارد

نسیم آورد پیغامش چمن گردیدنی دارد
دماغم برد بوی او گلستان دیدنی دارد

تبسم‌های پنهان که شد گرم نمک پاشی
که هم چو صبح زخم سینه ها بالیدنی دارد

ز فیض پر تو مهرش برنگ صبح نورانی
ببزم وصل او از خود تهی گردیدنی دارد

بود شور قیامت بر لب زخم شهیدانش
ز حال کشتگان خود مگر پرسیدنی دارد۳

۱- یعنی محبوب کی تجلی سے جوهر آئینه کو آگ لگ جاتی هے -
۲- او کا مرجع متعین نه هو سکا -
۳- نسخه اول میں خاک کشتگان هے -

شکست رنگ دل می جوشد از فریاد مشتاقان
گل داؤدی از گلبانگ بلبل چیدنی دارد

سر ساغر اگر باشد شراب کامرانی را
به بزم وصل او از خود تهی گردیدنی دارد

نمیدانم بگوش او چه گفت آن شوخ بی‌پروا
که چون مکتوب بر خود قاصدم پیچیدنی دارد

غنیمت تا حدیث بی‌قراریهای دل گفتم
زمین شعر من چون آسمان گردیدنی دارد

۶۳

از ما بتان شکایت دیگر نوشته اند
ننوشته اند حرفی و دفتر نوشته اند

بی اختیار سوی تو پرواز می کند
این نامه را به بال[1] کبوتر نوشته اند

یک مرد کار به ز هزاران نکرده کار
این نکته با سیاهی لشکر نوشته اند

باشد خط غلامی آن چشم می پرست
سطری که بر کناره ساغر نوشته اند

ما را جدا ز روی تو پی بردگان[2] درد
با طفل اشک خویش برادر نوشته اند

۱- نسخه الف اور ب میں خیل کبوتر ہے، جو درست نہیں -
۲- پی بردگان : کھوج لگانے والے -

خوبان ز روی مایه‌شناسی[1] سر مرا
با خاک کوی خویش برابر نوشته اند
این مشت خاک را که غنیمت بود بنام
چشم‌آشنای[2] حلقه‌ی آن در نوشته اند

٦۴

شب که در خلوت دل پرده ز رویش واشد
چه[3] قدر رشته‌ی تدبیر رگ سودا شد
گشت آخر همه معشوق دل از فیض گداز
آنقدر جوش زد این قطره که خود دریا شد
ناتوان کرد دل سخت مرا گرمی شوق
آه ازین سنگ که از آتش خود مینا شد
تا[4] که دارد گذر امروز درین میکدها
هر طرف دست سبو بهر دعا بالا شد
گرچه پنهان بتو هر ذره من داشت سری
ناله امشب خبر آورد که دل رسوا شد
صله‌ی شعر نه دادند مرا جز اصلاح
حیف صد حیف که آن هم کرم بی‌جا شد

۱- مایه شناسی : قدر افزائی، قدر شناسی -
۲- چشم آشنا : جان پہچان -
۳- یعنی جب خلوت میں محبوب نے چہرے سے نقاب ہٹائی، تو ہماری سب تدبیریں درہم برہم ہوگئی -
۴- چوتھا شعر نسخہ ب میں نہیں، اس کی بجائے چھٹا شعر ہے، جو نسخہ الف اور مطبوعہ میں نہیں -

از خراش جگرم شور محبت برخاست
کافتم کوه غمت کان غمت پیدا شد

ماند۱ دام هوس عیش غنیمت خالی
تا تو از میکده رفتی بط می عنقا شد

۶۵

من و طفلی که در می خانه راهش بیشتر با شد
بگوشش قلقل مینای می پند پدر باشد

نشاط۲ پایدار از بی‌قرارانش چه می خواهی
چو گل در بزم ما جام طرب را بال و پر با شد

جهد تیر هوای گر ز شست او به کهساری
خورد بر گشته بر سنگی که همرنگ جگر باشد

بود پیری دلیل راه مرگ ارباب دانش را
قد خم گشته آغوش وداع این سفر باشد

کجا رفتی که بی روی تو چشم عشق بازان را
سواد دیده بر زخم جدای۳ مشک تر باشد

چو اخگر رنگ هستی در قمار خویش۴ می بازد
دلی کز داغ جانسوز محبت باخبر باشد

۱- نسخه الف اور مطبوعه میں دام کی جگه آندم آیا ہے، جو درست نهیں -

۲- یعنی هماری بزم میں عیش و نشاط کو پائداری نصیب نهیں - بلکه یہاں تو جام طرب کو آتے هی پر لگ جاتے هیں اور سامان عیش چشم زدن میں آنکھوں سے اوجھل -

۳- زخم پر کستوری لگانے سے سخت تکلیف هوتی ہے -

۴- قمار باختن : هار جانا -

بچشم۱ رخنه‌ی دیوار زندان آب میگردد
چه حرف است اینکه فریاد اسیران بی اثر باشد

غنیمت عشق دارد فارغم از منت خوبان
من و داغی که از چشم غزالان شوخ تر باشد

٦٦

شب که بزم از جلوه‌ی مستانه اش معمور شد
عقده های کار مستان خوشه‌ی انگور شد

نیست در هجرانت آغوش تهی عشاق را
سینها گردید داغ و داغها ناسور شد

تلخی می بی تو مینا را بود جان کندنی
خلوت خم دختر رز را عذاب گور شد

هر که در پیری دلش از سوز عشق آمد تهی
قامت خم گشته اش ابروی چشم کور شد

هم چنان لب تشنه‌ی شوق شهادت مانده ایم
بخت بد خوش گرچه از آب دم ساطور۲ شد

نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل
جست برق شوق از موسی و شمع طور شد

گل ز درد گوش دارد نالـهـای عندلیب۳
تا حدیث ما غنیمت در چمن مذکور شد

۱- یه شعر نسخه ب میں نہیں - یعنی کون کہتا ہے کہ اسیران زندان کی فریاد میں کوئی اثر نہیں ، حالانکہ ان کے نالوں کے اثر سے تو رخنہ دیوار زندان میں آنسو امڈ آتے ہیں -
۲- ساطور : چھرا یہ شعر صرف نسخہ مطبوعہ میں ہے -
۳- جب سے باغ میں ہماری محبت کا تذکرہ ہوا ہے - پھول کو بلبل کے نالے درد گوش معلوم ہوتے ہیں -

٦٧

چو خاک گرچه تمام استقامتم۱ کردند
همین که یاد تو کردم قیامتم کردند

شهید جلوه‌ی آن سرو قامتم کردند
کفن بدوش ز صبح قیامتم کردند

چو۲ گردباد زمین جوش وجد و حال زند
دران دیار که فکر اقامتم کردند

دهان مدعیان از ملایمت بستم
چو موم مهر زبان ملامتم کردند

به بحر رحمت او عرض العطش کردم
غریق موج سرشک ندامتم کردند

بجیب دل چو غنیمت سری فرو بردم
مقیم روضه‌ی۳ دارالسلامتم کردند

٦٨

بیخود شدن۴ از هوش‌ربای خبرم داد
این قاصد گم گشته ز جای خبرم داد

گل۵ بوسه بران پای نگارین زده گوی
رنگینی لبها ز حنای خبرم داد

۱- استقامت : سکون ، اطمینان -
۲- نسخه ب میں تیسرا اور چوتھا شعر نہیں -
۳- نسخه ب اور مطبوعه میں کوچه‌ی دارالسلامتم هے ،
۴- یعنی بے خودی نے میرا راز افشا کر دیا - اور اسی طرح اس قاصد گم گشته نے منزل مقصود کا پته بتا دیا -
۵- پھول نے یار کے پاؤں کو بوسه دیا تو اس کے هونٹ رنگیں هوگئے - چنانچه اس رنگینی سے میں اس نتیجے پر پہنچا که محبوب کے پاؤں حنائی هیں -

معلوم[۱] توان کرد که جولانگه شوخی است
فریاد دل از جنبش پای خبرم داد

بیتابی فریاد و جگر بازی طاقت
از مقدم آشوب فزای خبرم داد

آنجا که نظر، باختن رنگ نظر[۲] دید
از واشدن بند قبای خبرم داد

خود قاصد خوش مژده‌ی وصلم بره شوق
بیماری دل‌ها ز دوای خبرم داد

تا جلوه گه کیست غنیمت دل زارم
هر معنی نازک ز ادای خبرم داد

۶۹

بهر هر مرغ چو تجویز نشیمن کردند
آشیان[۳] غم جانان ز دل من کردند

جوهر آئینه ها چون مژه‌ی سوخته ریخت
تا کجا دیده بدیدار تو روشن کردند

جلوه‌ی برق تو یارب بمراد دل کیست
عاشقان دانه‌ی دلها همه خرمن کردند

کثرت رخنه درین خانه چراغان شده است
نور جان بیش ز ویران شدن تن کردند

۱- نسخه ب میں تیسرا، چوتھا اور ساتواں شعر نہیں -
۲- دید کا فاعل نظر ہے -
۳- نسخه میں ''آشیان ہا می از بغل من کردند'' ہے -

صحبت بد به نکویان ستم آموز شود
دم شمشیر شد آبی که بآهن کردند

شمع را سرکشی خویش وبالی شده است
تیغ را تیز بـه اندازه‌ی گـردن کردند

ای که پرسی تو ز احوال **غنیمت** خبری
مشت خاکیست که در دیده‌ی دشمن کردند

۷۰

دل[۱] جلوه‌گه خوبی یار است به بینید
در خلوت آئینه بهار است به بینید

دل داغ ز نیرنگی یار است به بینید
در خانه‌ی طاؤس بهار است به بینید

زان آتش جان سوز که در پیرهن افتاد
در سینه‌ی هر سنگ شرار است به بینید

این سبزه که از صفحه‌ی گلزار برآمد
نقل خط آن لاله عذار است به بینید

آن یار برون نیست ز ما چشم مپوشید
خورشید درین مشت غبار است به بینید

۷۱

شب که حرف شمع رخسار توام افسانه بود
پرده‌ی گوشم ز بی‌تابی پر پروانه بود

۱- اس غزل کے علاوہ بعد کی تمام غزلیں بہ استثنائے :
''شب که حرف شمع رخسار توام پیمانه بود''
صرف نسخه ب میں ھیں ۔

بود گلشن بسکه پیش روی او گرم گداز
دسته‌ی گلها ۱ بچشم ما خط پیمانه بود

تا بصحرا داشت رو مجنون شهر آشوب ما
سنگ گوی در کف طفلان دل دیوانه بود

شب ز فیض مقدم طفل جنون تکلیف ما
شوخی چشم پری در روزن کاشانه بود

رفتی و شهری۲ بشوقت ماند لبریز فغان
بی تو چون زنجیر امشب ناله در هر خانه بود

طره‌ی موجش برنگ زلف لیلی دلکش است
سیلها از ۳چشم مجنون که در ویرانه بود

از صفای طینت خود رشته‌تاب عشق را
هر گره کافتاد در دل گوهر یکدانه بود

شب که ما از باده‌ی شوق تو ساغر می زدیم
ابر گرد راه سیل گریه‌ی مستانه بود

در شکست توبه‌های زاهدان سنگ دل
دختر رز را غنیمت همت مردانه بود

۷۲

ز۳ عارضی که جهان در نقاب می سوزد
بدستش آئینه‌ی آفتاب می سوزد

۱- یعنی :
از انجا که گلهای از گرمی روی او بگداختند
دسته‌ی گلها مبدل به جام شراب شد

۲- مطبوعه میں، عالم ز شوقت، آیا ہے -

۳- ان اشعار کی شوخی قابل داد ہے -

گذشت گرم فرنگی نسب بتی ز نظر
که آب دیده برنگ شراب می سوزد

چه آتشی تو که چون شمع شب نشینان را
فسانهای تو در دیده خواب می سوزد

چو برق ابرکرم گرچه در برم دارد۱
هنوز این دل پر پیچ و تاب می سوزد

به محفلی که زحال دلم سوال کند
زبان چو شمع به عرض جواب می سوزد

ز حرف شکوه‌ی آن گرم‌خو **غنیمت** را
چو برگ لاله ورق در کتاب می سوزد

۷۳

هجوم گریه امشب خط سیراب دگر دارد
بیابان سرشکم چشم سیلابی دگر دارد

خط رخسار خوبان را بچشم کج نباید دید
که موج سبزه‌ی این گل زمین۲ آبی دگر دارد

گریبان چاکیم موقوف برآن بر و آن دوش است
کتان پرده‌ی ناموس مهتابی دگر دارد

نه اینجا دست برسر بلکه سر بر دست می باشد
ببزمت عاشق دیوانه آدابی دگر دارد

۱- دارد کا فاعل دل پر پیچ و تاب : (اضمارقبل‌الذکر)
۲- گل زمین : فک اضافت ـ

سری باید نیاز تیغ او کردن نماز این است
سجود طاعت عشاق محرابی دگر دارد

دلی داریم چندین درد و داغ عشق موجود است
غنیمت خانه‌ی عشاق اسبابی دگر دارد

۷۴

زبیم تندی‌خوی‌اش۱ تمنا رنگ می بازد
نگه نارفته تا مژگان تماشا رنگ می بازد

حریف بوسه‌های گرم عاشق کی تواند شد۲
کف پای که در آغوش سیما رنگ می بازد

ز استغنای قاتل بسمل شوق شهادت را
شود سیماب از بس خون در اعضا رنگ می بازد

بود در دیده‌ی اهل نظر داغ دل بلبل
ز بس گل پیش رخسار تو رعنا رنگ می بازد

به بزم می پرستی‌های خون دل سراپایش
بود مهتاب از بس جام صهبا رنگ می بازد

غنیمت در قمار عشق بردن باختن باشد۳
اگر ششدر شود یوسف زلیخا رنگ می بازد

۱- رنگ باختن : رنگ فق ہونا - تندی خوی : غصہ ، یعنی محبوب کی ناراضگی کے ڈر سے تمناؤں کا رنگ اڑا جاتا ہے ، اور ابھی آنکھیں کھلنے بھی نہیں پاتیں کہ تماشا پھیکا پڑ جاتا ہے -

۲- یعنی محبوب کے وہ کف پا جو پیشانی کی آغوش کی تاب نہ لا سکیں ، اور جسے عاشق زار کے سجدہ ہائے نیاز باعث کوفت ہوں ، وہ پاؤں عاشق کے گرم گرم بوسوں کی تاب کیسے لا سکتے ہیں -

۳- غالب کا مشہور شعر ہے :

محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

۷۵

شکار انداز من گر خواهش نخچیر خواهد کرد
رمیدن۱ را ز حیرت آهوی تصویر خواهد کرد

بامید خیال زلفش از دل داشتم چشمی
که اشکم را چو آب تاک در زنجیر خواهد کرد

نمیگویم شهید تست گل لیک اینقدر دانم
که می‌گفتند شوخی در چمن۲ شبگیر خواهد کرد

بگو بامحتسب تا نشکند دل‌های می‌خواران
شکست توبه ها در شیشه اش تاثیر خواهد کرد

غنیمت گر بهار اینست کز کلک تو گل کرده
بپای قاسم دیوانه هم زنجیر خواهد کرد

۷۶

طواف کعبه میکردم سر کوی که یاد آمد
بهشتی جلوه‌گر شد سجده‌ی کوی که یاد آمد

خیال کیست برق خرمن امید مشتاقان
سراپا شعله گشتم تندی خوی که یاد آمد

شهید غرق خون دیدم تمنا کارفرما شد
سراسر زخم گشتم تیغ ابروی که یاد آمد

۱- یعنی بھاگنے کی طاقت سلب ہو جائیگی -
۲- شب گیر کردن : صبح کے وقت آنا -

بصحرا دیده ام محو رخی وحشی غزالان شد
فدای خویش گردم چشم آهوی که یاد آمد

خیالم چشم وحشت پیشه‌ی طاقت شکارم شد
خرد گرم رمیدن گشت آهوی که یاد آمد

جهانی را چو دیدم در کمند ناتوانی ها
غنیمت رفتم از جا زور بازوی که یاد آمد

۷۷

خون صد عاشق بی‌باک بگردن دارد
هر که آن حلقه‌ی فتراک بگردن دارد

فلک از سجده‌ی کوی که بود کعبه‌ی دل
چه قدر ها که حق خاک بگردن دارد

هر خسی را که بر افروخت[۱] چراغی گردون
خون صد شعله‌ی ادراک بگردن دارد

برنیایدم[۲] اگر از سینه ز بی‌دردی نیست
ناله طوق از جگر چاک بگردن دارد

پیش آن سرو خرامان چمن تازه نهال
رشته‌ی بندگی از تاک به گردن دارد

بر ندارد سر خود باز **غنیمت** از شرم
بسکه حق نظر پاک بگردن دارد

۱- یعنی جس کے ستارے کو عروج حاصل ہوا -

۲- یعنی چونکه ناله کی گردن میں چاک جگر کا طوق پڑا ہوا ہے
اس لئے وہ باہر نہیں نکلتا -

۷۸

حرف۱ درگهت راندم جبهه خاک سود آمد
خواندم آیت سجده عشق در سجود آمد

بسکه کشته‌ی چشمت گرم گریه‌ی مستی است
گرد تربتش برخاست ابر در وجود آمد

ابروی۲ چو محرابش دیدم و دعا کردم
شوق بر اجابت زد آسمان فرود آمد

ز آتش که می سوزد این چمن نمی دانم
بوی گل دماغم را خشک تر ز دود آمد

بوی۳ سنبل زلفش در چمن پریشان شد
زخم سینه‌ی گلها جمله مشک سود آمد

رفته‌ی سر کویش دیرباز می گرددم
همره قیامت دان قاصدی که زود آمد

مطربی۵ چه درکار است بزم می‌پرستان‌را
بانگ قلقل مینا نغمه‌ی سرود آمد

درد و داغ می جوشد از کلام او امروز
بر زبان غنیمت را در دل آنچه بود آمد

۱- میں نے تیری آستان کا نام لیا هی تھا که جبین نیاز خاک پر جھک گئی - ادھر آیت سجده تلاوت کی ، که عشق سجده ریز هوگیا - (یه غزل اور بعد کے ٹکڑے صرف نسخه صدیقیه میں هیں) -
۲- تمھارے محرابی بھویں دیکھ کر دعا کی تو ان کی تاثیر سے اجابت نے لبیک کہی ، اور آسمان نیچے اتر آیا -
۳- محبوب کی زلفوں کی خوشبو جب باغ میں پھیلی ، تو پھولوں کے زخم مشک آلود هوگئے ، اور جوش حسد سے جلنے لگ گئے -
۴- کبھی کوئی قاصد اس کی گلی سے واپس نہیں آتا - دیر باز : لمبی مدت -
۵- چه : کیوں ، کیا -

۷۹

آن۱ را که طواف حرمت مدنظر بود
برداشتن دل ز خودش زاد سفر بود

در بادیه گرد ره صیاد که۲ برخاست
در هر رگ من دام صفت چشم دگر بود

امروز به هجران تو شوق آب دگر داشت
چندانکه نظر کار کند دیدهٔ تر بود

تا۳ جلوه‌گه مهر جهان سوز تو گردید
بالیدن آئینه به سامان سحر بود

جمعی۴ که همچو صبح سر از خود کشیده اندہ
تا استخوان سینه گریبان دریده اند

گر بی تو عاشقان می گلفام خورده اند
در روی اهل بزم خجالت کشیده اند

بر روی خویش آئنه‌ها آب می زنند
تا حسن دلفریب که در خواب دیده اند

۱- جب کوئی شخص تیرے حرم کا طواف کرنا چاھتا ھے تو پہلے قدم پر ھی اسے اپنی ذات سے درگزر کرنا پڑتا ھے - کیونکه اس سفر کا یہی توشه ھے -
۲- کدامیه -
۳- جب آئینے میں تم نے اپنی صورت دیکھی تو آئینه صبح کی طرح پھیلنے لگ گیا - بہت اچھا شعر ھے -
۴- سرکشیدن : نافرمانی کرنا - غرور کرنا - صبح سرکشی کی مرتکب ھوتی ھے تو استخوان سینه تک اسے گریبان پھاڑنا پڑتا ھے - گریبان دری علامت جنون ھے -

خورشید از حجاب رخت ماه عید شد۱
روی تو دید چون مه کامل مرید شد
زاندم که جای مهر تو کردند سینه ام
شام۲ غمت ز ناله‌ی من صبح عید شد
از بسکه انتظار سخن از لبت کشید
مانندم۳ پنبه دیده گوشم سفید شد

عاشقت را هر کجا بزم وصالت رو دهد
می دهد جان گر جواب گوشه ابرو دهد
حرف لعلش گوشها را همچو گل رنگین کند
خاک‌پایش همچو نرگس دیده‌ها را بو دهد
زان۴ حریفانم غنیمت من که ''صیدی،، گفته‌ست
بازوی طبع حریفان را خدا نیرو دهد

حسن او افسون حیرت درگلستان خوانده بود
نگهت گلها بسان رنگ بر جا مانده بود

۱- ماه عید شدن : از نظر پوشیده شدن ـ
۲- یعنی صبح عید از اثر ناله‌ی من به شام غم مبدل گشت -
۳- انتظار میں آنکھیں سفید ہو جاتی ہیں ، تمہاری گفتگو کے انتظار میں میرے کانوں کی روئی چشم انتظار کی طرح سفید ہوگئی ـ
۴- پہلے مصرعہ کا مفہوم واضع نہیں - ممکن ہے صیدی ، سعدی ہو-

در غبار ابر می بینم نهان روی زمین
شیخ ما یا رب کجا دامان ترافشانده بود
جوش۱ مستی میزند خاک شهیدانش مگر
دختر رز خون عاشق را برادر خوانده بود

امشب که باده در خم جوش و خروش دارد
اظهار شوق مستان با می‌فروش دارد
ما حال خود به زاهد گفتیم و هیچ نه شنید
حرفی است این که گویند دیوار گوش دارد
از۲ موج خویش تا می سرمست تیغ‌بازیست
خونش مباح ریزد هرکس که هوش دارد

بر۳ آسمان ز خط استوا رقم زده اند
نظر به شان زمین بر فلک رقم زده اند

۱- خاک شہیداں سے جوش مستی ابل رہا ہے، کیونکہ دختر رز نے خون عاشق سے اپنا بھائی چارہ بیان کیا تھا، اور یہ اسی کا اثر ہے۔

۲- شراب سے نشے کی موجیں اٹھ رہی ہیں - اور وہ اسی طرح مصروف تیغ بازی ہے - شاعر کا فتوی یہ ہے کہ ایسے موذی کا خون اس شخص پر مباح ہے، جو ہوش میں ہے - (یعنی اس کا پینا مباح ہے) -

۳- رقم زدن : خط تنسیخ کھینچنا - آسماں پر خط استوا زمین کے احترام کے پیش نظر خط تنسیخ کا حکم رکھتا ہے۔

سری به سجده‌ی وحدت جماعتی دارند۱
که سنگ تفرقه را بانگ یا صنم زده اند

چه داده اند بغیر از فریب وعده خام
جماعه‌ی که به ما لاف از کرم زده اند

فرد

۱

یادم۲ مژگان تو کردم سر نمی دانم چه شد
نام تیغی برده ام دیگر نمی دانم چه شد

۲

حال ما این مردم بی رحم را باور نشد
ما ز حسرت آب گردیدیم و چشمی تر نه شد

۳

کی اسیر تو ز بیتابی خود باز آید
دام بر دوش چو طاؤس۳ به پرواز آید

۴

شبی که ناز ترا روی جلوه بامن بود
گداز حوصله سیلاب خانه تن بود

۱- عام طور پر وحدت کی تبلیغ وهی لوگ کرتے هیں جن کی عملی زندگی انتشار اور تفرقه کا بدترین مظاهره هوتی هے - زبان پر رام رام بغل میں چھری -

۲- مژگان یار کو شمشیر سے تشبیه دیتے هیں - شاعر کهتا هے ، تیری پلکوں کی یاد آئی هی تهی که سر اڑ گیا -

۳- طاؤس کو دام بردوش اس لئے کهه رها هے - که اس کے پروں پر بهنور کی طرح نشان هوتے هیں -

۵

بسکه۱ عیش می کشان از سختی او تنگ شد
باده چون یاقوت در می‌خانه‌های سنگ شد

٦

جلوه اش بر خاطر ناآشنا بی‌رنگ بود
در دل زاهد خیالش آتشی در سنگ بود

۷

صوفی از ذوق می وحدت خروشی می زند
چون خمش در گور باید کرد جوشی می زند

۸

صلای خوان طرب نغمهای نی باشد
کلید قفل در عیش موج می باشد

۹

کارم به نگاریست دل آزار تر از خود
بی رحم تر از خویش ستمکار تر از خود

۱۰

عالمی هست که هر کس که دلش می خواهد
به شکند۲ گوشه‌ی دستار و ظفر خان باشد

۱- ساقی کی سختی سے می‌کشوں کی زندگی تلخ ہوگئی - یوں معلوم ہوتا تھا کہ شراب سنگی می خانہ میں بند ہے ، کہ نکل نہیں سکتی -

۲- گوشه‌ی دستار شکستن : ٹوپی ٹیڑھی کرکے رکھنا -

۱۱

به لوح دل نوشت این نکته امشب خامه‌ی موئیم
که چندین۱ رنگ مضمون بر زبانها بسته می آید

۱۲

دی قاصد از لعل تو پیغام دگر داد
پر بی‌خبرم۲ کرد ندانم چه خبر داد

۱۳

حرف ارباب ریا غارتگر هوشی مباد
گفتگوهای ملائم پنبه‌ی گوشی مباد

۱۴

می چو لشکر کشی کند بر زهد
توبه اول شکست می یابد

۱۵

گل سر اگر کشد بتو از بو بری شود
بلبل اگر بدام تو افتد پری شود

۱۶

برونش۳ گر بصد چشم تماشا کار فرمایم
نمی آیم برون از عهده‌ی یک آرزوی خود

۱- مو قلم کی مثال زبان کی سی ہے - کہ ہزاروں رنگ اس سے تراوش کرتے هیں - جس طرح کہ زبان سے ہزاروں مضامین نکلتے هیں -

۲- پر بی خبر کردن : مدهوش کر دینا -

۳- اگر میں محبوب کا نظارہ سو آنکھوں سے بھی کروں ، جب بھی میری ہزارها آرزوں سے ایک بھی پوری نہ هوسکے گی -

۱۷

عجب[۱] نبود اگر از ناله ام بیتاب برخیزد
رود گر در حریمش بوی گل از خواب برخیزد

۱۸

رود گر بر لب غواص حرفی از بناگوشت
ز گوهر چون سپندی روی آتش دود برخیزد

۱۹

خط چو از لعل تو سر بر می کند
آبحیوان خاک بر سر می کند

۲۰

به[۲] وادی که غزال تو جلوه فرما بود
گداز حوصلهٔ شیر سیل صحرا بود

۲۱

نقط داغ بر دلم به گذاشت
عشق هم انتخاب ها دارد

۲۲

کجائی[۳] ای بهار جلوه از شوق تو گلشن را
ز هر سو در چمن برگ خزان دست دعا ریزد

۱- محبوب کی نزاکت کا یہ عالم ہے - کہ اگر اس کے مرہم ناز میں بوئی گل بھی داخل ہو جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے - میری نالہ‌ی ہائی بے تاب کا تو ذکر ہی کیا -

۲- جس وادی میں تمہارا غزال رعنا جلوہ فرما تھا - وہاں شیر کے گداز حوصلہ کا یہ عالم تھا - کہ صحرا میں سیلاب آ گیا -

۳- اے بہار جلوہ تم کہاں ہو، کہ باغ میں برگ خزاں تمہارے لئے مصروف دعا ہیں -

۲۳

هر که جان باختهٔ شوق شهادت باشد
دم تیغش نفس صبح سعادت باشد

۲۴

دور از رخ تو می گل چشم پیاله شد۱
در پسته بے لب تو نمک شور ناله شد

۲۵

چشم او چون ساقی بزم حریفان می شود
ساغر بی می چراغ طاق نسیان می شود

۲۶

بدمستیم ز ریزش خون جگر بود
خون ناب این کباب شراب دگر بود

۲۷

غیرت۲ عشق اگر در دل پر خون باشد
چشم آهو گرهٔ خاطر مجنون باشد

۱- گل چشم : آنکھ کا پھولا -

۲- اگر مجنوں میں غیرت ہو تو چشم آہو کو دیکھ کر اس کے دل میں گرہیں پڑجائیں کہ کیوں ہرن کی آنکھیں لیلی سے ملتی ہیں -



ردیف را

۱

خیال زلف تو ام کرده آنچنان زنجیر
که همچو شمع فروشد در استخوان زنجیر

دران دیار که طرح رسیدن افگندیم
چو مار بادیه گرد است یک جهان زنجیر

شهید۱ تیغ تغافل چنان بخود پیچید
که شد بسینه‌ی او آهن سنان زنجیر

خیال زلف تو جا کرد در دلم چندان
که شد چو شمع مرا حرف بر زبان زنجیر

بوادی۲ که ز مجنون او در آشوب است
زبان چو مار برآرد به الامان زنجیر

ز پیچ و تاب فغانهای ما اسیرانش
جهان شد است زمین تا بآسمان زنجیر

نظر بزلف تو امیدوار کرد دلم
گواه عدل بود بر در شهان زنجیر

بگلشنی که غنیمت سرم بسایه کشید
بجای تاک نشاند است باغبان۳ زنجیر

۱- یعنی شہید تیغ تغافل نے اتنے پیچ و تاب کھائے کہ اس کے سینے میں سنان آہن زنجیر بن گئی -

۲- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں -

۳- نسخہ الف اور مطبوعہ میں پیچان ہے ، جو کسی طرح درست نہیں -

۲

از[۱] سیر بناگوش بتان رقص دگر گیر
ای آئینه دستی شو و دامان سحر گیر

دل نیست بجا تا سر آن زلف بریدند
زنجیر گسته است ز دیوانه خبر گیر

مطرب همه راز دل ازین پرده بر افتاد
ای قافله سالار طرب راه دگر گیر

خواهی[۲] که رسی زود بسر منزل آرام
بگذار قدم در ره و دنبال شرر گیر

آتش زده در خرمن دل برق نگاهت
در سینه در آ و خبر کوی جگر گیر

یک[۳] بار به فرمودهٔ صائب چو **غنیمت**
"کام دل ازان چهرهٔ افروخته بر گیر"

فرد

۱

حسن[۴] و عشق اند بهم هم سبق و هم تکرار
جلوه مشتاق رم و صبر ز تمکین بیزار

۱- اس ردیف کی یہ غزل نسخہ الف میں نہیں ۔
۲- یعنی اگر تم منزل آرام تک پہنچنا چاہتے ہو تو راہ حیات پر قدم رکھو اور شرر کی طرح فنا ہو جاؤ ۔
۳- صدیقی صاحب کے نسخے میں یہ مقطع اس طرح آیا ہے ' اور یہی درست ہے ۔
۴- عشق اور حسن میں بعض اوصاف مشترک ہیں ۔ مثلاً جلوہ حسن مشتاق رم ہے ' تو صبر بیزار از تمکین ۔

۲

سینه مجروح غم و دیدهٔ تراوش بکنار
زخم جای دگر و ریزش خون جای دگر

۳

ز سردی نفس عاشقان همی بارد
چو برگ بید خزان‌دیده از هوا شمشیر



ردیف ز

۱

می تراود گریه‌ی شوق از کف خاکم هنوز
شورش طوفان بود در گرد نمناکم هنوز

گرچه عمرم در تماشای سیه‌چشمان گذشت
سیل می آید بطوف دیده‌ی پاکم هنوز

بی تو در صحن چمن از بس بخود پیچیده است
خوشه‌ی انگور باشد در نظر تاکم هنوز

زانکه گردی مانده از ابر وجودم یادگار
شور عشقت می کشد بر روی افلاکم هنوز

اینقدر۱ غافل ز خونناب کباب من مباش
موج حسرت می زند سودای فتراکم هنوز

داده ام جان بسکه اندر حسرت شیرین لبان
چشمه آب بقا جاری است در خاکم هنوز

گرچه از تاراج آفت دانه در خرمن نماند
برق می خندد بمشت خار و خاشاکم هنوز

سرمه واری گرچه باقی از کف خاکم نماند
چون **غنیمت** تو تیای چشم ادراکم هنوز

۱- پانچواں اور چھٹا شعر صرف نسخه ب میں ہے -

۲

شد میسر وصل یار و دیده ام گریان هنوز
آفتاب آمد برون و ابر در باران هنوز

یک۱ نظر سیر بناگوشت بخوابم دست داد
آب گوهر میکند در دیده‌ام طوفان هنوز

یاد ابروی که دلها زخمی سودای اوست
تیغ بازی میکند در چشم مشتاقان هنوز

تا۲ بگردن شد سر بت در جناب کعبه غرق
کافر آئین است آن غارتگر ایمان هنوز

دل ز خود رفت و همان بی تابی شوقش بجاست
ابرپنهان شد ز چشم و برق در جولان هنوز

عارض او تا کجا عرض تجلی کرده بود
آب می گردد نگه در دیده‌ی حیران هنوز

آن نظرمسک۳ نگاهی نذر مشتاقان نکرد
وز **غنیمت** دل نیاز کاوش مژگان هنوز

۳

خط برآورد و همان گرم است بازارش هنوز
خود فروشی می کند صد جا خریدارش هنوز

۱- جب سے مجھے خواب میں تمہارا زمۂ گوش دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے میری طوفان خیز آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے موتیوں کی صورت اختیار کرتے جارہے ہیں -

۲- مصرعہ اول نسخہ الف ، مطبوعہ اور صدیقی صاحب کے نسخے میں اسی طرح ہے : جناب : درگاہ و گرداگرد چیزی -

۳- اضافت مقلوب -

عالمی شد همچو شبنم محو خورشید رخش
خویش را گم کرده میگردد طلبگارش هنوز
گرچه بانگ عندلیبانش نمی آید بگوش
خنده‌ی گل می کند از خواب بیدارش هنوز
میتواند همچو شبنم چید در هر جلوه‌ی
آب روی گل رخان خورشید رخسارش هنوز
در دکان زرق و شیدش آتشی افتاد و سوخت
شیخ می لافد که سرگرم است بازارش هنوز
گرچه دست از ظلم مژگان ستم‌گارش کشید
خون[۱] ما باشد حنای پای دیوارش هنوز
همچو ارباب طریقت از شکست خویشتن
میکند تسخیر دلها طرف دستارش هنوز
بلبلی کو کز غمش طاؤس رنگین داغ هست
می توان کردن **غنیمت** سیر گلزارش هنوز

۴

خط[۲] در لبت نیافته راه سخن هنوز
شیرین بود ز حرف تو چندین دهن هنوز
دارد همیشه موی خط گرد کساد ها
روی تو هست سیب فروش ذقن هنوز

۱- یعنی اس کی دیوار کے پاس بیٹھ کر خون دل بہاتے ہیں -

۲- یہ غزل نسخہ ب اور صدیقی نسخہ میں ہے - راہ سخن یافتن : بات کرنے کا موقعہ پانا -

یک بار نام کشته‌ی خود بر لبت گذشت
خندد برنگ صبح بدوشش کفن هنوز

خونم در انتظار تو رنگ شکسته شد
دارم نظر بعهد تو پیمان‌شکن ۱ هنور

حرفی ز چشم مست تو شب بر لبم گذشت
طوفانی شراب بود انجمن هنوز

هر چند عشق خاک غنیمت بباد داد
دارد هوای کوی تو بیداد گر۱ هنوز

۵

خط۲ نکرده زهر بجام اثر هنوز
لذت گدای لعل تو باشد شکر هنوز

از فیض مهر روی تو لبریز نورها ست
چون آفتاب دست دعای سحر هنوز

وقت۳ است التماس نگه می‌توان نمود
نگرفته باز چشم تو از ما نظر هنوز

یک جلوه تا نموده ز گلشن برآمدی
هر چشم ما ست دیده‌ی بادام تر هنوز۴

۱- یعنی ای بیدادگر: صدیقی نسخه میں یه مصرعه غلط مرقوم ہے -

۲- تمہارے سبزۂ خط نے ابھی تک جام اثر میں زہر نہیں گھولا - یعنی سبزہ خط کی وجہ سے تمہاری دل آویزی میں تا حال کوئی فرق نہیں آیا - بلکہ شکر تو تمہارے ہونٹوں سے شیرینی کی بھیک مانگ رہا ہے -

۳- چونکہ ابھی تم نے ہم سے نگاهیں نہیں پھیریں اس لئے ایک آدھ نگاہ (غلط انداز) کی التجا کی جا سکتی ہے -

۴- اس مصرعه کی نثر یوں ہوگی ، ''هر دیده‌ی بادام تر (مثل) چشم ماست''

زخمی نمانده است که کان نمک نشد
باشد کباب لعل تو چندین جگر هنوز

کردم[۱] به چشم مست تو از دور یک نگاه
عمری گذشت و نیست ز خویشم خبر هنوز

از دست آن کمر که **غنیمت** فدای اوست
چندین هزار دست بود در کمر[۲] هنوز

٦

بروی گل نبود شبنم آشکار امروز
عرق ز شرم رخت کرد نوبهار امروز

خموشی لب آن دلستان چه میگوید
که باز بسته در عیش روزگار امروز

کدام شوخ دگر سائل خود آرای است
که دست شانه شد از بیم رعشه دار امروز

ز[۳] زخم آب بچشم تو اختراع جفا ست
که گشته هر مژه ات تیغ آبدار امروز

۷

خاک گردیدم نه دارد عشق معذورم هنوز
هر نفس[۴] عرض قیامت می کند شورم هنوز

۱- یہ شعر صرف صدیقی نسخہ میں ہے -

۲- دست در کمر بودن : گتھم گتھا ہونا -

۳- محبوب کی نم آلود پلکوں کو تیغ آبدار سے تشبیہ دے کر اس نمی کو ستم و جفا کا موجد قرار دیتا ہے - کیونکہ جب تلوار آبدار ہو جائے تو تیز تر ہو جاتی ہے - آب به چشم تو : یعنی چشمت که نمدار است

۴- عرض کردن : نمایش کرنا -

نکهت زلف که مشک‌افشان۱ داغم کرد و رفت
در طواف خویش گردان است ناسورم هنوز
حسرت دیدار قاتل بسکه آبم کرده است
می تراود شکوه‌ی او از لب گورم هنوز
پیریم۲ را همچنان نور جوانی در سر است
از پی بزم وصالش شمع کافورم هنوز

۸

توتیای۳ دیده‌ی گرداب شد خاکسترم
راستی‌ها می‌کشد تا دار منصورم هنوز
دیده‌ی۴ صبح قیامت شد سفید از انتظار
سرمه ریزد چشم انجم شام دیجورم هنوز
می توانی کشته‌ی تیغ نگاهش را شناخت
حلق بسمل می نماید چشم مخمورم هنوز
گرچه مشت خاک من از ناله ام برباد رفت
آسمان بوسد زمین عجز را دورم هنوز
طرح۵ صحرای قیامت کرد عشق از خاک من
در خیال خود غنیمت راز مستورم هنوز

۱- مشک بر زخم افشاندن : زخم تازه کردن -
۲- پیری اور کافور میں جو ظاهری مشابهت هے اس سے یه مضمون پیدا کیا هے -
۳- یعنی اگرچه میری خاکستر نذر گرداب هو گئی هے لیکن تاهم درست گوئی مجهے منصور کی طرح سردار لے جا رهی هے -
۴- اگرچه انتظار یار میں صبح قیامت طلوع هونے کو هے ، تاهم میری سیاه بختی کا وهی عالم هے - اور امید برآری کی کوئی صورت نظر نهیں آتی -
۵- عشق نے میری خاک شور انگیز سے تعمیر قیامت کر لی - لیکن میری سادگی دیکھئے ، میں ابهی تک یه سمجها هوا هوں که میرے راز عشق کی کسی کو خبر نهیں -

۹

بی تو می ریختن رنگ[۱] خمار است امروز
نغمه برخاستن موج غبار است امروز

سوختم بسکه بدل داغ تمنای رخت
مشت خاکستر من آئینه زار است امروز

باز رخسار که در انجمن آتش زده است
دود دلها نفس باد بهار است امروز

دارد آن شوخ سر بازی دیگر با ما
نقد جان باختن داو قمار است امروز

فرد

۱

گشتم غبار و عشق تو جان‌پرورم هنوز
آتش بود نهفته به خاکسترم هنوز

۲

رشک لب می گون تو آتش به یمن زد
یا قوت دهد بوی کباب جگر امروز



۱- رنگ ریختن : طرح افگندن و بنیاد نهادن ، یعنی جب تم موجود نہ ہو تو شراب سے بجائے سرور کے خمار حاصل ہوتا ہے - اور راگ رنگ سننے سے موج غبار اٹھتی دکھائی دیتی ہے-

ردیف س

۱

ناتوانم کرد عشق از طبع ناشادم مپرس
جسته از روی جگر رنگی ز فریادم مپرس
از گداز شیشه می آب بر رو۱ می زند
بیش ازین از گرمی خوی پریزادم مپرس
شد سفیدیها نمک در چشم زخم انتظار
از تغافلهای شور انگیز صیادم مپرس
عمرها۲ آماجگاه ناوک او بوده‌ام
جمع شد پیکان بدل از کان فولادم مپرس
کوه را طوفانی موج پریشانی مدار
بی ستون ریگ روان شد حرف فرهادم مپرس
سبزه خاک قیامت خیز من آه رساست
سایه پرورد کدامین سرو و شمشادم مپرس
پرسش حال علی کردم غنیمت دوش گفت
"کشته وضع خودم از طبع آزادم مپرس"

۲

میشوی خون از دل حسرت مآل ما مپرس
میگدازی همچو شمع از گریه، حال ما مپرس
میوه۳ بار خاطر و برگش زبان شکوه است
ای خزان نا دیده گلشن از نهال ما مپرس

۱- آب بر رو زدن : تسکین کے لئے پانی چھڑکنا- نسخه ب اور مطبوعه میں شیشه من هے' جو ناموزوں هے -
۲- ایسی دل آویز تصویر کبھی آپ نے دیکھی هے -
۳- یعنی همارے نہال تمنا سے میوه نہیں لگتا ، بلکه اس کے تو پتے بھی سراسر زبان شکوه هیں -

حسن این خوبان گندم رنگم از خود سیر کرد
بیش ازین ای شیخ از رزق حلال ما مپرس

شد پریشان مغز سر در آرزوی جلوه‌ی
رنگ خواهی باخت از صبح وصال ما مپرس

بود۱ چون سیماب اکسیر وجود ما فنا
خاک گردیدیم دیگر از کمال ما مپرس

قطره‌ی آب از دم تیغش هوس داریم ما
گرنه‌ای خود تشنه چون ما از زلال ما مپرس

آب۲ شد چون موج بال سعی پرواز هوس
می دهم خود را بطوفان ز انفعال ما مپرس

چون غنیمت خدمت آن زلف عمری کرده ایم
باعث پیچیدگیهای خیال ما مپرس

۳

دوستدار وصل خوبان دشمن خویش است و بس
نوش مهمان تو نعمت خانه نیش است و بس

پا برون نه از خود و در جلوه گاهش سیر کن
منزلش از خودپرستی یک قدم پیش است و بس

باغ گیتی را بود هر برگ سبزی خنجری
زین چمن آن گل که من چیدم کفم ریش است وبس

۱- یه اور بعد کا شعر نسخه ب میں نہیں - یعنی سیماب کشته کی طرح همارا سب سے بڑا کمال یه هے که هم بعد از فنا اکسیر هو گئے-

۲- یه شعر صرف صدیقی نسخه میں هے -

عقل در جولانگه او لغز پای بیش نیست
توسن راه محبت رفتن از خویش است و بس۱

میخورد افسوس بر حال گرفتاران حرص
در جهان قوت حلال از بهر درویش است و بس

آنکه ما خود را غنیمت در ره او باختیم
مذهب و ملت نمیداند جفاکیش است و بس



۱- از خود رفتن یا رفتن از خویش: اپنی ذات کو فنا کردینا -

ردیف ش

۱

من و شوخی که شد معشوق دلها عاشق زارش۱
کند کار نگاه گرم خوبان آه بیمارش

دلم در پرده غارتکردهٔ طفلی است کز شوخی
زند چشمک بمجنون از شررها سنگ دیوارش

برد۲ تاب تماشا بسکه حسن حیرت افزایش
نگه محروم برگشتن بود هنگام دیدارش

کدامین شور محشر جلوه فرما شد درین گلشن
که می ریزد نمک بر زخم گلها گرد رفتارش

محبت وادی دارد که از آشوب رعنای
امام یک صف مژگان بود در چشم دل خارش

لب خاموش را نقد دو عالم در گره باشد
دهن وا کردن سائل نماید رخنه در کارش۳

فغانم برنمیخیزد برنگ گرد نمناکی
ز کلفتهای خاطر چون کنم یا رب خبردارش

غنیمت سوخت دل از غیرت سودائیان او
کبابم میکند امروز گرمیهای بازارش

۱- نسخه ب میں معشوق جہاں شد آیا ہے، غالب کا شعر آپ نے پڑھا ہوگا:
ستم کش مصلحت سے ہوں کہ خوباں اس پہ عاشق ہیں
تکلف بر طرف مل جائیگا تجھ سا رقیب آخر

۲- غالب نے اسی خیال کو ایک اور زاویۂ نگاہ کے پیش نظر یوں بیان کیا ہے:
وائے ناکامی کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اسےدیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

۳- رخنه درکار شدن : کام کا بگڑ جانا -

۲

دلی دارم شکار غمزه‌ی آرام پروازش۱
چو رنگ چهره‌ی عاشق شکستن بال پروازش

نوید۲ مقدم او می دهد بیتابی گلشن
بگوشم از شکست رنگ گل می آید آوازش

گره در جبهه اش تعویذ دفع درد سر باشد
هجوم بوالهوس برهم زند بی مهری نازش۳

ز گوشت پنبه بیرون کن خموشی بانگها دارد
ز خود بیگانه شو شاید که گردی محرم رازش

نه دستی زاستین آمد برون نی شد علم تیغی
ولی برتن نمی‌بینم سری قربان اندازش

کبابم کرد آخر شعله‌ی آواز آن مطرب
که دامن می زندم بر آتش دل پرده‌ی سازش

نهان در گرد کلفتهای غم آئینه‌ی دارم
که موج آب گردد تاب صیقل وقت پروازش۵

ترحم کرد ظلمش را زبونی‌های صید من
بود مژگان گریان غنیمت چنگل بازش

۱- غمزه‌ی آرام پرواز: دهیمی رفتار چلنے والا غمزہ یعنی آہستہ آہستہ اثر کرنے والا -
۲- جب باغ میں اس کے آنے کی اطلاع پہنچتی ہے تو ہر طرف افراتفری پھیل جاتی ہے - چنانچہ پھول کا کھلنا بھی جیسے وہ شکست رنگ گل سے تعبیر کرتا ہے - اس کی آمد کا کرشمہ ہے -
۳- جب ہر طرف سے بوالہوس ہجوم کر آئیں - تو اس کی بے مہری بپھر جاتی ہے ، اور وہ ماتھے پر تیور ڈال لیتا ہے -
۴- دامن بر آتش زدن : آگ کو بھڑکانا -
۵- پرواز کردن : صیقل کردن -

۳

دل رم خورده‌ی من صید صیادی است آرامش۱
که هم چشم نگاه تند باشد رشته‌ی دامش

درین گلشن, کسی را می‌رسد لاف نظربازی
که از هر عضو چشمی گل کند۲ چون نخل باداماش

من و طفلی شکر خندی که از جوش حلاوتها
لب خود می‌مکد یاقوت از شیرینی نامش

حدیث جانفزا قاصد ز لبهای که میگوید
که دل صد بوسه لذت میکند حاصل ز پیغامش

شود۳ حاصل طواف کعبه‌ی دل ره‌نوردی را
که باشد از دو عالم درگزشتن اولین گامش

دلم۴ هر صبح از ساقی شرابی آرزو دارد
که چون خورشید میگردد بپای خویشتن جامش

بکوی خاکساریها غنیمت خانه‌ی دارم
که نام آسمان تبخاله باشد بر لب بامش۵

۱- میرے زخم خوردہ دل کا صبروقرار ایک ایسے شکاری کے بس میں ہے کہ جس کے دام کا ہر رشتہ محبوب کی نگاہ تیزوتند کا مد مقابل ہے - ظاہر ہے کہ ایسا شکار کیسے قرار آشنا ہوسکتا ہے -

۲- گل کردن : ظاہر کرنا -

۳- بایزید بسطانی کا ایک شعر ہے :

خواهی که رسی به کام برادر دوگام
یک گام ز دنیا و یکی گام ز کام

۴- تینوں نسخوں میں دلی آیا ہے ، لیکن تقاضای مقام یہ ہے ، کہ دلم ہو- شعر کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ساقی سے ایسے جام شراب کی تمنا ہے کہ جسے سورج کی طرح حرکت دینے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ اپنے پاؤں چل کر لوگوں کو سیراب کرے - (صدیقی نسخے میں دلم ہی ہے) -

۵- تبخالہ : وہ گرمی دانے جو بخار کے بعد ایک طرف کو کنج دھن میں نکل آتے ہیں -

۴

آنکه سیر عارضت خواهد دل صد پاره اش
رنگ گل باشد غبار دامن نظاره اش

آنکه برد از کف۱ عنان در نی‌سواریها ز من
ترکتازی داشت بردل جنبش گهواره اش

برلب جوی که حرف از لعل جانان میرود
آب می‌گردد شکر پیش نی فواره اش

هر کرا از آتش عشق تو می سوزد جگر
هست داغ سینه‌سوز آسمان سیاره اش ۲

از دل من پرس احوالی که نتوانی کشید
گر نه‌ای آگه ز طور غمزه‌ی خونخوار اش

زین دبستان طفل رنگینی که ما خوش کرده ام
رنگ گل‌های چمن گرد ست در سیپاره‌اش

معنی طوفان گل ۳ خاطر نشینش می شود
هر که می بیند **غنیمت** در عرق رخساره اش

۵

بیک ۴ خلوت نمی گنجد بعاشق حسن یکتایش
برون از خویشتن رفتم مگر خالی شود جایش

گره از کار ارباب غرض مشکل که بکشاید
چو خیزد از لب سائل دل ممسک شود جایش

۱- عنان از دست بردن : باگ چھڑالینا - بے اختیار ہونا -
۲- سیارہ - ستارہ مراد ہے -
۳- طوفان گل نیا خیال ہے - بہ قیاس طوفان آب -
۴- محبوب کا حسن یکتا اور عاشق خلوت میں جمع نہیں ہوسکے ' اس لئے مجبوزاً اسے اس کے لئے جگہ خالی کرنا پڑی -

نگار رم سرشتی آتشیں خوی که من دارم
نظر۱ دزدیده دارد شوخی برق از تماشایش

نگاه۲ عجز می گردد کمند گردن یوسف
وگرنه روزن زندان بود چشم زلیخایش

لب۳ گورش بهم ناید ز جوش خندهٔ شادی
رسد بر تربت عاشق اگر نقش کف پایش

دلی دارم نیاز جلوهٔ بی رحم صیادی
که خون آلوده مژگانی است هر خاری بصحرایش

بیا گر رفته چون شاخ غزال از سر برون آید
دراز افتاده از بس خار صحرای تمنایش

غنیمت بود نامم بر زبان عاشقان روزی
که کردم خویشتن را از دل و جان نذر یغمایش

٦

آنکه۴ منم سرخوش از نگاهش
بوی شرابست گرد راهش

باد چراغ نگاه روشن
خانهٔ چشم است خوابگاهش

۱- یعنی بجلی کی شوخی اسے دیکھ کر آنکھیں چرا لیتی ہے۔
۲- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں - اگرچہ زلیخا کی آنکھیں روزن زندان کی طرح بے نور ہوچکی تھیں لیکن اس کی عجز آمیز نگاہوں نے آخر یوسف کو پھانس ہی لیا۔

۳- اگر محبوب کے نقش ہای پا عاشق کی قبر پر جاپہنچیں تو اسے اتنی مسرت ہو کہ خندۂ شادی کی وجہ سے اس (قبر) کے ہونٹ کبھی ملنے ہی نہ پائیں۔
۴- یہ غزل نسخہ ب میں نہیں۔

گشته ۱ گل دامن قیامت
چاک گریبان داد خواهش

آنکه تو باشی شفیع حالش
ناز برحمت کند گناهش

سر شکنی ۲ نام انتقام است
بشکنم از گوشه‌ی کلاهش

جا بدل اهل درد دارد
سینه گداز است هر که آهش

آنکه غنیمت شمردم او را
خوانده جهانی جنون پناهش ۳

۷

حدیث چشم تو آمد بیان سرمه‌فروش
چو ابروی تو سیه شد زبان سرمه‌فروش

ز بسکه چشم تو افگند سرمه را ز نظر
شدست گرو کسادی دکان سرمه‌فروش

نظر ۴ بخاک ره او غبار خاطر کیست
اگر بگرد رود کاروان سرمه‌فروش

۱- دامن قیامت قبای گل کی طرح چاک چاک ہوگیا ہے۔

۲- اگر کوئی کسی کا سر پھوڑ دے تو سزاوار انتقام ہے یا اس حرکت کو انتقام کہتے ہیں ، اس لئے میں اس کی ٹوپی ایک طرف کو جھکا دوں گا۔

۳- جسے تم غنیمت کہتے ہو اہل دنیا اسے جنون پناہ کے نام سے پکارتے ہیں۔

۴- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں۔

کشید۱ سرمه بچشم ستارهای فلک
ز دست چشم تو دود فغان سرمه‌فروش

ندیده گوشه‌ی چشمی ازان هلال ابرو
سیاه چون نشود خانمان سرمه‌فروش

بدور چشم تو نشنید نام سرمه کسی
بریده خنجر مژگان زبان سرمه‌فروش

رسیده است غنیمت بعهد خاک درش
ز سنگ۲ سرمه شکستی بسان سرمه فروش

۸

تا سر زلف سیاه تو شده دام‌فروش
صیدها گشته بسودای تو آرام فروش

بسکه دارند بتان چشم بدست ساقی
میدهد یاد کفش از کف بادام‌فروش

چشم بدمست تو هر جا در میخانه کشود
دیده‌ی نیست جو نرگس۳ که نشد جام فروش

مفت۴ آن عاشق بیدل که بجان می خردش
قاصدی چون شود از لعل تو پیغام فروش

۱- سرمه فروش کی فغاوں کے دھوئیں سے آسماں کے ستاروں کی آنکھیں سرمه آلود هوگئیں ، یعنی ستارے دودھ آلود هوگئے اور چمک دمک کھو بیٹھے -

۲- اس شکست کی ذمه داری سنگ سرمه پر اس لئے عائد هوتی هے که وه کیوں ایسا سرمه نه تیار کرسکا جو خاک در یار کا مقابله کر سکتا - سال سرمه فروش : وه پتھر جس پر سرمه پیستے هیں -

۳- چشم مخمور کو نرگس سے تشبیه دیتے هیں، وبالعکس نیز -

۴- چوتھا اور چھٹا شعر نسخه ب میں نهیں - مفت : قربان -

هست هر داغ جگر چشم خمار آلودی
لب میگون تو تا گشته بما کام فروش ۱

روسیاهی بودش حاصل خویش از ایام
چون نگین هر که بود از دگران نام فروش ۲

این غزل طرحی صیدیست۳ غنیمت هشدار
چه ضرور است شدن این همه ابرام فروش

۹

نیست همدردی مرا غیر از دل نالان خویش
هست مانند جرس گوشم پر از افغان خویش

رفت دل از جا و جوش گریه‌ی ما کم نشد
چشمه برهم خورده باشد آب در طغیان خویش

نام او بردم شنیدن۴ گشت ممنون زبان
یاد او کردم شدم شرمنده‌ی احسان خویش

بر گرفت امروز زاهد پنبه از مینای می
چشم آن دارد که بندد رخنه‌ی ایمان خویش

از کف بیداد هر خاری گریبان می درد
آن که دست صد چمن گل دیدی در دامان خویش

۱- کام فروشی : مطلب برآری -
۲- نگینه پر همیشه دوسرے آدمی کا نام کندہ ہوتا ہے -
۳- صیدیست کا ٹکڑا واضح نہیں - کاتب کا تصرف معلوم ہوتا ہے -
ابرام : اصرار ، اعادہ وغیرہ -
۴- شنیدن : قوت سماع یا کان -

یک نظر هم فرصت نظاره‌ی رویش نداد
داشتم چشم دگر از دیده‌ی گریان خویش

چون غنیمت تشنه‌ی دیدار آن خضرم که خواند
شستن دست از دو عالم چشمه‌ی حیوان خویش

۱۰

آنکه۱ کشد حسرت دهان نگارش
غنچه شود گل اگر برند بمزارش

هست۲ زمینی که جای جلوه‌ی حسنش
دام شکار پری است موج غبارش

شعله۳ عشقش نداد تاب گدازم
آب بلذت نخورد خاک دیارش

می‌کده‌ی بی‌خودی است صیدگه او
آب رخ باده ریخت خون شکارش

هر که نفس را شمرده میزند امروز
نیست غم باز پرس روز شمارش

آنکه دلش سوزد از هوای رخ یار
بوی کباب خود است باد بهارش

دیده‌ی گریان شده است حلقه‌ی گوشش
حال غنیمت که کرد گوش گزارش

۱- یه غزل نسخه ب میں نہیں - چوتھا اور چھٹا شعر صرف صدیقی نسخه میں ہے -

۲- جہاں محبوب جلوہ فگن ہے اس سر زمین کا گردوغبار دام شکار ہے ، جس میں لوگ پھنس کے رہ جاتے ہیں -

۳- شعر کی یہ صورت صرف صدیقی نسخه میں ہے - یعنی‌سوء اتفاق سے اس کے شعله عشق نے مجھے پگھلنے کا موقع نہ دیا - کیونکہ محبوب کی خاک دیار کے پینے میں کوئی لذت محسوس نہیں کرتی -

۱۱

یکبار اگـر در آئینه بینی بـروی خـویش
بـاشی طپش رفیق مـن از آرزوی خـویش

از بسکه صرف گوهـر پاک تو شـد صفا
بیند ز پشت پای تـو آئینه روی خـویش

یـابی خبـر اگـر ز ستم های خـویشتن
خـود هم چنین دلیـر نیای بکـوی خـویش

دل تـا شـدست جلوه گـه یـاد گل‌رخی
چون غنچه چاک کرده گریبان ز بوی خویش

از بـسکـه احـتساب بگـردن گـرفته شـیخ۱
ترسم که بشکند سر همچون کدوی خویش

سـرتا بپای مـن رگ سودای یـار بـود
تا کرده ام نظر ز تامـل بسوی خویـش۲

چشمی۳ کسی که دیده بروی تو یک نظر
دروازه‌ی بهـشت به بـندد بـروی خویش

تا صرف حسن کیست غنیمت حدیث مـن
دیوانه کرده است مـرا گفتگوی خویش

۱- احتساب : از شراب و منهیات منع کردن - به گردن گرفتن : ذمه‌داری لینا - چونکه شیخ نے احتساب کا فرض اپنے ذمه لے لیا ہے اس لئے اگر کوئی اس کا کدو سا سر پھوڑ دے تو تعجب نه ہوگا -

۲- نسخه الف اور مطبوعه میں تغافل ہے ، جو مناسب نہیں - صدیقی نسخے میں تامل ہے -

۳- یه شعر نسخه ب میں نہیں -

۱۲

بجز سنگین دلی پیدا نشد از طرز و آئینش ۱
برآمد کان آهن کافتم چون کوه تمکینش

دران گلشن که گردد جلوه‌اش خونریز طاقتها
بود هم چشم مژگان ترم انگشت گلچینش

نماید۲ از گداز خویش چشم گریه آشوبی
تهی آغوشی عاشق ز رشک خانه‌ی زینش

تب گرم محبت هر کرا در استخوان گیرد
رگ بیمار باشد رشتهای شمع بالینش

بظاهر هر کرا با جبهه‌ی وا کرده می بینی
بود۳ چون جوهر آئینه پنهان در جبین چینش

بدیوان عدالت حق نگهبان شعر دزدی را
که بوی خون نا حق آید از مضمون رنگینش

غنیمت این غزل بر تربت صائب اگر خوانم
بجوش آید برنگ خون عاشق خاک بالینش

۱- نسخه الف میں مصرعه اول : بجز سنگین دلی پیدا نه شد از دیده و بینش هے ، جو درست نہیں معلوم هوا ۔

۲- یعنی عاشق کی آنکھ گریه آشوب محبوب کو خانه زین میں بیٹھا دیکھ کر رشک سے طوفان بپا کئے هے ۔

۳- جس طرح آئینه میں جوهر آئینه چھپا هوتا هے ، اسی طرح تیور ان کی پیشانی میں هر وقت موجود رهتے هیں ۔

۱۳

دادهاند آن کس که در بزم جنون پیمانه اش
در جهان چشم پری باشد چراغ خانهاش ۱

یارب این‌مجنون صحراگرد سودای که داشت
درد می خیزد بجای گرد از ویرانهاش

استخوان چون شمع می سوزد شهید عشق را
جای آن دارد اگر گردد هما پروانهاش

هست چون مژگان عاشق دور آن زلف سیاه
قصه‌ی طوفان غم‌ها بر زبان شانهاش

از سر سودای زلف او ز بس لبریز شد
بیضه‌ی مار است پنداری سر دیوانهاش

سبزه از دود است کشت بی‌قرار عشق را
در زمین باشد سپند روی آتش دانهاش

تا تهی از خود نگشتم منزل او دور بود
چون ز خود رفتم غنیمت یافتم کاشانهاش

۱۴

تهمتن آنکه گزشتن ز خود بود تیرش ۲
بریدن از سر کونین زخم شمشیرش

۱- نسخه الف میں آتش زنی آیا ہے ، صدیقی نسخے میں آتش زدن آیا ہے - مجھے نسخہ ب قابل ترجیح معلوم ہوا ، جس شخص کو بزم جنون میں پیمانہ نصیب ہو ایسے شخص کی خوبی قسمت کے کیا کہنے - پریوں کی آنکھیں اس کے یہاں چراغ خانہ کی خدمت سر انجام دیتی ہیں -

۲- تہمتن : تہم اور تن سے مرکب ہے - قوی‌الجثہ ، رستم کا لقب تھا - یعنی رستم کہلانے کا مستحق وہ شخص ہے جو اپنی ذات کو فنا کر سکے -

ز حلقه‌سازی دود کباب سینه‌ی خویش[۱]
هنوز چشم‌براه است شوق نخچیرش

چها کند بگریبان عاشق از شوخی
بتی که کاغذ خود را دریده تصویرش

فریب پیری زاهد مخور درین صحرا
که حلقه ایست قد خم ز دام تزویرش

قرار خوی ستم‌دیدگان نازش نیست[۲]
برنگ آه ز دل می‌جهد برون تیرش

ز بی‌نیازی صیاد خویش دلخونم
که بانگ ریزش خون من است تکبیرش

شود چگونه **غنیمت** رها ز بند کسی
که ناله نیز نیاید برون ز زنجیرش

۱۵

ازین که ماند تهی در شب وصال آغوش
مرا چو موج شده آب ز انفعال آغوش

ز بسکه جلوه‌گه مهر روی او شده‌ایم
بیاد خویش کشادیم چون هلال آغوش

۱- شکار کے سینے کے گوشت سے کباب بنایا جا رہا ہے ، دھواں اٹھ رہا ہے اور فضا میں حلقے بن رہے ہیں - گویا یہ آنکھیں ہیں جو ابھی تک محبوب کی آمد کی راہ دیکھ رہی ہیں -

۲- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں - محبوب کے ستم دیدگان ناز کو کیسے سکون نصیب ہو سکتا ہے، وہاں بے تابی کی یہ حالت ہے کہ تیر ان کے سینے سے آہ کی طرح کود کر نکل جاتا ہے -

جـدا ز وعده فراموش کار من باشـد۱
برنگ حلقه‌ی ماتم پـر از ملال آغوش

کنار حسرت من منظر نگاه که۲ شـد
که هست شوخ تر از دیده‌ی غزال آغوش

کنـم بشمع جمالـت خیـال فـانوسـی
ز جلوه‌ی تـو درآیـد بـوجـد و حـال آغوش

ز بسکـه مـوج لطافت زنـد سـراپایـت۳
شـد از خیـال تـو پیمانه‌ی زلال آغوش

ز جـلـوه منتـظر انـت‌بـود غنیمت را
چو نقش نعل سمند تو خاک‌مال آغوش

۱۶

بـزمی که بدست تـو بـود دور ایاغش
باشـد نـگـه‌ی چشم پـری دود چـراغش

از نـکهت زلـف تـو صبا گفت بـطـاؤس۴
در بـادیـه نـاسور چـکان شـد گل داغش

آن غنچه که نام دهن تنگ بتان است
در دیـده‌ی عـارف سـر خاریست ز باغش

۱- جب میں اپنے فراموش کار محبوب سے جدا رهوں تو میری آغوش حلقه ماتم کی طرح پر از ملال رهتی هے - تیسرا شعر اور مقطع نسخه ب میں نهیں -
۲- کدامیه -
۳- چونکه محبوب کا سراپا سراسر لطافت هے ، اس لئے تمهارے تصور هی سے میری آغوش پیمانه زلال بن گئی -
۴- جب بادصبا نے طاؤس سے تمهاری مشکیں زلفوں کا تذکره کیا تو اس کے پروں کے گل های داغ رنج رشک سے ناسور بن گئے -

رندی که بمی خانهٔ ما کرد گزاری۱
چون غنچه شکست دل خود داد ایاغش

عاشق۲ سحر وصل نداند که چه رنگست
تا عشق پریشان نکند مغز دماغش

این آب و هوا می دهد از کوی کسی یاد
در گریه و فریاد توان کرد سراغش۳

این بادیهٔ هوش ربا صیدگه کیست
شمشیر سیه تاب بود هر پر زاغش

امروز غنیمت سر کونین ندارد
با روی تو از هر دو جهان است فراغش

۱۷

دلی دارم خراب نرگس میخانه سامانش
که می روید کدو پر باده از خاک شهیدانش

ز بیداد سپند شوخ چشمم بسکه میترسد
خط نیل است بر رخسار آتش دود پیچانش

چسان دل میتوان برداشتن از ناوک اندازی
که دارد گوشهٔ چشمی بما بادام پیکانش

حدیث عاشقی‌ها زان شکم‌پرور چه می پرسی
که شیرین تر بود از لعل معشوقان لب نانش

۱- غنچه کھل کر پھول بنتا ہے - جب وہ خوش نصیب رند ہمارے مے خانہ میں آیا تو اس کا غنچہ دل بھی کھل کر پھول بن گیا -
۲- عاشق ہجر و وصال کے نشیب و فراز سے بے نیاز رہتا ہے - پانچواں اور چھٹا شعر نسخہ ب میں نہیں -
۳- گریہ و فریاد کو آب و ہوا کہہ رہا ہے -

غبار سرمه کی گردد حریف شمع گفتارم۱
که عمری کرده ام شاگردی چشم سخن‌دانش

جهانی شد شهید دست تیغ بی‌وفا شوخی
که نتوان بست هرگز تهمت خونم بدامانش

ز دیوان قیامت انتخاب مصرعی کردم
نظر افتاد چون بر جلوه سرو خرامانش۲

بروی دل در معنی **غنیمت** باز می‌بینم
نظرها دوختم از بسکه بر چاک گریبانش

۱۸

حسن محتاج ثناگر نیست در آئین خویش
گل بصد رنگین زبانی میکند تحسین خویش

تا دهد ترتیب دامی از برای صید خلق۳
زاهد ما رخنه‌ها می‌افگند در دین خویش

باشد از شرم دهان تنگ آن حیرت نواز
غنچه‌ی **گل** مشت آبی در کف گلچین خویش

با صفای باده‌ی انگوری ما کی رسد
بفشرد صد ره فلک گر خوشه‌ی پروین خویش

۱- سرمه نگلنے سے گلا بند ہو جاتا ہے - شاعر کہتا ہے کہ مجھ پر غبار سرمہ اثر انداز نہیں ہو سکتا ، کیونکہ میں تو برسوں اس کی چشم سخنداں کا شاگرد رہا ہوں -

۲- محبوب کے سرو خراماں کو دیوان قیامت کے مصرعہ سے تشبیہ دی ہے -

۳- اس غزل کا دوسرا ، چھٹا اور ساتواں شعر نسخہ ب میں نہیں - رخنہ : سوراخ - زاہد لوگوں کو پھنسانے کے لئے دین میں خرابیاں پیدا کر رہا ہے -

شیخ نادانسته لاف خاکساری می‌زند
دیدمش تا سینه پنهان در غبار کین خویش

موج‌ها را بال قمری می کند پرواز شوق[۱]
چون شود سرو کنار جو بآن تمکین خویش

تا بجیب دل فرو بردم برنگ غنچه سر
شد دهن پر خون مرا از معنی رنگین خویش

بگذرد در خاطرش گر یاد ما دل‌خستگان
خون شود ماند یاقوتش دل سنگین خویش

بعد مردن بر مزارش گل کند شاخ‌نبات[۲]
گر برد نام غنیمت برلب شیرین خویش

۱۹

من و مهری که شد غارتگر اسباب آسایش
چو شبنم برد از من گوهر نایاب آسائش

ز حسن حیرت‌افزای تو تصویر خودم گوی
بود در عین بیداری مجسم خواب آسائش

سری دارم چو مجنون بی‌قرار سجده‌ی کوی
که هرگز رو نیارد جانب محراب آسائش

بخون خلق می بندد کمر از سخت‌جانیها
چو تیغ آن را که شد موجود یکدم آب آسائش

۱- جب میرا محبوب بایں شان تمکین لب جو پر جلوہ فرما ہوتا ہے تو پرواز شوق سے موجیں قمریاں بن بن کر اڑنا شروع کر دیتی ہیں ۔ قمری کو سرو کا عاشق کہتے ہیں ۔

۲- شاخ نبات : کوزے کی مصری ۔

نمی سوزد دل تصویر دیبا بهر بیماری
ز حال بی‌قراران غافل‌اند ارباب آسائش

غنیمت بسکه با اندوه شب‌ها[۱] را بسر بردم
چراغم رنگ‌ها می باخت در مهتاب آسائش

۲۰

نباشد از ته دل نالهٔ عاشق ز بیدادش[۲]
بود بانگ شکست ساغر تبخاله فریادش

درین گلشن نگاری سرکشی دارد بفریادم
که باشد دود آهم سایهٔ از سرو آزادش

زند تا چشم برهم[۳] وصل شیرین خواب میگردد
شرار سنگ باشد کوکب اقبال فرهادش

دل دیوانهٔ شوق شهادت برده از خویشم
که باشد جوهر شمشیرها بال پریزادش

ز دستش می‌جهد بیرون برنگ برق بیتابی[۴]
سری دارد بما گردن‌نیازان تیغ بیدادش

۱- مطبوعه نسخه میں ' روز و شب ' ہے، رنگ باختن : رنگ فق ہونا ـ یہ غزل صدیقی نسخے میں نہیں -

۲- یہ غزل نسخہ ب میں نہیں ، جس طرح ساغر می کی آواز شکست کوئی اہمیت نہیں رکھتی - یہی حال نالۂ عشق کا ہے -

۳- چشم برهم زدن : آنکھ جھپکنا -

۴- محبوب عشاق کے قتل کے لئے تیغ بہ دست ہے لیکن تلوار ہے ' کہ برق بے تاب کی طرح ہاتھ سے اچھل کر باہر جا پڑتی ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تلوار کو عشاق کا خاص خیال ہے کہ ان کے قتل پر یوں آمادہ نظر آتی ہے -

غزالم بسکه در آغوش گیرای نمی گنجد
برنگ موج شد آب از خجالت دام صیادش
بکنج حسرت از هجرش دل افسرده‌ی دارم
که چون کافور تنهای دهد هر روز برbadش ۱
غنیمت در دبستان آتشین رخساره‌ی دارم
که چون خورشید سوزد وقت سیلی دست استادش

۲۱

بسکه یک رنگم بخاک آستان یار خویش
بر سر کویش گزارم از غلط دستار خویش
آنقدر از خود جدا ماندم بهجرانش که بود
در کفم آئینه داغ حسرت دیدار خویش
دید تا اندازهای غمزه‌ات در کار دل ۲
تیر میخندد بخود پیوسته از سوفار خویش
بر سر کوی که سامان چراغان کرده اند
سوخت این پروانها را گرمی بازار خویش
بسکه گرم گفتگوی لاله‌روی بوده است
بلبلم چون غنچه آتش داشت در منقار خویش

۱- اگر کافور کو علیحده رکھا جائے تو وہ اڑ جاتا ھے ، اسی لئے سیاہ مرچ عام طور پر ڈبیه میں رکھ دیتے ھیں -

۲- انداز : سرگذشت ، واقعه -

اعتبار۱ طرز بی پروا خرامیهای اوست
خندهٔ بی‌اختیار کبک بر رفتار خویش

تا تو از میخانه رفتی مست استغنا برون
دختر رز راست موجش سیلی رخسار خویش۲

کافر آئینی که بر وضع غنیمت خنده داشت
همچو برق آتش شد و افتاد در زنار خویش

۲۲

جهان برمن سیه کرد از تغافل چشم جادویش
ز جا برخاست گرد سرمه از رم‌های آهویش۳

ز بس بر آستانش گرد شد دلهای مشتاقان
صبا چون آه دردآلوده بر میگردد از کویش

درین گلشن بعشق نو گلی قالب تهی کردم
که در هر گام ز آغوش صبا بیرون جهد بویش

نمی گویم غبار خط ز رخسارش پدید آمد
نگه کار نفس کردست بر آئینهٔ رویش

۱- اعتبار : اچھا سمجھنا -

۲- نسخه الف میں رفتار آیا ھے ، جو غلط ھے - محبوب کا شراب پیئے بغیر شراب خانه سے نکل جانا دختر رز کے منه پر ایک طمانچه ھے -

۳- محبوب کی چشم تغافل پسند کوزم آھو سے تشبیه دے کر سرمے کا غبار اٹھایا ھے ، اور اس طرح دنیا کو اپنی آنکھوں میں سیاہ کر لیا ھے -

۴- جس طرح سانس سے آئینه گدله ھو جاتا ھے اسی طرح محبوب کے آئینه رخسار پر خط سبزه نہیں بلکه گرد نگاہ کی کارفرائی ھے که دھندلا دکھائی دے رھا ھے -

ز بس دل در سواد زلف او هندوستانی شد
نمی فهمد زبان ترکی چشم سخن‌گویش

خراب جلوه‌ی خود داردم مستانه رفتاری
که در چشمم بود موج می پر زور بازویش

سحر گرد خجالت‌های روی خویشتن گردد
نقاب آنجا که بردارد صبا از روی نیکویش

غنیمت تشنه‌ی دیدار عمری بر درش رفتم
بطوفان داد از موج گداز گرمی خوی‌اش

۲۳

یکبار اگر در آئینه بینی عذار خویش
بیتاب تر ز شعله شوی درکنار خویش

فریاد بلبلان تو زین نه چمن گذشت
آگه نه‌ای هنوز ز جوش بهار خویش

دنبال گرد کیست دل رم سوار من[۱]
گردید عمر صرف ره انتظار خویش

گر یک قدم به تربت عاشق گزر کنی
آید برون ز خاک به طوف مزار خویش

۱- یه شعر تعریف سے بے نیاز ھے، بالخصوص دوسرے مصرعے کی لطافت بیان نہیں ھو سکتی۔

فرد

۱

خوشا عشقی که بر خود ناز دارد طبع رنجورش
به گرد خویش چون گرداب گردد زخم ناسورش

۲

عاشقی را که نه پرسند بتان احوالش
خاک در دیده‌ی آئینه زند تمثالش[۱]

۳

اگر این است آب چشم عشاق جگر ریششش
برنگ تاک خواهد سبز شد زنجیر مجنونشش

۴

شد خدنگت دل‌نشین از خوبی پرهای خویش
کرده این معشوق چار ابرو به دل‌ها جای خویش



۱- تمثال: عکس - ضمیر 'شہن'، کا مرجع عاشق ہے۔

ردیف ق

۱

وحشتم داد می تند ز پیمانه‌ی برق
رفتم از خویش بیک لغزش مستانه‌ی برق

دل چو بگداخت شود مسکن بی‌تابی عشق
نیست چون موج ازین آب برون خانه‌ی برق

چشم مشتاق۱ تو سرمایه‌ی معموری ابر
گرمی خوی تو آبادی ویرانه‌ی برق

گشته۲ تا موج می از دیده‌ی ساغر پیدا
در جهان خواب فراموش شد افسانه‌ی برق

فرد

چون صبح روشن از نفسم شد چراغ عشق
بالید سینه ام بخود از شور داغ عشق



۱- مشتاق : عاشق -

۲- جب سے ساغر میں موج مے اٹھی ہے لوگ برق کے افسانہ دل‌آویز کو بھول گئے ہیں اور وہ اپنی لطافت کھو بیٹھی ہے ۰

ردیف کاف

۱

کی تواند شد دل من مرد میدان سرشک۱
سنگها شد توتیا در زیر دندان سرشک

در نگاه کوچه گردان دیار عاشقی است
رنگ روها گرد بازیگاه طفلان سرشک

گریه رنگی میدهد دیگر دل پرداغ را
تازه گردد این چمن در فصل باران سرشک

نامه‌ی شوق که میگردد رقم آگه نیم
صفحه‌ی رخسار خوبان دارد افشان سرشک۲

غم خریداران او را لخت دل در بارها است
کاروان افتاده راهش بر بدخشان سرشک

راز دل پنهان نخواهد داشت شور گریه ام
بر سر بازار رسوائیست جولان سرشک

آب شد چون موج ماهی از گداز شرمها
تا غنیمت آشنا گشتم بطوفان سرشک



۱- یه غزل صرف نسخه ب میں ہے -

۲- افشان : پانی کی بوندیں - زیور جو عورتیں ماتھے پر باندھتی ھیں -

ردیف گ

۱

سر کند غمزه‌ی بی‌رحم تو چون جنگ پلنگ
خاک گردد چمن از ریختن رنگ پلنگ۱

دل صد پاره‌ی آهو به یک انداز کشد۲
دست‌برد مژه‌ی شوخ تو از چنگ پلنگ

از نگاه غضب‌آلود تو دل می‌لرزد
دارد این آهوی بی‌باک تو آهنگ پلنگ۳

هست خوی ستم‌اندیشش کسی مد نظر
شد فراموش غنیمت ز دلم چنگ پلنگ



۱- یہ غزل بھی صرف نسخہ ب میں ہے ، چون غمزہ بی رحم تو با پلنگ آغاز جنگ کند - زمین از ریختن رنگ پلنگ مثل چمن می نماید -

۲- متن میں سگ انداز ہے - بہ یک انداز درست معلوم ہوا ، دست برد : حملہ - یورش -

۳- آهنگ : جرأت -

ردیف ل

۱

الفت نازک دلان را جنگ باشد در بغل۱
اختلاط شیشها را سنگ باشد در بغل

هر خطی را برکف دستم جدا از دامنت۲
ناله و فریاد تار چنگ باشد در بغل

تا نرفتی بر کنار از جادهٔ طول امل۳
هر قدم راه ترا فرسنگ باشد در بغل

ظاهر این سادهدلها پرده روی ریا ست
بیضهٔ طاؤس را نیرنگ باشد در بغل۴

سیر دلها کن که در میخانهٔ ما چون حباب۵
شیشهها را بادهٔ بی رنگ باشد در بغل

زهر در زیر نگین دارند ارباب دول
خوبی این نامها را ننگ باشد در بغل

مو بمویم را غنیمت در غم آن بیوفا
همچو تار سازها آهنگ باشد در بغل

۱- نازک دل الفت کا جواب جنگ سے دیتے ہیں اور محبت کے آبگینوں کو نامہربانی کے پتھروں سے پالا پڑتا ہے -

۲- دوسرا اور پانچواں شعر نسخہ ب میں نہیں - یہ شعر نسخہ الف اور مطبوعہ میں غلط مرقوم ہے مگر صدیقی صاحب کے نسخے میں وہ صورت ہے جو درج متن ہے اور یہی درست ہے -

۳- جادهٔ طول امل کا ہر قدم فرسنگ کی حیثیت رکھتا ہے -

۴- بیضهٔ طاؤس دیکھنے کو تو بالکل سادہ ہے لیکن اندرونی نقش و نگار نیرنگ سے پر ہیں -

۵- اس شعر کو بیت‌الغزل کہنا چاہیئے -

۲

درازدستی معشوق برگزیدهٔ بلبل[۱]
عیان شده است ز پیراهن دریدهٔ بلبل

بگلشنی که توی جلوه‌گر ز شاخ برون شد
بجای غنچهٔ گلها سر بریدهٔ بلبل

بیا و گرمی دکان گل‌فروش چمن شو
که زد بر آتش گل بی تو آب دیدهٔ بلبل

فغان که طفل نفس ساز غنچهٔ چمن ناز
خبر نه داشت ز مرغ دل رمیدهٔ بلبل

کدام گوش که چون گل هوای زخم نه دارد
دمی که تیغ کشد نالهٔ کشیدهٔ بلبل

بسیر گلشن روی که رفته است **غنیمت**
که باز نامده هوش از سر پریدهٔ بلبل

۳

طعنهٔ چاک گریبان تو بر دامان گل[۲]
خندهٔ صبح بناگوش تو بر سامان گل

گردی از جولانگه نازک نهالت شان سرو[۳]
شبنمی از نوبهار جلوهات طوفان گل

۱- یه غزل صرف نسخه ب میں ہے - پیراہن دریده : پیراہن چاک شده -

۲- یه غزل صرف نسخه ب میں ہے - شاعر می گوید ، چاک گریبان تو بر دامان گل طعنه می کند و نیز صبح بناگوش تو بر سامان گل خنده می زند -

۳- یه شعر متن میں یوں ہے :

کردی از جولانگه نازک نهالت شان برو
شبنم از نو بهار جلوهات طوفان گل

اس کی درستی میں جو دقت پیش آئی اس کا اندازه لگائیے -

گشت از شرم رخ او آب شبنم نام یافت۱
آیه‌ی لطفی که آمد از فلک در شان گل

نکهت گل بی رخت رخت سکون بر باد داد
تا تو رفتی از چمن بیرون برآمد جان گل

هر نفس یادم دهد از آتشین رخساره‌ی
هان عزیزان سوختم دست من و دامان گل

شد غنیمت از خیال گلشن رخسار او
غنچه‌ی دل قبله‌گاه عاشق حیران گل۲

۴

باده‌ی تند از نگاهش ریخت تا در جام گل
دست بر دوش صبا رفت از چمن آرام گل

گلشن از موج رطوبت آن قدر سیراب شد
کز زبان شبنم برآید گر بگیرم نام گل

بی‌قراریهای گلشن در هوای روی کیست
کز شراب رنگ خالی یافت بلبل جام گل

۵

زهی در صیدگاه عشق تو شیرافگنان بی‌دل
بخون غلطیده چشم خوش‌نگاهان آهوی بسمل

نیم واقف ز راه جست و جویت این قدر دانم
که هست از هر دو عالم در گزشتن اولین منزل

نباشد معنی شوق تو گر مضمون فطرتها
بود بر صفحه‌ی هستی رگ جانها خط باطل

۱- اس شعر اور پانچویں شعر کی نازک خیالی کی تعریف نہیں ہو سکتی -
۲- نسخه ب میں غنچه بر دل ہے ، جو غلط ہے -

فرد

باشد اگر حدیث خط او بیان گل
گردد سیاه چو غنچه‌ی سوسن زبان دل



ردیف م

۱

بهجران تو دوران کرد چندان زهر در کامم
که یاقوت نگین را تلخ میگردد لب از نامم

کدامین وعده‌فرما انتظار آشوب گلشن شد
که هر دم گریه می‌آید بحال چشم بادامم

چو گل گوش مرا جام شراب خنده گرداند
دهد چون قاصدی از لعل میگون تو پیغامم

بیابانی است محفل بی رخت از وحشت دلها
دهان شیر خون آلوده باشد در نظر جامم

ز تاثیر نگاه شوخ صیادی که من دارم
بیابان گرد شد چون چشم آهو حلقه‌ی دامم

بیاد شمع رویت چون چراغ ناله افروزم
شود پروانه‌ی صبح قیامت کشته‌ی شامم

غنیمت در رمیدن‌ها ز آهو بگزرد صحرا
رود گر بر زبان خار او حرفی ز آزارم

۲

نه چون آئینه در چشم از تو آب ساکنی دارم[۱]
که در دل همچو جوهر پیچ و تاب ساکنی دارم

بهم جوشید صلح و جنگم از اعجاز عشق است این
که چون یاقوت من در آتش آب ساکنی دارم

۱- یہ غزل نسخہ ب میں نہیں -

نخواهم رفت از جا هر قدر بی تاب تر گردد
پریدن‌های چشمم اضطراب ساکنی دارم

دماغ منت ساقی ندارم خون دل کافی است
برنگ غنچه در مینا شراب ساکنی دارم

گران‌جانی چو مویم از بدن رست است پنداری
سراپای چو مخمل نذر خواب ساکنی دارم

چه پروا دارم از بی‌مهری گردون که هر صبحی
ز داغ عشق بر دل آفتابی ساکنی دارم

سوار کشتی دریای شوقم ای صبا رحمی
که در راه ز خودرفتن شتاب ساکنی دارم

نگاهت در حیا پنهان دلم در سوختن حیران
شراب ساکنی داری کباب ساکنی دارم

غنیمت از زبان گوشه‌ی ابروی هر مصرع
برای میرزا صائب جواب ساکنی دارم

۳

گر بشنوی بگوش دل ما صدای خم۱
سر برنگیری از در دولت سرای خم

بوسیدنی است همچو لب جام در بهار
دست سبوی و گردن مینا و پای خم

۱- اس قافیه اور ردیف سے غنیمت نے اس غزل میں بعض نہایت عمده اشعار نکالے ہیں جو قابل داد ہیں، بالخصوص دوسرا اور پانچواں شعر -

امشب رطوبتی است هوا را که زهد خشک
شد ته‌نشین خاطر زاهد چو لای خم

می بود خاک را بفلک سر ز افتخار
روزی که می نمود ارادت بپای خم

از یاد چشم مست تو لبریز باده ام
مستانه می‌روم که نشینم بجای خم

برعکس روزگار فلاطون بعهد ما[1]
بیگانه می‌شود ز خرد آشنای خم

سر ناورد فرو چو غنیمت بهیچ رو
بیمار چشم یار بدارالشفای خم

۴

دل به یغما برده‌ی لطف مدام کیستم
دست و پا گم کرده‌ی تکلیف جام کیستم

چون گل تصویر دارم گوش بر دیوار لیک
نیستم آگه که مشتاق کلام کیستم

در ره من فرش دیبا کرده اند از خون کبک
می‌توان دانست مشتاق خرام کیستم

سایه‌ی من چون پری هوش تماشا می برد
اندکی واقف نشیدم مرغ دام کیستم

۱- افلاطون کی عادت تھی کہ جب فلسفیانہ مسائل پر غور کرتا تو ایک مٹکے میں بیٹھ جاتا ، تاکہ شور و غوغا مخل نہ ہو۔

هر نفس صد کاروان یوسف خریدار منست
بی سخن معلوم می گردد غلام کیستم

می روم از خود باستقبال قاصد هر نفس[۱]
چون غنیمت آرزومند پیام کیستم

۵

دل صد چاک زان شوخ ستمگر بود در دستم
دعا کردم بمژگان زخم خنجر بود در دستم

گرفتم دامن شوخی ز آمیزش گریزانی[۲]
خط از کفها جدا چون تار مسطر بود در دستم

بخواب بی‌خودی دیدم وصالت حاصل من شد
بخود باز آمدم دامان محشر بود در دستم

بیاد چشم او مستانه سیر باغ می کردم
ز هر تاکی رگ بیمار دیگر بود در دستم

ز جام می نماند امروز پروای فلک دل را
علاج شوخ چشمیهای اختر بود در دستم

نمیدانم که بیرون رفت دوش از محفل مستان
که طوفانی ز آب چشم ساغر بود در دستم

غنیمت شد ز جام می جهان در چشم ما روشن
تو گوی آفتاب ذره پرور بود در دستم

۱- نسخه ب میں مقطع نہیں -

۲- اس عہد کے مسطر گتے کے ٹکڑے پر بنائے جاتے تھے ، تھوڑے تھوڑے فاصلے پر عرض میں تاگا تان دیا جاتا ، اور جس کاغذ پر لکھنا ہوتا ، اسے مسطر پر رکھ کر اوپر سے دبا دیتے ، جس سے تاگے کے نشان لکیروں کی شکل میں کاغذ پر پڑ جاتے ، اب بھی شاید ایسے مسطر تلاش سے مل سکیں -

٦

ز ایجادم چو تار چنگ شد مقصود آوازم
بهر جا می زنی ناخن بود موجود آوازم

ز بس خونم بجوش آورد حرف لعل میگونی
بود چون قلقل مینا شراب آلود آوازم

حدیث ناتوانی گفته شد بی حرف و صوت امشب
نگاه چشم بیمار تو گویا بود آوازم۱

نمیدانم توی یا من و لیکن اینقدر دانم
که هر جا میگذاری پا برآید زود آوازم

بخاطر عقده از فریاد بی فریاد رس دارم۲
ز دل همچون جرس هرگز گره نکشود آوازم

برنگ شمع دارم بر زبان حرف از رخ و زلفی
نمیدانم که آتش میشود یا دود آوازم

غنیمت دل سپند مصرع سامی که می گویدم۳
"بغیر از سوختن از دل گره نکشود آوازم"

۷

شب که فال بوسه‌ی آن لعل جان‌پرور زدم۴
آب گردیدم ز حسرت غوطه در کوثر زدم

۱- محبوب کی چشم بیمار کو عاشق ناتواں کے حال زار کا ترجمان قرار دیتا ہے -

۲- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں - بی فریاد رس ، فریاد کی صفت ہے -

۳- یہ مصرعہ تینوں نسخوں میں کچھ اس طرح مرقوم تھا کہ درستی میں بڑی دقت پیش آئی -

۴- یہ غزل نسخہ ب میں نہیں -

انتقام می پرستان هم به نوعی دیگر است۱
محتسب گر زد مرا من رفتم و ساغر زدم

خواستم در چشم خود جای خیال او کنم
آب طغیان داشت زینجـا خیمه بالاتر زدم

سوزش مـن یادگار خـوی آتشناک اوست
میدهد بوی گل داغی که من بر سر زدم

شب که آن کان ملاحت داشت جا در سینه ام
نالـه سر کـردم نمک در دیـدهٔ اختر زدم

تا رسانم نشـهٔ طرز نظیری در غـزل
با علی امشب غنیمت می بیک ساغر زدم

۸

گداز آتش عشق تو ظالم کرده تا آبم
چو دریا درکنار خویش از شوق تو بیتابم

کدامین آتشین‌خو در خیال من گذر دارد
که هست از بی‌قراری برق بیتابی رگ خوابم

شبی کان شوخ در سر داشت فکر باده پیمای
شکست رنگ روی توبه‌ها بود ست مهتابم۲

ز غیرت گریه از بس چون نفس دزدیده ام در خود
کشم آهی اگـر بـر یـاد او فـوارهٔ آبـم

۱- نسخهٔ الف میں ''انتقام اهل مشرب اختراعی دیگر است،، ہے -

۲- شراب نوشی شب مہتاب میں زیادہ پر لطف سمجھی جاتی ہے - شاعر نے شکست رنگ توبہ سے مہتاب کا سماں پیدا کیا ہے -

نخواهم لاله زار گلشن ایران که سر بر زد
گل داؤدی صبح وطن از خاک پنجابم

غنیمت دل بر احوال علی سوزد که میگوید
"درون بیضه چون پروانه‌ی فانوس بیتابم"

۹

آب شد بسکه به دل ز آتش پنهان سخنم
می‌تراود چو قلم از سر مژگان سخنم

گشته یاد نگهش تا بدلم سرمه‌فروش
حرف بی‌صوت بود چون خط خوبان سخنم

میخورم خون دل و آب بقا در کام است
هست تا بر لب ازان غنچه‌ی خندان سخنم

بانگ احسنت نوائیست خراشنده بگوش
بسکه ناخن زده در خاطر یاران سخنم

وحشت‌آباد خیال تو بود بسکه دلم
کرد کار نگه گرم غزالان سخنم

نیست خالی ز اثر ناله‌ی آتش‌نفسان
پنبه‌ها سوخته در گوش عزیزان سخنم

بسکه انصاف نهان گشته غنیمت از دهر
تا بلب می رسد آهی است پریشان سخنم

۱۰

نمیدانم کرا امروز منزل بود در چشمم[۱]
که هر طفل سرشکی غارت دل بود در چشمم

۱- یه غزل نسخه ب میں نہیں -

تو ای عشرت‌طراز بزمها تا از میان رفتی
دهان شیشه‌ی می حلق بسمل بود در چشمم

نظر پوشیدنم حسن دل افروزش تماشا کن
چو دیدم پرده‌های دیده حائل بود در چشمم

ز حال دیده‌ی ابرآفرین بی او چه می پرسی
که قعر بحر طوفان‌خیز ساحل بود در چشمم

تذرو جلوه‌اش سرکرد چون دعوای رعنای
سراپا محضر طاؤس باطل بود در چشمم

غنیمت دوش دل بی روی آن خونریز طاقتها
شهید انتظار تیغ قاتل بود در چشمم

۱۱

بسکه سوزد دل بیاد عارض جانانه ام
نیست غیر از رنگ گل دود چراغ خانه ام

شب صفای طینت او در خیالم جلوه داشت
جوش سیل آب گوهر بود در ویرانه ام۱

شمع بزم گلستان گشتی و معلومم نشد
برگ گل می سوخت یا بال و پر پروانه ام

آن سیه مستم که سیر چشم آهو می‌کندم۲
بر رخ هر کس که وا گردد در میخانه ام

۱- چونکه محبوب کی صفائی طینت کا خیال میرے دماغ میں جلوہ گر تھا۔ اس لئے یہ اسی تصور کا اعجاز تھا۔ کہ جوش سیلاب بھی میرے ویرانے میں گوہر سے زیادہ منزہ اور پاکیزہ دکھائی دیتا تھا۔

۲- سیه مست : بدمست

دل شبی مست نگاهت بود می‌آید هنوز
بوی می چون خم ز دیوار و در کاشانه ام
یک سر مو وصف زلف یار گفتن مشکل است
گر صف آرای زبان سازد فلک چون شانه ام
بس که باخود پیچ و تاب عشق را در خاک برد
شاخ آهو گشت نخل تربت دیوانه ام
نالهٔ زنجیر از هر مصرعهٔ من شد بلند
تا **غنیمت** همزمین قاسم دیوانه ام

۱۲

بسکه حسن بی‌نظیرش کرده جا در سینه ام
روبروی من بود خالی ز عکس آئینه ام
یاد طفل شوخ چشمی بسکه در دل خانه کرد
شد نگاه دیدهٔ آهو نفس در سینه ام
می توان چون غنچه قفل امتحانی وا نمود۱
جز دل صد پاره نبود گوهر گنجینه ام
تا زدم دستی بدامان بهار صلح کل
بوی گل شد در دل دشمن غبار کینه ام
دل ز غم بی ساغر می تیره شد ساقی کجاست
تا کند روشن چراغی در شب آدینه ام
شد **غنیمت** تا دل من جای آن وحشی نگاه
می برد دل شوخ‌چشمی‌های داغ سینه ام

۱- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں - قفل امتحانی : وہ قفل جو بطور امتحان کھولنے کے لئے پیش کیا جائے -

۱۳

بیاد قد تو آهی که داشتم دارم
فغان شعله‌پناهی که داشتم دارم

ز رنگ کوکب طالع ندارم آگاهی
نظر بچشم سیاهی که داشتم دارم

هنوز زخم جگر منظر تجلی تست
بکوی وصل تو راهی که داشتم دارم

مرا ز قبله امید رو نگردیده است
خیال طرف کلاهی که داشتم دارم

زبان شکوه‌ی من بسته خواستن عبث است۱
سپهر عربده‌خواهی که داشتم دارم

هنوز حوصله مخمور باده‌ی ازلی است
ز یار چشم نگاهی که داشتم دارم

ز یار تندی خوی غنیمت است مرا
نثار برق گیاهی که داشتم دارم

۱۴

چنان از نشه‌ی جام شراب عشق مدهوشم
که باشد مستی چشم تو هم خواب فراموشم۲

تو ای مرهم‌فروش داغ دل تا از برم رفتی
چو زخم سینه دردافزا بود و امانده آغوشم۳

۱- آخری دو شعر نسخه ب میں نہیں - مجھ سے یہ خواهش کرنا کہ میں زبان شکوہ کو بند کردوں ، ممکن نہیں کیونکہ آسمان تا حال مجھ سے بر سر نزاع ہے -

۲- خواب فراموش : جو خواب بھول جائے -

۳- آغوش و امانده : خالی آغوش -

برنگ قصه‌ی زلف بتان باشد دل آویزم
ز صحرای رسد گر ناله‌ی زنجیر در گوشم

به تنگ آمد دل از شهر فلاطون خیز دانائی
بود شوق بیابان جنون غارتگر هوشم

صراحی بر نمیدارد سر فرسوده از پایم
نمیدانم درین میخانه دست کیست بر دوشم

سکوت من غنیمت گوهر معنی بکف آرد
بود بحر سخن را ساحل از لبهای خاموشم

۱۵

جدا از ساغر می گریه سامان شد هر انگشتم۱
علم چون گردن مینا ست با چشم تر انگشتم

سرت گردم بیک ساغر تسلی چون کنم خود را
که دارد از تو چشم جام چون نرگس هر انگشتم

جگرکاوی سحر بر یاد رخساری که می کردم
که دارد رنگ و بوی برگ گل ناخن هر انگشتم

گزیدم بسکه دست خویش دور از دامن وصلش
چو نی چندین دهان ناله شد پیدا در انگشتم

اگر زینگونه خواهم باخت رنگ از هجر خواهد شد
بچشم حلقه‌ی انگشتری میل زر انگشتم۲

۱- غنیمت نے ردیف ت میں انگشت کو ردیف قرار دے کر سات اشعار کی ایک غزل کہی ہے۔ اس غزل کو سامنے رکھ کر موازنہ کیجئے۔ پانچواں اور چھٹا شعر نسخہ ب میں نہیں۔

۲- میل: سرمہ لگانے کی سلائی۔

ندانم دست بر شمشیر مژگان که می بردم
که شد چون خامه چاک از امتحان او سر انگشتم
نه دانم نامه‌ی شوق که یارب بود در دستم
که مانند خدنگ امشب بر آورده پر انگشتم
غنیمت دامن وصل که رفت از کف نمیدانم
که باشد در غمش قواره‌ی چشم تر انگشتم

۱۶

می‌روم سویش و لیکن درپی کار خودم
خاک کوی یار می‌جویم طلبگار خودم
فکر زلفی دامها در خاطرم گسترده است
صید اویم گرچه در ظاهر گرفتار خودم
نیست بر من باغبان این چمن را منتی
از بهار داغ چون طاؤس گلزار خودم
نشه‌ی بزم محبت بی‌خودیها بوده است
تا تهی گردیدم از خود جام سرشار خودم
یاد چشمی در دلم رنگ اثرها ریخته است
شوخی انداز خود کرده است بیمار خودم
دست من نه گرفت غیر از گوشه‌ی دامان خویش
در ره افتادگی‌ها گرد رفتار خودم
چون غنیمت تا شدم فکر رسا را آشنا
دل نشین اهل معنی همچو اشعار خودم

۱۷

از بسکه انتظارکش عهد دلبرم
رنگ شکسته می چکد از دیده‌ی ترم

بهتر ز بیخودی نبود دولتی دگر
هوش پریده بال هما بود بر سرم

فرسوده بسکه در ره میخانه پای سعی
مانده است چون کدو سر و گردن ز پیکرم

صید مرا تغافل صیاد بسکه سوخت
در دامش اوفتاده سپندی ز مجمرم[۱]

تا نامه‌ی شکایت هجران نوشته ام
مژگان خون‌فشان شده بال کبوترم

دانسته‌ام ز بستگی کار خویشتن
کاندر جبین چرخ گره بود اخترم

عیشم ز بسکه بی تو شد آشفته چون انار
گردید قطره قطره جدا می بساغرم[۲]

تا عشق برگرفته غنیمت نظر ز من
بی‌درد تر دلی است ز بار صنوبرم

۱۸

بسکه خجلت ها کشید از روی مهمان خانه ام[۳]
از گداز شرم شد یک چشم گریان خانه ام

۱- میں محبوب کے دام عشق میں اس طرح جل رہا ہوں جیسے کہ سپند کو انگیٹھی میں ڈال دیا گیا ہو۔
۲- آشفتگی کا ایسا دل‌آویز نقشہ کون کھینچ سکتا ہے کہ بدبخت عاشق کی شراب بھی پیالے میں قطرہ قطرہ ہو کر رہ گئی۔
۳- نسخہ ب میں اس غزل کا صرف پہلا شعر ہے۔

لیلی‌ای محمل‌فروزم کرده تا عزم سفر
چون جرس دارد در و دیوار نالان خانه ام
می کشد مانند مژگان بی تو خنجر انجمن
دارد از من وحشت چشم غزالان خانه ام
چون دل عشاق جوش بیقراوی میزند
نیست خالی بی رخت از درد هجران خانه ام
سایه‌ی دیوار من زلف پریشان گشته است
شد لبالب بسکه از حال پریشان خانه ام
چون حباب صاف باطن بسکه مشتاق فنا ست
می کند بر روی آب از شوق جولان خانه ام
در مقام مفلسی هم پیشه‌ی ما خدمت است
بسته دست از تخته‌ای در پیش مهمان خانه ام
بسکه در عشقت شدم تیر ملامت را نشان
هست همچو ترکش‌ات لبریز پیکان خانه ام
تا توانی کن **غنیمت** پاسبانی‌ها مرا
غیر من دیگر ندارد هیچ سامان خانه ام

۱۹

سوختن شد در پریشانی ز بس سرمایه ام
میرود بر باد همچو درد آتش سایه ام
بسکه در طفلی زدم چون اشک خود موج گداز
چشم نمناک است پنداری کنار دایه ام

در غبار من بود چون ابر خورشیدی نهان
در لباس خاکساری آسمان‌پیرایه ام

زیر پا افتد پریشان سایه‌ام مانند زلف
بسکه شد آشفتگی چون کاکلش سرمایه ام

گرد باد دامن صحرای عجزم کرده اندم
شد بلند از خاکساریها غنیمت پایه ام

۳۰

چو بی روی تو در صحن چمن نظاره می‌کردم
برنگ گل ز دست خود گریبان پاره میکردم

کف پای نگارین ترا تا بوسه میدادم
خیال عارض خوبان گل‌رخساره میکردم

عروج اهل دنیا با تنزل بسکه میدیدم
خیال جستن و افتادن فواره میکردم

کف خاکستر گرمی که شب بر باد میدادم
دل من بود کز شوق تو اش آواره میکردم

سر از مستی کدوی باده شد امروز بر دوشم
منم کز پارسای عیب صد میخواره میکردم

غنیمت چشم بیمارش طبیب من نشد روزی
فغانی وار ورنه درد خود را چاره میکردم

۱- گرد باد سے غنیمت نے کیا اچھا خیال پیدا کیا ہے -

۲۱

یاد وحشی جلوه‌ی زد بسکه آتش در برم۱
می شود چشم غزال آئینه از خاکسترم

بسکه در راه تمنای تو ام فرسوده شوق
کاسه‌ی سر مانده باقی چون حباب از پیکرم

شوق چندانی که کم شد رنگ هستی باخت دل۲
کاستن دارد بقدر باده چون مه ساغرم

یا رب این طاقت بغارت برده صیاد که بود۳
شد ز حیرت جوهر آئینه‌ها بال و پرم

شهریار وسعت آباد جنونم کرده‌اند
سنگ طفلان است اکلیل مرصع بر سرم۴

از کف خاکم شکوه عشق می گردد بلند
شوق در هر جا صف آراید غبار لشکرم

معنی سیراب من هوش **غنیمت** برده است
میکند کار شراب امروز آب گوهرم۵

۱- محبوب کو اس کی کم آمیزی کے پیش نظر وحشی جلوه کہتا ہے - چنانچه یه اسی وحشت کا اثر ہے که عاشق کی خاکستر کے اثر سے آئینه چشم غزال بن گیا ہے -

۲- جوں جوں عشق کی کمی ہوتی گئی ، زندگی کا ذوق و شوق گھٹتا گیا ، گویا شراب کے کم ہونے سے یه ساغر بھی اسی نسبت سے چھوٹا ہوتا گیا -

۳- یارب این صیاد که تاب و توانم را بغارت برد ، کیست ! که از حیرت جلوه اش بال و پرمن مثل جوهر آئینه شل شد و از پرواز ماند -

۴- اکلیل : تاج -

۵- آب گوهر مراد معنی سیراب -

۲۲

درین محفل نشد گوش آشنای غیر آهنگم
بود شور کباب خویش فریاد دل تنگم

ز خود بینی چنان در روی عشقت منفعل گشتم
که هست آئینه چشم خونفشان از ریزش رنگم

بدست او نماند از شیشه‌ی من جز کف رنگی
هنوز آن بی‌مروت می زند دانسته بر سنگم

ندارم در بساط دهر از خود با کسی کینی
بفکر دیگران چون مهره‌ی شطرنج پرجنگم

بضبط حسن شوخش بر نمی آید کف خاکم[۱]
چو طوطی می پرد از چهره‌ی آئینه اش رنگم

نشد آگه کسی از گرمی شوق که من دارم
نهان در سختی ایام همچون آتش سنگم

مگر یارم غنیمت وعده‌ی دیدارها دارد[۲]
که از شادی نمی گنجد غم او در دل تنگم

۲۳

دل کشته‌ی نگاه تو رغبت کجا بریم[۳]
تیغ از تو آرزوی شهادت کجا بریم

۱- چوتھا اور پانچواں شعر نسخه ب میں نہیں -

۲- میری کف خاک اس کے حسن شوخ سے روبرو ہونے (ضبط) کی تاب نہیں لاسکتی - چنانچه جب اس کا آئینه صفت حسن میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو میرا رنگ رخ طوطی کی طرح اڑ جاتا ہے - یه شعر بیت‌الغزل ہے -

۳- یه غزل نسخه ب میں نہیں -

برما مبند تهمت کوتاهی طلب
لبریز اوست سینه ارادت کجا بریم

هرچند رحم شد صلهٔ اشک خونچکان[1]
از گریه آبروی محبت کجا بریم

فریاد من برنگ جرس از دل خود است
گم گشته راه حرف شکایت کجا بریم

عشق و زبان دعوی بیداد تهمت است
دل وقف اوست شکوهٔ غارت کجا بریم

نزدیک تر ز ما ست بما یار دلنشین
شوق طواف کعبهٔ الفت کجا بریم

از جان اسیر طرز جلالم که گفته است
"مائیم و یاد دوست" غنیمت کجا بریم

۲۴

حدیث زلف او با نالهٔ شبگیر می گفتم
جواب مصرعهٔ پیچیدهٔ زنجیر می گفتم

ز حرف ناصح بی رحم خود خونم بجوش آمد[2]
زبان تیز او میدیدم و شمشیر می گفتم

۱- اگر محبوب کے سامنے خونین آنسو بہائے جائیں تو وہ مائل بہ کرم ہو جاتا ہے - لیکن کون روئے اور کون عشق کو رسوا کرے -
۲- دوسرا شعر نسخہ ب میں نہیں -

تهی چون کرد جستن‌های او از خود کنارم را ۱
به تنگ آغوشی خود دیده زخم تیر می گفتم

ز فیض بیقراری شد میسر ذوق آگاهی
صدای دل طپیدن را دعای پیر می‌گفتم

خیال گفتگوی آن حجاب‌آلود میکردم
سخن‌ها از دهان غنچه‌ی تصویر می‌گفتم

غنیمت قامت خم دستیار ناوک آه است ۲
کمانم حلقه شد چندان که من زهگیر میگفتم

۲۵

ز بس چون آسیا کردم سفر در مسکن خویشم
غبار خاطر خود گشته گرد دامن خویشم

بیابان از هجوم حلق بسمل زیر دام آمد ۳
همان در انتظار جلوه‌ی صیدافگن خویشم

نمی ماند بقاتل روی دعوی شهید اینجا
بود خونم چو شاخ ارغوان در گردن خویشم

۱- نسخه الف میں یه مصرعه ''تهی چون کرد جای خود ز پهلویم کمان ابرو،، هے یعنی جب تم اچهل کر میرے پہلو سے نکل گئے تو میں نے اپنی آغوش کو دیکها که وه زخم تیر کی طرح تنگ معلوم هو رهی تهی -

۲- دستیار : مدد گار - زهگیر : وه انگشتانه جو تیر اندازی کے وقت انگوٹهے پر چڑهاتے هیں - تاکه انگوٹهے کو تکلیف نه پهنچے - دوسرے مصرعه کا مطلب یه هے که میں به مشکل زهگیر کا لفظ هی کهنے پایا تها که میری کمان ٹیڑهی هو گئی - یعنی آ که بیٹهے بهی نه تهے که نکالے بهی گئے -

۳- حلق بسمل کو دام سے تشبیه دے رها هے -

بیاد حسن محجوبش چنان در خود فرو رفتم
که شد چون پسته جیب استخوان پیراهن خویشم۱

سفرها در وطن موجود باشد اهل بینش را
پریدن بر نمی آرد چو چشم از مسکن خویشم

ندانم آشنا شد یا نشد لیک اینقدر دانم
که مانند غنیمت کرد عشقش دشمن خویشم

۲٦

بهاری۲ جلوه‌گر شد بر جنون پیغامها کردم
خرد آشفته‌ی رم گشت و من آرامها کردم

بسی۳ احوال من پرسید و داد بیخودی دادم
نگاه گرم می‌جوشید می در جامها کردم

نصیبی۴ دارم از درد دل آشوبش بهر عضوی
بدست افتاده گنج بیکران انعامها کردم

هنوز آن صید وحشی نیست رام گریه‌ی عجزم
بیابانها چو موج سیل زیر دامها کردم

دران وادی که احرام طواف کوی او بستم
ز تکرار سجود خود شمار گامها کردم

غنیمت عشوه‌ی خوبان هنوز از من چه می‌خواهد
دل و جانی که دارم نذر این خود کامها کردم

۱- نسخه ب میں پنبه آیا ہے -
۲- یه شعر نسخه ب میں نہیں -
۳- اس شعر کا دوسرا مصرعه مستغنی از تعریف ہے -
۴- محبوب نے عاشق سے اظہار ہمدردی کیا تو وائے محرومی که اس پر بے خودی طاری ہو گئی اور اسی طرح محبوب کی گرم جوشی سے عاشق زار پر حالت سکر طاری ہو گئی -

۲۷

نه از چاک گریبانش بگلگشت چمن رفتم۱
در فردوس واکردند من از خویشتن رفتم

سر زلفش بدست افتاد شبگیر ختن کردم۲
لب لعلش بمن جوشید در خون یمن رفتم

نفس در خود کشیدم کعبه‌ی مقصود را دیدم
بیکدم قطع منزلها شد این راهی که من رفتم

خبر از خود ندارم تا که یاقوت لبش دیدم
بسیر گلشن بیهوشی از راه یمن رفتم

شکست رنگ باشد پیکرم را سایه‌ی اعضا
مگر در خاطر سنگین دل پیمان شکن رفتم

غنیمت سوی خود می‌خواند امشب یار عاشق را
''فغانی گر دلی داری تو باش اینجا که من رفتم''

۲۸

نمی گنجد بخلوت مجلس آرای که من دارم۳
دهد یاد از زمین شعرهای خود که من دارم

۱- یه غزل اور اس کے بعد کی غزلیں صرف نسخه ب میں هیں -

۲- محبوب کی زلفوں تک رسائی حاصل هوئی تو عاشق نے محسوس کیا گویا وہ سر زمین ختن میں سانس لے رہا ہے - اور جب یار کے سرخ ہونٹ اس سے مخاطب ہوئے تو سمجھا گویا خون یمن میں غوطے کھا رہا ہے -

۳- میرا تماشا پسند محبوب یوں خلوت میں نہیں سما سکتا جیسے میرے اشعار نہاں خانۂ دماغ میں نہیں رہنے پاتے -

به بزم وصل دارد از تو دارم بسکه حیرانی
بود چشم جدای چشم بینای که من دارم
غنیمت در محبت یار را همرنگ خود دیدم
نگاهش داشت امشب گرمی جای که من دارم

۲۹

ز چندین خوش‌نگه چشمی که بیمار است میدانم
دغای عاشقان بهر که درکار است میدانم
نگاهت تند و چشمت شوخ و خویت گرم می بینم
گلی جنگی درین گلزار بسیار است می دانم
بهر کوه است فرهادی و در هر دشت مجنونی
درین کشور بت عاشق خریدار است میدانم
غنیمت دل فدای مشرب صائب که میگوید
”کمر بستن بخون خلق از ناز است میدانم“

۳۰

بوسه از لعل یار میخواهم
این شکر بار یار میخواهم
سری از خود بریدنی دارم
تیغ ابروی یار میخواهم
آرزو مند سنگ طفلانم
محک اعتبار میخواهم
تا بیاد رخش کباب شوم
آتش لاله زار میخواهم

۳۱

تشنه‌ی تیغ آب دلدارم
باده‌ی خوشگوار میخواهم

این سبو خاک کسی بود که می نوش شدم
باده در تاک همی گشت که مدهوش شدم

قامتم خم شد و شوق تو جوانست هنوز
تا بگیرم سر راهت همه آغوش شدم

همچو گل جامه‌ی جان چاک زدن مطلوب است
محرم راز حریفان قدح‌نوش شدم

۳۲

از نمک ساخته‌ی می خواهم
بر جگر تاخته‌ی می خواهم

طاقت باخته‌ی موجود است
تیغ ناز آخته‌ی می خواهم

بازی نرد وفا در پیش است
دل و سر باخته‌ی می خواهم

فرد

۱

گشت آب گریه در چشمم ز سوز دل بلند
چون سپند از گرمی آتش جهد فواره ام

فرد

۲

شد زمین وجود زلزله خیز
طاق ابرو فتاد بر سر چشم

فرد

۳

جای نه رفته ایم و نگاهی نه کرده ایم
آرزدگی چراست گناهی نه کرده ایم

فرد

۴

در ته گرد کدورت دل من بود نهان۱
به غلط فاتحه بر تربت مجنون خواندیم

فرد

۵

امشب که باده بی تو به می‌خانه می زدم
آتش به جان شیشه و پیمانه می زدم



۱- غالب کا مشهور شعر ہے :
میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ردیف ن

۱

سر آسودگی داری نظر بر دل‌فگاران کن ۱
دلت آرام می خواهد علاج بی قراران کن

درین صحرا اگر داری سر وارسته از سامان ۲
نیاز حلقه‌ی فتراک این طاقت‌شکاران کن

بکام دل نگه را رخصت عاشق نوازی ده
چو خواهی دانه‌ی ما سبز گردد تیر باران کن ۳

حریف یاس نتواند شدن دلهای مشتاقان ۴
دروغی چند صرف وعده امیدواران کن

دلت سرسبزی کشت تمنا گر هوس دارد ۵
برنگ دانه اش اول فدای خاکساران کن

بهار آشوب جنت جلوه‌ی هر شوخ رعنا ایست ۶
دلی داری غنیمت نذر کشمیری نگاران کن

۱- نظر بر دل فگاران کردن سے مراد مصیبت زده لوگوں کی دل جوئی کرنا ہے - کیونکہ خدمت خلق سر چشمہ سکون قلب ہے - نیز مصیبت زده آدمی کے دیکھنے سے موازنہ کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور اس طرح انسان راضی بہ‌رضا ہو جاتا ہے -

۲- وارسته : آزاد -

۳- تیر نگاه مراد است -

۴- یہ جانتے ہوئے کہ محبوب کا وعده سراسر غلط ہے، اسے درست سمجھ لینا خود فریبی کا شاہکار ہے - دوسرے مصرعہ کی روانی اور سلاست داد طلب ہے -

۵- یہ شعر نسخہ ب میں نہیں -

۶- نسخہ الف میں یہ مصرعہ : بہار آشوب حسنت جلوه‌ی ہر شوخ رعنانیست، ہے -

۲

در گداز افتاد از بس بی رخت آرام من
آب گردد در دهانش هرکه گیرد نام من

کرده‌ام وضع ملایم بسکه با خود اختیار
پنبه‌ی گوش شنیدن می شود پیغام من۱

دل کباب شیوهای مست صیادی که هست۲
از نگاهش موجه‌ی می رشتهای دام من

از تو لبریزم پی آزار من زحمت مکش
می شوی آزارده خاطر گر دهی دشنام من

زندگانی میکنم از بس بیاد چشم یار
دور ساغر نام دارد گردش ایام من

ره بطوف کعبه‌ی دل بردم از ترک لباس
غیـــر عریانی نباشد جامه‌ی احـرام من

آفتاب ساقی بزم است کز فیض رخش
همچو ماه نو بخود بالد **غنیمت** جام من

۳

ز آتش عشق جگرسوزی بود تخمیر من
می کشد نقاش آهی گر کشد تصویر من

صد بیابان هر نفس طی کرد و گردی بر نخاست
رفتن هوش است پنداری رم نخچیر من

۱- یعنی میرا پیغام اتنا نرم اور ملائم هے، که جیسے روئی -

۲- که کدامیه هے - تیسرا ، چهٹا اور ساتواں شعر نسخه ب میں نهیں -

وحشت اندازی که در سرعت ز آهو میگذشت
حیرتی دارم که چون نگذشت از تقصیر من

چشم آن دارم که گردد این نیستان باز سبز۱
آب شد پیکان ز بس در سینه‌ی پر تیر من

مست‌چشمی دوش بر حالم نگاهی کرد و رفت۲
نیست فرق از موج می تا رشته ی تدبیر من

کو جنونی تا شود صد لیلی مجنون شکار
از نظر بازان چشم حلقه‌ی زنجیر من

چون **غنیمت** نیستم راضی بآزار غنیم
کوچه‌گرد زخم های خود بود شمشیر من

۴

تا رمید از خود بیاد شوخ چشمی هوش من
همچو ابروی بتان آهوست در آغوش من۳

بی دماغی های او بند زبان گفتگوست
شد گره در ابروش مهر لب خاموش من

تا بدنبال که امشب عزم رفتن کرده است۴
می رود فوج سرشکی در رکاب هوش من

۱- نسخه ب میں چوتھا اور چھٹا شعر نہیں -

۲- محبوب نے میرے حال زار پر نگاہ ڈالی تو اس کی مخمور آنکھوں کے اثر سے میرے تمام رشتہ‌ی ہائے تدبیر موج مے سے بدل گئے -

۳- محبوب کی شوخ آنکھوں کے تصور کو آھو کہہ رہا ہے -

۴- کدامیه -

گفتگوی قاصد از لعل نمکزار که بود[1]
زخم های سینه چون گل سر کشد از گوش من

شب که بی روی تو چشم خویش را دیدم بخواب
صبحدم چون موج دریا بود در آغوش من

ناتوانی این چنین گر میکند جا در تنم
چادر مهتاب خواهد شد گران بر دوش من

از گران جانی **غنیمت** هر رگ سنگی کند[2]
برق جولانی بچشم سعی کاهل کوش من



عمرها بودم برنج از انتظار خویشتن
خاک کویش دیدم و گشتم دو چار خویشتن

در هوای لعل میگون تو میگردد مدام
جام می را رفته از دست اختیار خویشتن

شب بفکر عارضت چون غنچه بردم سر فرو
آمدم بوی گل از جیب و کنار خویشتن

عارض او را ز دور خط صفای دیگر است[3]
گشت این آئینه روشن از غبار خویشتن

۱- که کدامیه ، محبوب کا پیغام سننے کے لئے زخم های سینه کا کانوں کی راہ سے نکل آنا فرط اشتیاق کی انتہا ہے ، غالب نے کہا ہے :

جذبۂ بی اختیار شوق دیکھا چاہئے
سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

۲- یہ غزل نسخہ ب میں نہیں - میری کاہل کوشی کی وجہ سے رگ سنگ بھی جو گران جانی کے لئے ضرب المثل ہے بجلی کی طرح تیز رفتار معلوم ہوتی ہے -

۳- اس غزل کا دوسرا اور پانچواں شعر نسخہ ب میں نہیں - چوتھا شعر صرف نسخہ ب میں ہے ، اور خوب ہے -

تا یکی می بایدم سر در هوا گشتن چو دود
همچو اخگر می شوم خاک دیار خویشتن

نام چشمت بردم و میخانها برهم زدم
یاد رویت کردم و گشتم بهار خویشتن

بسکه یاد وحشت او برده است از خود مرا
می کشم هر دم غنیمت انتظار خویشتن

۶

نمی آید بگفتن راست هرگز داستان من۱
چو سوسن گشته لوح مشق خاموشی زبان من

ز بس حرف بت گل پیرهن ورد زبانم شد
برنگ غنچه ها بوی گل آید از دهان من

چو پرویزن بجای اشک گرد از دیده می بارم
کزین هفت آسیا فرسوده در تن استخوان من

برنگ غنچه از فیض نسیم عشق بی پروا
نباشد جز دل صد چاک مرغ آشیان من

خلاف طور عالم پاس عزت داردم گیتی۲
ز دلها رحم برخیزد به تعظیم فغان من

دران وادی که گرم شوق او پا در رکاب آرم
بسان برق بیرون می جهد از کف عنان من

۱- اس غزل کا پہلا اور دوسرا شعر نسخہ ب میں نہیں -

۲- اہل عالم کا رسم و رواج یہ ہے کہ جب کوئی آدمی آہ و زاری کرتا ہے تو لوگوں کو اس سے ہمدردی ہو جاتی ہے - مگر دیار عشق کے طور طریقے مختلف ہیں - کیونکہ جب میں آہ و فغاں کرتا ہوں تو سننے والوں کے دلوں سے رحم رخصت ہو جاتا ہے -

برنگ خامه‌ی نقاش در هر جنبش مژگان
زبان بسته میباشد غنیمت ترجمان من

۷

بود از بس که گمنامی بعالم دل نشین من
دلی برکنده از نام است یاقوت نگین من ۱
بالفت سجده‌ی پنهانی او بسکه می کردم
زمین نقش پایش کافتم سرزد جبین من
نمیدانم ز کشت آرزو چون بر توان خوردن
که پای مور باشد دانها را در زمین من ۲
جدای‌های یاران ناله‌فرمای دلم باشد
بود دردی چو برخیزد ز پهلو هم‌نشین من
برنگ پنجه‌ی مرجان ازو دست طمع خالی است
بود هر چند آن گوهر درین دریا قرین من
ز بس کاشفتگی در خاطرم شد جمع از عشقت ۳
شررهای پریشان گشته آه آتشین من

۱- یاقوت نگین من از شهرت و نام دل بر کنده است -

۲- کشت آرزو میں دانے بوتا ہوں تو انہیں چیونٹے کی طرح پاؤں لگ جاتے ہیں اور کھیت کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں -

۳- غالب کا ایک شعر ہے :

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

یعنی آشفتگی عشق نے نقش سویدا کو مٹا دیا - غنیمت کے دل میں آشفتگی عشق نے وہ شرربازی کی کہ اس کے منہ سے آہوں کی بجائے شعلے نکل رہے ہیں -

اثر در هم‌نشینان کرد چندان آتش شوقم۱
که موج آب شد زنجیرهای آهنین من

بیاد تیغ مژگانی غنیمت چشم در راهم
بود چون تاک مضمر گریه‌ها در آستین من

۸

شب که در کوی تو خالی کرد رفتن جای من۲
بود چون پرکار چشم خونفشان پای من

بی فشردن بر نمی آید می از مینای من
دانه‌ی انگور باشد شیشه‌ی صهبای من

در قدوم ناتوانان نور فیضی حاصل است
ریشه‌ی شمع است پای مور در ماوای من

تا اسیر او شدم قطع نظر کردم ز خویش
آهنین زنجیر خنجر گشت در اعضای من

کشتی می را کند طوفانی موج گداز
چون شود زخم جگر پیمانه‌ی صهبای من

گر نمی گیرد ز دستم جام می آن مست ناز
چون حباب از شرم خواهد آب شد مینای من

عیش بی ساقی درین مجلس نمی‌دانم که چیست
جام می تبخاله‌ی بود است بر لبهای من

۱- دوسرا اور ساتواں شعر نسخہ ب میں نہیں -

۲- یہ غزل نسخہ ب میں نہیں - پاؤں کو چشم خون فشاں اس لئے کہا کہ یار کی گلی سے نکلے تو خون کے آنسو رو رہے تھے ، اور پرکار کی طرح ایک ھی مرکز کے گرد گھوم رہے تھے -

بسکه از شوق سجود آستانت آب شد
چشم گریانی بود دور از درت سیمای من
محمل لیلی نمیدانم غنیمت کی گذشت
چون جرس فریاد دارد لاله در صحرای من

۹

نشد کم جلوه‌ات از دیده تا می سوخت داغ من
شب وصل تو پرتو بود از دود چراغ من ۱
نسیم امروز از کوی که می آید نمی دانم ۲
که چون طاؤس بسمل می طپد در خاک باغ من
کدامین آفتابم ساقی بزم است کز رویش
برنگ ماه نو بر خویش می بالد ایاغ من
دران وادی که دل می سوخت در یاد گلی روی ۳
برنگ لاله میگردید آتش گرد داغ من
ختن سوز است از بس غیرت زلف خطا گیرش ۴
ز بوی نافه پیچیده است دودی در دماغ من
دلم از بسکه وحشت خورده است از صحبت مردم
تهی از خویش گردیدن بود کنج فراغ من
میان عاشق و معشوق فرقی نیست چندانی
غنیمت ره بجانان می‌توان برد از سراغ من

۱- نسخه ب میں دوسرا مصرعه: شب وصلت درازی داشت از دود چراغ من'' هے -
۲- کدامیه-
۳- یه شعر نسخه ب میں نہیں -
۴- یه شعر صرف نسخه ب میں هے -

۱۰

ز خود رفتن بشهر عافیت واکرد کار من۱
تهی از خویش گردیدن بود فتح حصار من

وجودم تاکمین‌گاه کدامین آفتاب آمد
که همچو صبح افتاده است آتش در غبار من۲

هنوزم آنقدر دیوانه دارد گردش چشمش
که جوشد خون سودا از رگ سنگ مزار من

نشد یک جلوه هم خورشید او وقف تماشای
چو شبنم آب شد از شرم چشم انتظار من

بغل پرورده‌ی شور قیامت ناله‌ی دارم
که روز دورگردیهای یار آید بکار من

بچشم دام از دود کبابم آب می گردد
هنوز آن بی‌مروت نیست در فکر شکار من

ز بس شوق نگاه گرم او با خویشتن بردم
چو زنگ تیغ باشد برق پنهان در غبار من

بشهر خوبرویان جست و جو از بسکه میکردم
غباری خاست از کوی غنیمت شد دو چار من

۱- اس کے بعد کی غزلیں نسخہ ب میں نہیں - کار واکردن : کامیابی حاصل کرنا -

۲- غبار : وجود-

۱۱

هرکه او زان نرگس مستانه می گوید سخن
بی سخن از شیشه و پیمانه می گوید سخن

مصرعی با مصرع زنجیر خود خواهد رساند
چون ز زلف او دل دیوانه می گوید سخن

دختر رز تا غرور توبه‌ی ما را شکست
در صف مردافگنان مردانه می گوید سخن

حسن تکرار حدیث عشق دارد بر زبان
شمع از سوز دل پروانه می گوید سخن

نیست بی معنی اگر مستی تخلص می کند
چشم او با عاشقان مستانه می گوید سخن

هر سحر با صد زبان آتشین بی اختیار
آفتاب از عارض جانانه می گوید سخن

آنکه گوید با دل صد چاک حرف زلف او
چون **غنیمت** از زبان شانه می گوید سخن

۱۲

بتی ۱ دارم سراپا همچو شاخ ارغوان رنگین
ز نام او برنگ غنچه‌ها کام و زبان رنگین

۱- حافظ کا ایک شعر ہے :

بتی دارم که گرد گل ز سنبل سائبان دارد
بهار عارضش خطی به خون ارغوان دارد

محبوب کے سرخ رخسار کی یہ شان ہے کہ خون ارغوان پر جو سرخی کے لئے ضرب‌المثل ہے خط نسخ کھینچ دیا ہے۔ غنیمت محبوب کے سراپا کو رنگینی ارغوان کہہ کر اس کے نام کو یہ اعجاز عطا کرتا ہے کہ جو بھی اس کا نام لے غنچے کی طرح اس کے نام و زبان سرخ ہو جاتے ہیں - اگر اس تاثر کی انتہا دیکھنا ہو تو پانچواں اور چھٹا شعر پڑھ کر سراپا حیرت بن جائیے -

بشوق عارضش چشم امید عاشقان روشن
بیاد جلوه اش دست دعای دوستان رنگین

من و شوخی که برق بی امان تیغ بردارد
تواند کرد صد میدان بکام دشمنان رنگین

خدنگ ناله تا جست از دلم بر یاد نیرنگش
مه نو بر فلک گردید مانند کمان رنگین

ندانم حرف رخسار که امشب بر زبان دارم
که شد از گفتگوی من چو گوش گل جهان رنگین

کدامین نو بهار حسن رنگ جلوه می ریزد
که مژگان شد بچشم عاشقان چون ناروان رنگین ۱

غنیمت سیر گلزاری که در مد نظر دارم
کند همچو گل بادام چشم باغبان رنگین

۱۳

درد عشق آخر بدولت رهنما خواهد شدن ۲
تیره روزی سایه‌ی بال هما خواهد شدن

سختی ایام گر این ست آخر دانه ام
چون شرر پنهان به سنگ آسیا خواهد شدن

باش تا پیری کند هموار اطوار ترا
آنچه در چشمت نیاید توتیا خواهد شدن

۱- ناروان : پودے کا نام -

۲- پہلے مصرعه بطریق ذیل بھی آیا ھے -

"وبامن آن بیگانه‌ی گر آشنا خواهد شدن"

عیب پوشی های مردم پرده‌ی عیب من است
عاقبت بند زبان بند قبا خواهد شدن

عشق فیض خویش ارزانی اگر دارد چنین
سر گرانی های خوبان مفت ما خواهد شدن



ردیف واو

۱

از بسکه نازک است قد دل ربای او
گل شیشه‌ی شکسته بود زیر پای او

عرض شکستگی و تمنای جلوه‌ی
پیغام شیشه‌هاست بسنگ جفای او

محراب ابروی تو بود هر که قبله اش
شمشیر می کشد باجابت دعای او

آن غارت خرد چو ز میخانه شد سوار
می رفت سر برهنه کدو در قفای او

از خویش رفتی شده تا خضر راه من
جای نرفته ام که نبوده است جای او

می گفت چاک پیرهن او بعاشقان
عذر زبان درازی بند قبای او

زلف تو تا بدست غنیمت فتاده است
سر در جهان گذاشته فکر رسای او

۲

هر که افزود از بهار عارضت سودای او
رنگ گل افتد بجای سایه از اعضای او

گشت در گلشن به تمکینی که در گوش تمیز [۱]
خنده‌ی گل شوخ تر بود از صدای پای او

۱- محبوب نے سیر چمن کی زحمت گوارا کی - لیکن اس تمکنت اور سنجیدگی سے کہ خندہ گل اس کے پاؤں کی آواز کے مقابلے میں شوخ تر معلوم ہوتا تھا -

از هجوم طوطیان سبز است نخل ماتمش
تا که شد یا رب شهید حسرت لبهای او۱

یک جهان شور قیامت کرد استقبال من۲
رفتم از خود چون بیاد برو خوش بالای او

چشمهٔ خورشید سازد دیدهٔ خفاش را
جلوهٔ نظاره‌سوز ماه مهرافزای او

در تلاش خویش می سوزد نفس صیاد عشق۳
نیست غیر از وحشی دل آهوی صحرای او

شب غنیمت را سری بر آستانی بوده است
خواندم آیات سجود از صفحهٔ سیمای او۴

۳

آفتاب من که رفت از چشم مردم خواب ازو
مشرق‌آرا شد دل هر ذرهٔ بیتاب ازو۵

در کف جانان ندانم دوش مکتوب که بود۶
شد روان چون پردهای دیدهٔ من آب ازو

دوش سیل اشک جوشی داشت در چشمم که بود۷
مشت خاکم توتیای دیدهٔ گرداب ازو

۱- کدامیہ۔
۲- یک جہان شور قیامت کی ترکیب از بس لطیف ہے۔
۳- نفس سوختن : سانس پھولنا - ہانپنا ، تکلیف اٹھانا -
۴- آیات : علامات ، سیما : پیشانی -
۵- یعنی آفتاب من از دل ہر ذرہ طلوع کرد -
۶- کہ : کدامیہ -
۷- غالب کا شعر آپ نے پڑھا ہی ہو گا :

شب کہ برق سوز دل سے زہرہ ابر آب تھا
شعلہ جوالہ ہر اک حلقہ گرداب تھا

چشم مست خود بمسجد کرد شد چون ابروش۱
جلوه‌گر میخانه در آغوش هر محراب ازو

آستان کیست کز جاروب مژگان آفتاب
صبحدم می رفت گرد پرتو مهتاب ازو

دوری یوسف نه تنها بود بر یعقوب رنج
چاه دارد گریه با صد دیده‌ی دولاب ازو

شوق فائز میکند تکلیف سیر کابلم۲
شد **غنیمت** دیده‌ی ما عرصه‌ی سرخاب ازو۳

۴

ای ملاحت خانه‌زاد شورش پیغام تو۴
بوسه‌ی خوبان نمک‌پرورده‌ی دشنام تو

مطلب آغوش حاصل چون شود در خلوتت۵
وحشتی دارم که نتوانم گرفتن نام تو

سیر صحرای قیامت انتظار وعده‌ات
شور محشر گرد راه جلوه‌ی خودکام تو

داده اند از بسکه در شوخی ترا دست دراز
گوشمال عشق بازان میکند پیغام تو

۱- جب محبوب نے اپنی مست آنکھیں مسجد کی طرف پھیریں تو ان کے اثر سے ہر محراب کی آغوش میں شراب خانہ کھل گیا -

۲- فائز : کامیاب ، مکمل ، مفرط -

۳- سرخاب : کابل کے قریب ایک نہر ہے -

۴- ملاحت تیرے پیغام شورش اثر کی خانہ زاد (غلام) ہے - اور حسینوں کی بوسہ بازی میں وہ مزہ نہیں جو تیری دشنام طرازی میں ہے -

۵- مطلب آغوش : بغل گیری -

تا حریف بزم شوخیهای انداز تو گشت
دست باهم سوده باشد موج می در جام تو۱

پیش من رحمت کم از شمشیر بخشیدن نبود۲
سر فدا کردم بجای کرنش انعام تو

نیستم واقف غنیمت گرم صید کیستی۳
دانه همچون دل طپش‌ها میکند در دام تو

۵

سر ناورد فرد بکسی پای‌بند او۴
صید مرا بود رگ گردن کمند او

دارد خیال غارت هوش دلم لبش
کار شراب میکند امروز قند او

در دیده‌ام ز سرعت آن شوخ رم‌سوار
رنگ پریده ایست حنای سمند او

زاهد اگر هوای تو اش در سر اوفتد
نالان شود چو ابر بدوشش پرند او۵

نبود فناپذیر دل دردمند عشق
باشد گره به جبهه‌ی آتش سپند او

۱- دست باهم سوده : دست افسوس - نسخه صدیقی میں پہلا مصرعہ یوں ہے :
"داده ای تا راه کم ظرفان به بزم خویشتن"

۲- محبوب کا رحم و کرم عاشق کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی کسی کو تلوار پیش کرے - اس لئے اس نے شکریہ کے طور پر اپنا سر پیش کر دیا -

۳- کسے پھانسنا چاہتے ہو -

۴- سر فرو آوردن : اطاعت کردن - رگ گردن : غرور و فخر -

۵- پرند : چادر -

سیخ کباب فاخته شد سرو در چمن۱
چون قد کشید شعله‌ی نخل بلند او

دفع گزند خویش نمی آید از سپند
سوزد برای غیر دل دردمند او

آب بقا شود عرق انفعال خویش
هر جا رود سخن ز لب نوشخند او

حرف دهان خود ز غنیمت چو بشنود
واقف شود ز خاطر دقت‌پسند او

٦

تا ازان بدمست سنگین دل خبر دارد سبو
دست حیرت روز و شب در زیر سر دارد سبو۲

می پرستان موسم گل میکنند تکلیف باغ
تا که گیرد جام بر کف تا که بر دارد سبو۳

کی شود یا رب سرش چون توبه‌ی ما بشکند
از کف زاهد چه جوشش در جگر دارد سبو۴

میکشان مینا مزاج و دختر رز شوخ طبع
نازک افتاده است صحبت پر حذر دارد سبو۵

ما بزور می‌فروشان لاف عشرت می زنیم٦
وای ایامی که از ما دست بردارد سبو

۱- سرو محبوب کا قد دلربا دیکھ کر آتش رشک سے جل بھن گیا -
۲- دست زیر سر داشتن : بے کار بودن -
۳- اس مصرعہ میں ہر دو 'کہ' کدامیہ ہیں -
۴- یعنی سر زاہد بشکند -
۵- پر حذر - محتاط -
٦- می فروشاں سے می پرستی بہتر ہے -

نیستش در خاطر از بدمستی رندان غبار
درمیان میکشان ظرف دگر دارد سبو[1]

خانه‌بردوشان ز حال هم خبر دارند زان[2]
با **غنیمت** کام‌بخشی بیشتر دارد سبو

۷

دیوانه‌ی که باخته هوش از نگاه او
جز سایه‌ی پری نبود خوابگاه او[3]

آن یوسفی که دیده‌ی دل نور ازو گرفت
از خویشتن تهی شدن ما ست چاه او

دل می برد چو چشم پری زخم سینه ام
تا گشته ام نشانه‌ی تیر نگاه او

گرنیست حسن و عشق بهم یکجهت چراست
تابم مگر شکسته‌ی طرف کلاه او

مستم ازان نگاه که آید بروز حشر
بوی شراب از دهن دادخواه او

آن صید زلف کیست که از سوزش جگر
در چشم دام سرمه کشد دود آه او

شد مست جلوه یار **غنیمت** کناره کن
این شیشه‌ی شکسته‌ی دل را ز راه او

۱- ظرف : حوصله۔
۲- خانه بردوش لوگوں کو ایک دوسرے کے حالات سے آگاهی رهتی هے۔ اور وه ایک دوسرے سے اظهار همدردی کرتے هیں - یهی وجه هے که سبوئے شراب غنیمت کی کام روائی میں پیش پیش رهتا هے -
۳- خوابگاهش سایه پری بود : گویا خوابگاه نه دارد ، ونتواند که از وحشت بخوابد -

۸

ای قیامت انتظار وعده‌ی فردای تو
صبح محشر پنبه‌ی داغ دل شیدای تو

ای دل مجنون غبار دامن صحرای تو
زلف لیلی سایه‌ی آشفته‌ی سودای تو

استخوان بی‌گناهان بسکه برهم ریختند ۱
صبح محشر گرد شد در کوی استغنای تو

دختر رز تیغ بر خود میکشد از موج خویش
بسکه شد دیوانه‌ی چشم جنون‌فرمای تو

دیده‌ها قالب تهی کردند مانند حباب
جلوه رعنا کن که نتوان دید خالی جای تو

هر طرف صید نگاهی موج حسرت میزند
هر قدم آبی بود در دامن صحرای تو

خاک درد خود بدست خویش بر سر میکند
باده در میخانه‌ها از بسکه شد رسوای تو

نیست آهنگ مخالف ساز عشق و حسن را
از شکست رنگ من شد شهپر غوغای تو

چون غنیمت زخم بیداد تو عمری خورده ام
شکر نعمتهای تو چندان که نعمتهای تو

۱- برهم ریختن : ادهر ادهر بکهیرنا -

۹

نیست رهائی آرزو عاشق ناگزیر تو۱
سر بکمند زاده است همچو کدو اسیر تو

خنده بصبح نوبهار میزند استخوان من
نام هدف گذشته است تا بزبان تیر تو

کیست که کامیاب وصل گشت و نگشت بی خبر
کرده مگر ز لای می دست قضا خمیر تو

بسکه هوای بحر فیض میکندش ز خود تهی
همچو حباب جمله تن کاسه بود فقیر تو

موج شراب در رهش دام فریب چیده است۲
صید هوس مگر شود آهوی شیر گیر تو

کرده ز ابر نوبهار خاک بفرق خویشتن
هوش چمن بباد داد جلوه‌ی دلپذیر تو

کیست غنیمت آنکه دوش مست درآمد از درت
موج شراب می زند نقش کهن حصیر تو۳

۱۰

ای بهار هشت جنت در عرق از روی تو
قبله‌ی روحانیان طاق خم ابروی تو۴

۱- عاشق ناگزیر: عاشق بے بس و مجبور -
۲- موج شراب نے محبوب کی راہ میں دام فریب بچھا رکھا ہے، تا کہ کسی بہانے اس کے آھوئے شیر گیر کو اس پھندے میں پھنسایا جاسکے -
۳- حصیر: چٹائی -
۴- یہ غزل نعتیہ رنگ میں ہے -

زیب طوق بندگی قمری کند جبریل را
جلوه‌گر شد هر کجا سرو قد دل‌جوی تو

نکهت پیراهن یوسف شود دود چراغ
خانه‌ی دل گر نیفروزد ز مهر روی تو

می جهد چون برق از پیشانی دل‌ها سجود
در حریم قبله گاه کعبه یعنی کوی تو

از کمان چرخ کی جسته است یک تیر قضا
تا نه شد مائل به جنبش گوشه‌ی ابروی تو

صدق و عدل است و حیا و جود بی‌آشوب ریب
مانده در اصحاب پاکت یادگار خوی تو

فرصت الحمد گردد تنگ بر خود از عطس
بگذرد گر سوی جنت نکهت گیسوی تو

قبله گاه آهوی چین می‌شود از روی فخر
راه گر یابد غنیمت در سگان کوی تو

۱۱

ساغری دیدم نگون بر شیشه‌ی پر باده‌ی
چون کلاهی بر سر شوخ فرنگی زاده‌ی

مست شوق او بریدم بسکه راه آرزو
مایه‌ی می شد روان چون تاک از هر جاده‌ی

ای خوشا حال قدح نوشی که در فصل بهار
چون کدو در پای خم دارد سر افتاده‌ی

چون نگردم بیخود از کیفیت چشمی که شد
از نگاهش خاک بازیگاه درد بادهٔ[۱]

سوسن رنگین زبان باغ معنی خوانمش
هر کجا می‌یابم از بند سخن آزاده ای

شد **غنیمت** باعث آشوب دلهای سلیم
فتنه زای های ناز آن قیامت زادهٔ[۲]

۱۲

یک میکده شیشه های بادهٔ[۳]
در خدمت چشمت ایستاده

در شیشه فزوده بی تو زحمت
می بی رخ تست سرخ باده

آسان غم دلبران کشیدن
بود است به طفلیم کبادهٔ[۴]

در باغ به یک نگاه مستت
پیمانه ز دست گل فتاده

بود است دهان خندهٔ خلق
آن در که به ما فلک کشاده

از تنگدلی دهان آن شوخ
از خود به کسی نشان نه داده

۱- یعنی از تاثیر نگاهش خاک مثل درد باده گشت۔
۲- صدیقی نسخے میں یہ مصرعہ ''عالمی را سر به صحرای قیامت دادهٔ،، ہے
۳- یہ غزل صرف صدیقی نسخے میں ہے، محبوب کی آنکھوں میں اتنا نشہ ہے کہ جیسے کئی شرابخانے پر از شراب جمع کر دئے گئے ہوں۔
۴- کباده: کمان اس شعر کا مفہوم واضح نہیں۔ ممکن ہے پہلا مصرعہ ''آن سان غم دلبران کشیدم،، ہو۔

فهرست نویس لطف خوبان
اوراق به دست داشت ساده

از حلقه‌ی چشم شوخ خوبان
دارد سگ نفس من قلاده

کم دیده به چشم خویشتن جام
چون دختر رز حرام زاده

از باده‌ی خسروی **غنیمت**
امشب شده مستی ام زیاده

فرد

۱

ای دل مجنون اسیر زلف عنبر بار تو
خانه‌ی لیلی سیاه از سایه‌ی دیوار تو



ردیف ه

۱

شعله بالای بتن پوشیده رنگین جامه‌ی
سوختن را از سر نو گرم شد هنگامه‌ی

کشتگان چشم مست او سر دیوان حشر
نامه‌ی اعمال در کف گشته ساقی‌نامه‌ی

تا زیارتگاه این دل مرده‌ی چندی شود
شیخ ما دارد سری با گنبد عمامه‌ی

می نوشتم حال زار خویش معلومم نشد
بود انگشت بریده در کفم یا خامه‌ی

مائل ارباب ظاهر نیستند اهل تمیز
آرزومند گل کاغذ نباشد شامه‌ی

خنده می آید بحال من غنیمت خلق را
برده تا هوشم نگار زعفرانی جامه‌ی

۲

کرده ام از مهر لب نقد بیانها در گره
بسته ام چون غنچه‌ی سوسن زبانها در گره

سرفراز منصب سرگشتگی گردیده ام
اختر ما داشت گوی آسمانها در گره

آتشین روی نظر بر جلوه محتاجی نکرد
چون سپندم ماند آشوب فغانها در گره

مـرده ام در حسرت شیرینی حرف کسی
کز لب خاموش دارد نقد جانها در گره

ز ابروان آن پری تا می‌توانی گوشه گیر
نـاوک بیداد دارند این کمانها در گره

از شب هجران و محنت‌های مـا آشفتگان
زلف شبرنگ تـو دارد داستانها در گره

یـاد مژگانش غنیمت چاکها در دل فکند
تـا یکی باید نهان کردن سنانها در گره

۳

شب که کردم در پی وحشی نگاهی ناله‌ی
بـر لبم چشم غـزالی بـود هـر تبخاله‌ی

گر زند آهو بچشمت لاف هم چشمی خطا ست
دعـوی اعجاز نبـود کار هر گوساله‌ی[۱]

چون نه بر آهو زبان طعنه اش گردد دراز[۲]
چشم او دارد ز مژگان شوخ تر دنباله‌ی

بر مزار داغ بـر دل رفتگانش رفته‌ایم[۳]
ذره‌ی خـاکی نـدیـدم غیـر تخم لالـه‌ی

۱- اشاره به گوسالهٔ سامری است ـ

۲- چون بمعنی چرا آمده ـ

۳- داغ بر دل گرفته : کسی که داغ عشق بر دل گیرد ـ

شب که حسن او نقاب از روی تابان برگرفت
مه بگرداب خجالت بوده است از هالهٔ

می رود آن مست بی پروا تغافل پیش او[۱]
چون سر راهش نمیگیری غنیمت نالهٔ



۱- تغافل خدمت پیشوائی ادا می کند ، اے غنیمت چرا سر راهش ناله نمی کنی -

ردیف ی

۱

اسیر تن‌پرستی گشته ای از دل چه می پرسی
برون نارفته از خود یک قدم منزل چه می پرسی

درون غنچه با بیرون گل یکرنگ می باشد
بود پیدا ز رنگ چهره حال دل چه می پرسی

نیفشاندی سرشک از دیده جمعیت چه میخواهی
نکردی دانه‌ی در خاک از حاصل چه می پرسی

ندادی دل بشوخی ذوق سربازی چه میدانی
نخوردی زخم تیغ و حالت بسمل چه می پرسی

بگوشت نالهٔی زنجیر مجنونی نمی آید
ز عزم ناقه‌ی لیلای این محمل چه می پرسی

بهر جا میگذاری بر زمین سر آستان اوست
مقام و منزل معشوق ای غافل چه می پرسی

غنیمت دل شهید مصرعه‌ی صائب که میگوید
"گناه خویش ای بی‌درد از قاتل چه می پرسی"

۲

ز عید بیخودی عاشقان چه میدانی
صفای باده‌ی راحت رسان چه میدانی

اسیر زلف سیاهی نبوده ای هرگز
درازی شب محنت کشان چه میدانی

بجنگ پنجه‌ی مژگان برون نیامده‌ای
دراز دستی نوک سنان چه میدانی

شکار آهوی مشکین نکرده‌ای گاهی
رم نگاه سیه چردگان چه میدانی ۱

ترا که گرم نگاهی نکرده است کباب
زبان شعله‌ی آتش‌بیان چه میدانی

بالتماس نگاهی نرفته‌ای جای
جواب ساقی نامهربان چه میدانی

نکرده سیر بناگوش ماه رخساری
قماش طاقت و تاب کتان چه میدانی ۲

ترا که خنده‌ی گل بی‌دماغ داشته است
نوای بلبل دردآشیان چه میدانی ۳

نظر بشعر غنیمت نمی کنی چکنم
ز جان عزیزتری قدر جان چه میدانی

۳

امشب که ریخت در سر من آرزوی می ۴
آتش زدم بخویشتن از گفتگوی می

شب حرف چشم مست تو بگذشت بر لبم
می آید از دهان من امروز بوی می

۱- سیاه چرده : سخت سیاه - آهوئی مشکیں سے محبوب کی آنکھیں مراد ھیں -
۲- قماش : جوهر -
۳- درد آشیان : کی ترکیب محل نظر ہے -
۴- کدامیه -

نتوان برون ز میکده آمد باختیار
داماں ما ست بند بدست سبوی می

در انتظار ساقی مستی نشسته ایم
شاید که بشکند بسر ما کدوی می

هر شیشه را بگو که نیاید به بزم ما
مست است چشم ساقی و تند است خوی می

از کف عنان هوش مرا موج باده برد
چشمی که برد از دل من آرزوی می۱

گل را گداز شرم کند ساغر عرق
جای که می رود سخن از رنگ و بوی می

از بسکه انتظار نگاهت کشیده است
دارم نظر ز چشم **غنیمت** به جوی می

۴

بود زخم جگر را از طبیبی چشم بهبودی۲
که کرد آئینه را خندیدنش داغ نمک سودی

نمیدانم سپند کیست گرم سوختن امشب
که آتش چشم در راهست از هر حلقه‌ی دودی

همانا آب شد صیدم ز شرم ناتوانیها
که دامش را بود هر حلقه چشم گریه‌آلودی

۱- کدامیه -

۲- وائے سادگی که میں اس طبیب سے صحت کی توقع رکھتا ہوں که جس کی هنسی سے آئینه بھی داغ نمک سود بن جاتا ھے -

خیال کیست یا رب قبله‌ی اندیشه ام کامشب
سر از جیبم برآمد با جبین سجده فرسودی

کجـای ای خلیل کعبه‌ی دلهـا نمیـدانم
که باد نخـوتی هر پشه‌ی را کرد نمرودی

غنیمت صحبت روشـن‌ضمیـری آرزو دارم
که سازد آشنایم با بتی در خویش موجودی

۵

تو تا رفتی سفر کرد از دل عاشق شکیبای ۱
زند صبح وطن هر دم نمک بر زخم تنهای

که میگوید که دارد سینه‌ی عشاق ناسوری
فرو رفته است داغ عاشقی از شرم رسوای

ملاحت بیش ازین در عالم امکان نمیباشد
خیالت میکند در دیده‌ی مردم نمک‌سای

تو تا ای شعله‌بالا گرم رفتن گشتی از محفل
نظر شد آه سرد مردم چشم تماشای

بیاد چشمت از بس شد بیابان‌گرد وحشتها
بود هر رخنه‌ی دل دیده‌ی آهوی صحرای

مناز ای نازپرور بر لباس اطلس و دیبا
که دارد جامه‌ی عریانی ما هم قدآرای

ز جان خویش شوید دست دل از هر که برداری
قیامت در بغل دارد بیاد هرکه می آئی ۲

۱- تو تا میں تا کی تکرار ناگوار گوش ہے -
۲- دوسرا مصرعه جان غزل ہے -

چسان گردن کشم بیرون غنیمت از خم معنی
که موج آب او باشد کمنداندازِ گیرای

۶

ز بس گشتم سرشک افشان بیاد چشم مخموری
نماید جاده در صحرا به چشمم تاک انگوری

مبادا درد تنهائی نصیب هیچ مهجوری
ز آغوش تهی بهتر بود در سینه ناسوری

دلی دارم نشان ناوک اندازی که از مستی
کند بادام پیکان را نگاهش چشم مخموری ۱

علاج درد گوشم بوعلی را میکند حیران۲
من و لطف حکیم نبض‌دان تار طنبوری

صفای دل هوس داری گداز درد پیدا کن
بود بی باده ساغر در نگاهم چشم بی‌نوری

مرو از راه و حرف منکر دیدار را مشنو
چراغی درکف این رهبر است از دیده‌ی کوری

بگرد خود حصار عافیت خواهد بنا کردن
بمهر آن کس که بردارد غبار خاطر از موری

خبر از دل ندارم ناله‌ی در گوش می‌آید
غنیمت ماند باقی از کباب ما همین شوری

۱- اگر وہ پیکان تیر کو دیکھ پائے تو اس کی بدمست نگاہوں کے اثر سے وہ بھی چشم مخمور معلوم ہونے لگے -

۲- بو علی سینا جسے الشیخ الرئیس بھی کہتے ہیں -

۷

بیاد شوخ‌چشمی در چمن سرگرم افغانی
ز آب دیده‌ی بادام بر گل رفت طوفانی

ندانم جلوه‌گاهی کیست دل لیک اینقدر دانم
که دارد زخمهایش شوخی چاک گریبانی

ز شرم آب و رنگ عارض طاقت‌گداز او
عرق‌افشانی گل در چمن‌ها داشت بارانی

برنگ شمع در شبهای هجر ناوک نازش
بود هر استخوانی در تنم با چشم گریانی

نمیدانم بسیر باغها امشب که می آید
چراغان کرد چون طاؤس هر جانب گلستانی

نکردی سرمه از خاک در پیر مغان حاصل ۱
که آید هر رگ تاکی به چشمت رشته‌ی جانی

غنیمت ۲ انتخاب دفتر دلها بود مردی
که باشد چین ابرو در حسابش مد احسانی

۸

بود بی روی تو گلشن به چشمم بزم غمناکی
دهد یاد از شب هجر بتان هر سایه‌ی تاکی

بکاری گر نمی آید سرت باریست بر دوشت
پسند آستانی گر نیفتد نذر فتراکی

۱- اگر تم در پیر مغان سے سرمه خاک حاصل کرتے تو رگ تاک تمهیں رشته جان دکھائی دیتا۔

۲- غنیمت وهی شخص دفتر انسانیت کا انتخاب کہلا سکتا هے که جسے لوگوں کے چین ابرو میں بھی مد احسان نظر آئے۔

بعهد جلوه اش از بسکه رعنای نمک دارد ۱
بود شـور قیامـت جانشین گـرد نمناکی

سرابی نیست در صحرای امکان نیک اگر بینی
بود دریای پرشوری نهان در هر کف خاکی

ز کشت آرزو چون برخوری بی دانه افشاندن
نثار خاکساری کن اگر داری دل چاکی

تنک ظرفانه از مستی گزارد بر جگر دندان
اگر زاهد بدست آرد ز چوب تاک مسواکی

غنیمت دان بهشت جاودانی گر دهد دستت
کنار آب و مینای شراب و سایه‌ی تاکی

۹

مجلس‌آرا گر نباشی می‌پرستان را شبی
قلقل مینا بـدل گـردد به یا رب یا ربی

بسکه دل بر کنده‌ام از اختلاط اهل‌رنگ
هست بر یاقوت نام من چو حرفی بر لبی

میگدازم از خجالت تا سحر مانند شمع
بی تو چشمی گرم اگر کردیم در محفل شبی

شب که در هجرت رگ جان از طپش فرصت نیافت
گـرمـی احبـاب را پنداشـتم جوش تبی

۱۔ محبوب کے حسن نمکیں میں اس بلا کا شور ہے کہ شور قیامت اس کے سامنے گرد نمناک کی حیثیت رکھتا ہے ۔

تنگ کرد از بس فضای آسمان را ناله ام ۱
صبح در چشم سحرخیزان نماید کوکبی
یاد ایامی که چشم از شور طفلان سرشک
هر نظر در دیدهٔ ما بود رنگین مکتبی
کار دشمن نیست ایذای که بخت بد کند
در حقیقت طالع برگشته باشد عقربی
در پی آن بی وفا مستانه راهی می روم
نیستم واقف غنیمت مذهبی یا مشربی

۱۰

ندارد شوخی این رنگ اشک هیچ محزونی
تو ظالم بوده‌ای در دل همانا کرده‌ای خونی
به محشر دست بردوش ملائک خیزم از مستی
شهیدم کرده از بس آرزوی چشم‌میگونی
اثر جوش است از بس شورش آشفته حالانش
بصحرا گشته هر شاخ غزالی بید مجنونی
لباس خاکساریهای خود را پاک تر خواهد
بود کف بر لب دیوانه ات جوشانده صابونی
دماغ تازه خواهی مگذر از آمیزش یاران
که بهتر ز اختلاط آشنایان نیست معجونی

۱- غالب کا شعر ہے :

کیا تنگ ہم ستم زدگان کا جہان ہے
جس میں کہ ایک بیضہ مور آسمان ہے

مگر برداشت رخت خویش را زین دشت مجنونی
که فوج گریه بر چشم غزالان زد شبیخونی

دلش از بسکه افشای محبت را نمی خواهد
چنان از گریه‌ام رنجیده گویا کرده‌ام خونی

غنیمت نیست آسان فکر معنی غنچه میداند
چه خونها خورده باشد تا که رنگین گشت مضمونی

۱۱

بهار سجده برد پیش منزلی که تو داری
چمن نثار کند خویش محفلی که تو داری ۱

هزار خانه‌ی مردم سیاه کرد و ندانست
ز سنگ سرمه خبر میدهد دلی که تو داری

شود تجمل لیلی غبار دامن صحرا ۲
چو پرده برکشی از روی محملی که تو داری

ترا که تاب بلا نیست ضبط تندی خود کن
ز خوی خویش بود برق حاصلی که تو داری

بود برنگ جرس ناله‌خیز شور طپش
ز دوریت در و دیوار منزلی که تو داری

گرفته عاریه چشم دگر ز حلق بریده
کند بهجر تو تا گریه بسملی که تو داری

۱- چمن خویش را نثار محفل تو کند - مطبوعه میں یه مصرعه "چمن نثار کند گل ، محفلی که تو داری" هے .

۲- تجمل : زیبائش جمال یعنی چون تو پرده از روی محمل براندازی ، غبار دامن صحرا باعث زیب لیلی می شود -

کند ز سینه‌ی صاف تو جلوه در نظر ما
برنگ قبله‌نما آهنین دلی که تو داری

زبان درازی شمشیر یار بی سببی نیست
غنیمت از تو کند شکوه قاتلی که تو داری

۱۲

نباشد حاصل دل‌بستگی جز آه بی‌تابی
ندارد خانه‌ی زنجیر غیر از ناله اسبابی

چراغ ناله‌ی مجنون که۱ روشن کرده بود امشب
که صحرا از شکست رنگ لیلیٰ داشت مهتابی

کند گر امتحان حسرت‌شهیدان ترا کاوش
روان گردد ز هر سنگ مزاری چشمه‌ی آبی

صفای عارضش تا دیده غرق بحر خجلت شد ۲
بود در دیده‌ی حیران ما آئینه گردابی

مخواه از کوکب ما تیره‌روزان فیض اقبالی
کدامین خانه روشن می شود از کرم شب‌تابی

صدای ریزش خون دلم مدهوش می‌دارد
ز خونناب کباب خویشتن دارم می نابی

رگ خواب مرا مژگان آهو کرد رعنای
مگر در دیده دارم انتظار شوخ بیتابی

چو چشمم بود امشب خوابگاه یار آغوشم۳
نمیدانم بخوابش دیده‌ام یا دیده‌ام خوابی

۱- کدامیه -
۲- دیده کا فاعل آئینه ہے -
۳- میری آغوش آج یار کی خوابگاہ تھی جیسے کہ اس کی تصویر ہر وقت آنکھوں میں موجود رہتی ہے - دوسرا مصرعہ جان شعر ہے -

ز قتل بی‌قراران آن چنانش شاد می‌بینم
که پنداری غنیمت کیمیاگر کشته سیمابی

۱۳

جنونم کرده گل از گردش چشم دل آرامی ۱
ز چوب گل نمی آید علاجم چوب بادامی

طپش‌فرمای شوق امشب کدامین سنگ دیوار است ۲
ندارد چون دل من شیشه‌ی در مجلس آرامی

زند از غصه سر بر سنگ یاقوت نگین دایم
نشد از بسکه نامش آشنای لعل خودکامی ۳

صبا بر دوش می آرد ز صحن باغ هوشش را
به گل شوق که داده از شراب بیخودی جامی

به تن برداشتم از بسکه زخم تیغ بیدادش
چو یاقوت نگین داریم در خونین دلان نامی

بقربان سر دندان شکستن سخت گوی ها
زبان افتاده بیرون از دهن بهتر ز دشنامی

غنیمت بسکه می پیچید در دل فکر زلف او
زمین شعر هر جا کافتم آمد برون دامی

۱- گل کردن : ظاهر هونا -
۲- کس کافر کا سنگ دیوار تپش کا تقاضا کر رہا ہے کہ شیشۂ می بھی میرے دل بےتاب کی طرح همه تن بی‌تابی ہے -
۳- خود کام : مغرور ، مراد محبوب -

۱۴

شبی بروی تو افتد اگر نگاه پری
جهد ز شیشه‌ی گردون خدنگ آه پری

دلم ز خود شکنی جای حسن معنی شد ۱
پس از شکست شد این شیشه جلوه‌گاه پری

ز فیض بیخودی آن شوخ را سریست بمن ۲
بود ز خویش تهی گشتنم کلاه پری

ز بسکه شوخی حسنت شد امتیازفریب ۳
بگردن تو نویسد ملک گناه پری

در آرزوی تو رنگ پریده‌ی دارم
که هوش می برد از من باشتباه پری ۴

غنیمت آئینه‌دار خیال کیست دلت
که هست آه ترا شوخی نگاه پری

۱۵

بسر۵ وقت من آمد تا کدامین سحرفن چشمی
که همچون نخل بادام است در هر عضو من چشمی

شهید جلوه اش چون کرد عزم محشر آرای
برنگ غنچه‌ی نرگس برآمد از کفن چشمی

۱- همیں که خود را شکستم ، از حسن معنی بهره ور شدم -

۲- سر چیزے داشتن : کسی چیز کا خواهاں ہونا - کلاه کسے بودن : باوقار و باعتبار بودن -

۳- از انجا که شوخی حسنت امتیاز فریب آمد - کراماً کاتبین در اشتباه افتادند - وگناه پری به نامت نوشتند -

۴- ترا پری می‌انگارم و هوشم می برد -

۵- سر وقت کسی آمدن یا رسیدن : کسی کی امداد کو پہنچنا -

ز شمع بزم آگه نیستم لیک اینقدر دانم
که بی روی تو آتش زد بخود در انجمن چشمی

قدم شد حلقه و شور جوانی همچنان باقی
برای گریه‌ی مستانه گشتم جمله تن چشمی

شود آب از گداز شرم چون شبنم فرو ریزد
اگر وا میکنم دور از تو بر روی چمن چشمی

نه پنداری که بعد از مرگ شوق گریه ام کم شد
که موجود است مانند حبابم از بدن چشمی

مباش از حلقه‌ی دود کباب صید خود غافل
که در راه تو دارد همچنان سودای من چشمی

تو ای سنگین‌دل از ما چشم می‌پوشی نمیدانی
که دارد هر شرار سنگ بت با برهمن چشمی

غنیمت کو نوافهمی که با من همزبان گردد
که عمری کرده‌ام شاگردی جادوفنی چشمی

۱٦

بود هر جا که خورشید رخت گرم خود آرای
چو شبنم قطره‌ی اشکی بود چشم تماشای

زهی بر فرق دلها کرده عشقت خاک رسوای ۱
ز سیر خاطر من آهوی چشم تو صحرای

زند پیوسته جوش از پیکرم خونابه‌ی دردی
نمیدانم که آغوش تهی یا زخم تنهای

۱- چونکه تیرے عشق نے عشاق کے سر پر رسوائی کی خاک ڈال دی ہے، اس لئے جب تمہاری آنکھیں میرے دل کا نظارہ کرتی ہیں تو اس گرد و غبار کی وجه سے آھوئے صحرائی دکھائی دیتی ہیں -

قیامت میکند دل می‌برد آزاد میگردد
نه از شمشاد می‌آید نه از سرو این قدآرای

ندانم کی برون رفت است آن صیاد ازین صحرا
که آهو خشک بر جا مانده چون مجنون صحرای

برلگ مهر شد طوفان آتش دیده از رویت
نمیدانم بسیر سینه‌ی گرم که ۱ می آی

درین گلشن کدامین طره‌ی مشکین برافشانده
نه داد لاف سنبل اعتبار حرف خودرای ۲

غنیمت بر نمی آید بضبط خود دل زارم
کف خاکستر گرمی و چندین شور رسوای

۱۷

بتعمیر که دارد عشق ویران‌کارت آهنگی ۳
که خون عالمی پامال شد در ریزش رنگی

اثر دارد غبار خاطر صحرا نوردانش
تواند کرد کار تیغ در میدان ما زنگی

سری دارد بکویش غیر ای فرهاد فریادی
که جوی شیر ماند خشک بر جا چون رگ سنگی

شنیدم خانه‌ی می‌خواهد و خلوت هوس دارد
اگر افتد قبول خاطرش دارم دل تنگی

۱- کدامیه -
۲- لاف سنبل کو اتنی اهمیت بهی حاصل نهیں جتنی که ایک خود رای آدمی کی بات کو حاصل هوتی هے -
۳- ویران کار عشق کی صفت هے - آهنگ : اراده - رنگ ریختن : بنیاد نهادن -

سزاوار ترحم قامت خم گشته می‌باشد
بامید نوازش های او آورده ام چنگی

عمل‌ها را مکافاتیست درپی چشم دل واکن
مکافا نیست می گوی جهان را خورده ای سنگی

نمی افتد قبول عشق دل تا خون نمی گردد
نباشد شیشه را بی باده در میخانها سنگی ۱

غنیمت غازی‌الدین بهادر میکنم نامت
توانی کرد گر با نفس کافرکیش خود جنگی

۱۸

آسمان یاد ندارد چو تو بیدادفنی
کشته‌ی تیغ ترا صبح قیامت کفنی ۲

گرچه رعنای او تن به لباسی ندهد
همچو گرداب به وجد آمده هر پیرهنی ۳

دیدها سوخته چون شمع نظربازان را
هر کجا پرده برانداخته در انجمنی

عبث این مرده‌دلان خرقه‌ی شیخی پوشند
چون غلافی به تکلف سر گوری کهنی ۴

تا چه کردم که مرا عشق چراغان فرمود
نیست زخمی که ندارد بجگر سوختنی

۱- سنگ : وزن۔
۲- ایسا مقتول کس نے دیکھا ہوگا جسے صبح قیامت کفن دے۔
۳- جس طرح گرداب سطح آب کے اوپر ہوتا ہے اسی طرح اس کا پیرھن جسم سے علیحدہ ہوکر سراپا وجد ہے۔
۴- جیسے ایک پرانی قبر کو پر تکلف غلاف اوڑھا دیا جائے۔

غنچه چون قطره‌ی شبنم بزمین ریخت ز شرم
در چمن رفت مرا تا ز دهانت سخنی

شاخ گل می‌دهد از چوب قفس یاد مرا
بی تو گل دام بود در نظرم هر چمنی

چشم کافرنگهی بسکه مرا سوخته است
می‌توان ساخت ز خاکستر من برهمنی

گره جبهه کم از غوره‌ی انگور نبود ۱
من و روی ترش زاهد صفراشکنی

ساقی مجلس اگر غمزه‌ی خون‌ریز تو نیست
شیشه‌ی پر باده بود قابل گردن‌زدنی

در جهان هم سفر معنی خود می‌گردم
جز زمین سخنم نیست غنیمت وطنی

۱۹

گفتمش داری لب نوشین چو جان گفتا بلی
گفتمش از من تمنائیست گفت از ما بلی

گفتمش از قامتت شور قیامت شد بلند
گفت می آید بلا از عالم بالا بلی

گفتمش آشوب طوفان داشت چشمم بی رخت
گفت می آید بگوشم ناله‌ی دریا بلی

گفتمش خون شد دل دیوانه‌ی سودای تو
گفت می بینم بهار لاله‌ی صحرا بلی

۱- گره جبهه : تیور - غوره‌ٔ انگور : ترشِ انگور -

گفتمش طاقت بغارت داده‌ی خوی تو ام
گفت نتوان شد حریف شوخ بی‌پروا بلی

گفتمش مـی زیبد آئین دورنـگیها تـرا
گفت یک رنگی بود عیب گل رعنا بلی

گفتمش دانسته ای قدر من از اهل سخن
گفت میدانم **غنیمت** من ترا زینها بلی

۲۰

شب بود بتی غارت‌جان بلکه تو باشی
دل برد بسوی تو گمان بلکه تو باشی

برقی بسر خرمن جـان تـاختنی داشـت
میداد ز خوی تو نشان بلکه تو باشی

از جلوه رنگین تو بـر عشق چه منت
در دیده‌ی عاشق نگران بلکه تو باشی

گر فـاش بـود راز محبت گله از کیست
فـرمانده فریاد و فغان بلکه تـو بـاشی

۲۱

اگر ز روی تو گردد نگه دوچار تجلی
چو آفتاب شود دیـده چشمه سار تـجلی

دهن ز نام لبت چشمه‌ی بهشت حلاوت
دل از خیال رخت غنچه‌ی بهـار تجلی

گل سر سبد آسمان است چون خورشید
کسی که جا به دلش داشت خار خار تجلی

فرد

۱

به پیری جست آه از سینه ام تیر است پنداری
کمانم حلقه شد چندان که زه گیر است پنداری

۲

می رود از خویشتن بیرون برنگ اخگری
گرم خواهد داشت جای من اگر خاکستری

۳

زبان در خود کشیدم سینه لبریز تجلی شد
بود مهتاب در کاشانه ام از شمع خاموشی

۴

طپش جای و دل جای و سر جای و خود جای
ندارد تیغ او چون من شهید مشهد آرای

۵

طفل اشکم دهد امروز ز طوفان خبری
مانده گوی به سرش لیک چوفان پسری[۱]

۶

که می‌گیرد عنان عاشق آشفته‌احوالی
که همچو برق در پرواز دارد آتشین بالی

۱- دوسرے مصرعہ کی درستی نہیں ہو سکی - یہ شعر صرف صدیقی نسخے میں ہے -

قصائد

در نعت حضور اکرم صلی الله علیه وسلم

شبی که شورش طوفان ز دل گشاد کمین
بحال چشم خودم بود گریه‌ی رنگین

نفس بسینه هم‌آغوش شور محشر بود
ز بسکه داشت لب زخم خنده‌ی نمکین

چراغ داغ فروزان بکنج خانه‌ی دل
فتاد زیر قدم بوریای چین جبین ۱

ز بیکسی سخنم طالع جواب نداشت ۲
که روی حرف بدیوار داشتم چو نگین

چو چشم یار شدم جلوه‌گاه مستی خواب
برنگ زلف کشیدم دراز پا به زمین

هنوز خوابگه دیده داشت بستر گرم ۳
که گشت مشرق خورشید زاده‌ی بالین

رسید گوش دلم راز پای نازک او
صدای سامعه آشوب مژده‌ی تمکین

بشست خواب ز چشمم بآبروی گهر
صفای مقدم آن پای تا بسر تمکین

۱- چین جبین کو ٹاٹ سے تشبیهه دی - کیونکه تیوری چڑھانے سے پیشانی اسی طرح ناهموار هو جاتی ہے جیسے که ٹاٹ -

۲- بیکسی کی وجه سے یه حالت تهی که میرے سوال کی قسمت میں جواب تھا هی نہیں - کیونکه میرے الفاظ رو به دیوار تھے اور جو شخص دیوار سے گفتگو کرے اسے جواب نہیں ملا کرتا -

۳- ابهی میں گہری نیند کے مزے لے رہا تها که میرا تکیه مشرق کی طرح جگمگا اٹها -

چو دیده باز نمودم بروی او دیدم
هزار قافله یوسف بدیده‌ی تعیین ۱

نظر چو کرد بمن فهم کاملش دریافت
ز صفحه‌ی رخم انشای کلفت دوشین

گلی بدست من از پنجه‌ی نگارین داد
نهال بخت چمن نوبهار گلشن چین

چنانچه آمدن عیش می‌برد غم را
مرا ربوده ز جا لطف مشفق دیرین

بسیر باغ عنانتاب شد باندازی
که گفت مرغ چمن مرحبای فروردین ۲

چه باغ نازفروش بهار جلوه‌ی یار
چه باغ آئینه‌دار صفای خلد برین

بکام غنچه شکر ریخته تبسم گل
بداغ لاله نمک سوده خنده‌ی نسرین

اگر ز سبزه‌ی سیراب او سخن گویم
رود بگرد خط دلبران روی زمین ۳

زبان سبزه در افشان ز قطره‌ی شبنم
دهان غنچه لبالب زخنده‌ی شکرین

درست پیرهن باغبان که میدیدی ۴
اگر نه غنچه‌ی گل داشتی حنا چندین

۱- حضور اکرم کے رخسار مبارک کو ہزار قافلہ یوسف کہہ رہا ہے۔
۲- فروردین : بہار کا پہلا مہینہ۔
۳- بہ گرد رفتن - بی آبرو شدن۔
۴- کدامیه -

ز لاله هر طرف آتش بلند گردیده
کشیده دامن زان رو بخویشتن گل چین ۱

مشام من ز نسیمش چو گشت عطر نصیب
شدم ز جوش سخن یک چمن گل رنگین ۲

غزل‌طراز شدم در خطاب شاخ گلی ۳
که شد بسیر چمن رهبر من غمگین

تو چون بخنده دهی رخصت لب شکرین
سزد که بوسه شود آب بر لب شیرین

دهن بود سخنی و لب چو یاقوتت
گرفته ملک عدم را تمام زیر نگین

مگر تو بند گریبان کشوده‌ای در باغ
که محو خنده‌ی بی‌اختیار شد نسرین

هزار ناخن حسرت شکسته غنچه‌ی گل
ز رشک آن دهن تنگ در دل خونین۴

ازان دو لب که ز گفتن برون بود صفتش
بهم رسانده خموشی دو مصرع رنگین ۵

نوشته اند سر صفحه‌ی جبین امروز
بنام ناز تو منشور پادشاهی چین

۱- دامن به خود کشیدن : دامن سمیٹنا -
۲- یک چمن : به قدر یک چمن یعنی سراها -
۳- شاخ گل : محبوب مراد ہے -
۴- یعنی در دل خونین خویش -
۵- دو لب رنگین -

درین قصیده به تکلیف شوق میخواهم
که هر دو مصرع زلف ترا کنم تضمین

مگر ز حال پریشان من خبر گیرد
خداستوده شهی قبله‌ی زمان و زمین

وجود رحمت یزدان محمد عربی
پناه ملک و ملک افتخار غث و ثمین ۱

ز نام او چو لبم کرد کام جان حاصل
زبان مهر فلک گشت مطلع تحسین

زهی ز روی تو روشن چراغ چشم یقین
فدای طالع پروانه‌ی تو روح امین

مگر اجازت پابوس از تو یافته است
که پای چرخ ز شادی نمیرسد بزمین

گره دز ابروی او اختر سعادت شد ۲
الم‌کشی که بخاک درت گذاشت جبین

نه ماه دانم و نی مهر دانم این که بود
ز سجده‌ی تو جبین سپهر نورآگین

ز باد لطف تو شد تازه جان آبحیات
ز خاک راه تو شد زنده نام ماء معین ۳

ز انتظار همان جلوه کز تو دید فلک
تمام دیده‌ی انجم سفید گشت چنین

۱- غث : لاغر ، ثمین : فربه -

۲- او ضمیر غائب کا مرجع الم کشی ہے -

۳- ماء معین : آب جاری -

ز بسکه بحر بود رهنورد جود کفت
فتاده آبله در پای او ز در ثمین ۱
نسیم برد مگر بوی زلف پرخم تو
که گشت حقه‌ی ناسور خصم نافه‌ی چین ۲
سخن به نعت تو از شرم نارسای خویش
فرو رود بزمین سخن چو حرف نگین
شبی جناب ترا خواستم فلک گویم
نمود خنده‌ی دندان نما بمن پروین ۳
که نیست در فلک آن رتبه قابل تشبیه
بدرگهی که بود قبله‌گاه عرش برین
شنیده‌ام که دم نزع زمره‌ی اسلام
مقرر است که خوانند سوره‌ی یاسین ۴
ازین طریقه چنین دلنشین شده است که جان
فدای نام تو سازند جمله اهل یقین
زمین ز فیض خرام تو قبله‌گاه فلک
فلک ز گشتن گرد سر تو تاج زمین
نگاه چشم حسود تو از دم تصویر
دم نخست عدویت نگاه بازپسین
خوش آن نفس که درآی بعرصه‌ی محشر
تمام رحمت حق امت ازیسار و یمین ۵

۱- در ثمین : قیمتی موتی یعنی انجم -
۲- خصم : مد مقابل -
۳- خندهٔ دندان نما : خندهٔ اشتهزا -
۴- یاسین : یکی از اسماء حضور اکرم -
۵- یسار و یمین : چپ وراست -

دم مسیح نوازت شفاعت آماده
قبول گوش بر آواز آن لب نوشین ۱

هنوز لعل تو با جنبش آشنا نشده
که بشنوی "بتو بخشیده این گروه حزین"

تمام امتیان با دل بهشت طراز
شوند سرمه کش انتظار حورالعین ۲

من و بهشت جمال تو مدعای دلم
من و هوای تو در دل هزار خلد برین

بدرد عجز رسا فخر امتا شاها
بعرض حال خودم بود خواهش تبیین ۳

ولی نداد اجازت ادب که رخصت نیست
دلیر گفتن وانگاه مدعای چنین ۴

زبان بعرض مکرر چرا شود گستاخ
چو روشن است برای تو راز سینه نشین

تو قبله باشی و من در سجودیت دلشاد
تو کعبه باشی و من از پی صنم غمگین

بلطف خویش بفرما پی خلاصی من
ز دست نفس سیه کار معصیت تلقین ۵

۱- یعنی قبول همه تن گوش شده -
۲- حورالعین : موٹی آنکھوں والی حور -
۳- تبیین : بیان کردن و گزارش نمودن -
۴- دلیر گفتن : به جسارت عرض کردن مدعا -
۵- یعنی نفس سیاه کار که تلقین معصیت می کند -

درازشد سخن اندیشه‌ی ملال گرفت ۱
خموش باش غنیمت مگو زیاده ازین
نگفته می شنود ناشنوده می فهمد
چه لازم است بتکرار گفتگو چندین
همیشه تا به اجابت بود رجوع دعا
مدام تا بدعا یک جهت بود آئین
تو قبله باش برای سجود اهل دعا
تو کعبه باش برای صفای اهل یقین
و ز آستان فلکشان آل و اصحابت
مدام باد پی امت تو قبله‌ی دین

در نعت

بسکه سوزد شعله وارم از تپ محرق بدن ۲
میتوان از پیکر گرمم چراغ افروختن
اختلاط تپ مرا همرنگ آتش کرده‌ست
قبله‌ی گردیده ام بهر سجود برهمن ۳
جامه‌سوز است این تپ و هر لحظه از تاثیر آن
میشود خاکسترم بر تن چو اخگر پیرهن ۴
لرزه میگیرد سراپای مرا از بیم او
چون شود سوی من دل‌سرد گرم آمدن ۵

۱- ملال آنحضرت -
۲- محرق : سوزاننده -
۳- مراد آتش پرست است ، زیرا که آتش قبله برهمنان نیست -
۴- پیرهنی که مثل اخگر گرم است ، هر دم خاکستر می گردد -
۵- دل سرد : مایوس -

سوزد انگشتش برنگ شمع گرمیهای تپ
گر طبیبی دست بگذارد بروی نبض من

آتشین داغی نماید باغبانرا در نظر
بگذرد گر در دل من یاد برگ نسترن

نام گل گر از لبم آید بتقریبی برون
آتشین تپ خاله گردد غنچه اش طرف چمن

ای سمندر جهد کن خود را باغوشم رسان ۱
بیش ازین اندر غم آتش بخود آتش مزن

گر باین گرمی شبی در خواب می بیند مرا
آدم آبی شود ناری برنگ اهرمن

در ته تپ خاله های آتشین گردد نهان
بر لب یاقوت نامم بگذرد گر در یمن

نافه‌ی آهو چو انگشت سیه اخگر شدی
گر نسیم از من خبر بردی بصحرای ختن

بر لب دریا حدیث حال من گر بگذرد
میتواند موج آبش سوخت مانند رسن

آتشین گردد برنگ لالها جام حباب
گر بدریا میفرستم من بشستن پیرهن

آشنای حرف من گردد اگر گوش صدف
چون سپند روی آتش میجهد در عدن ۲

۱- نام موشی آتشین - در مصرعه دوم می گوید که خود را بیش ازین در غم آتش مسوز -

۲- در عدن ؛ گوهر بیش قیمت -

افگنم تعویذ تپ را گر بدریا از گلو
موج دریا می جهد مانند برق از خویشتن

بسکه تاب گرمی تپ را بخود گم دیده ام
میگریزد هر نفس هوشم ز سر طاقت ز تن

کرده تا از استخوانم شمع روشن جوش تپ
شوخی پروانه دارد هر پر بالین من

دوستان با من ندانم گرمجوشی چون کنند
هر که حرف از من زند داند بخود آتش زدن

بعد ازین باید مرا با خویش عشق تازه باخت ۱
همچو چشم یار بیماری شده جزو بدن

از طبیبان گرد من هر دم گروهی لاعلاج
وز عیادت دوستان هر روز پیشم انجمن

از دواها خانه‌ام لبریز چون دارالشفا
واز سخنهای مریضان کلبه‌ام بیت‌الحزن

آن یکی گوید فلاطون این دوا فرموده است ۲
وان یکی گوید که ماند است از ارسطو این سخن ۳

۱- محبوب کی چشم بیمار کی طرح ، بیماری عاشق کی جزو بدن ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس مناسبت کی بنا پر خود اپنی ذات سے عشق کرنا چاہتا ہوں۔

۲- ایک مشہور یونانی فلسفی کا نام ہے ، جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا ، اسے حکمائے اشراقین کا امام سمجھا جاتا ہے۔

۳- سکندر اعظم کا وزیر اور افلاطون کا شاگرد تھا۔

آن یکی در لاف حکمت بوعلی را اوستاد ۱
وان دگر در مدح خود لقمان ثانی زمن ۲

نسخه‌ی هر یک سقیم افتاده همچون طبع خویش
داروی هر یک برغم یکدگر ناممتحن

بهر دفع زحمت اینقوم گر خواهی دوا
هر یکی را سر همی‌باید بهاون کوفتن ۳

گرچه در صورت سخنها از علاجم می کنند
لیک در معنی کنند اظهار درد خود بمن

هر یکی را شربت دینار از من آرزواست
حبذا ای نو طبیبان ویحک ای رنج کهن

داروی من حاصل از دارالشفای دیگر است
می شناسم من طبیب دردهای خویشتن

عرض حال خویش خواهم بر جناب شاه کرد
آن طبیب درد جان جان‌داروی دل بی سخن

۱- بوعلی سینا مشهور مسلم فلسفی جسے شیخ‌الرئیس بھی کہتے ھیں - اس کے باپ کا نام عبداللہ تھا - جو اول بلخ اور پھر بخارا کا عامل رھا تھا - یہ شہرۂ آفاق حکیم ۳۷۰ ہجری میں پیدا ھوا ، اور سولہ برس کی عمر میں تحصیل علوم و فنون سے فارغ ھوگیا- بعد میں شمس‌الدولہ کے دربار میں وزارت کے منصب پر فائز ھوا - فلسفہ میں ارسطو کے بعد اور کوئی ایسا آدمی پیدا نہیں ھوا - طب میں جالینوس کا ھم پلہ تھا - اس نے ترپن برس کی عمر میں وفات پائی - قانون اور شفا اس کی مشہور تصانیف سے ھیں -

۲- لقمان بن باعور حضرت ایوب علیہ‌السلام کے خالہ زاد بھائی یا بھانجے تھے - فلسطین کے باشندے تھے ، اپنے عہد کے بلند پایہ حکیم اور دانا مانے جاتے ھیں - فلسطین میں وفات پائی اور رملہ میں دفن ھوئے -

۳- هاون : اوکھلی ، کھرل -

حکمت محض الهی رحمت رب‌العباد
شافع روز قیامت دافع رنج و محن

احمد مرسل نبی هاشمی فخر رسل
شاه جان جان جهان مهر زمان ماه زمن

صورت او جای ناز کلک نقاش ازل
معنی او افتخار دست صنع ذوالمنن

دیده‌ی را روضه‌ی او هشت جنت در نظر
بوسه‌ی را ز آستانش آب کوثر در دهن

جبرئیل آشفته‌ی شمع تجلی پرتوش
دارد این پروانه عشقی در محبت سوختن ۱

تا نیاز آرد بدرگاهش سلیمان تحفه‌ی
خاتم خود را بصد جا میگذارد مرتهن ۲

خواست تا از شوق گردد هم کلام او کلیم
هیبتش زد بانگ یعنی نیست جای دم زدن

روح عیسیٰ خوانده پیش فطرتش درس شفا
کرده تکرار حدیثش همچو طفل نوسخن

ابر رحمت را ز بحر دست جودش مایه‌ی
نرگس عین‌الیقین را شرع او صحن چمن

هست در چشم کرم پروردکار لطف او
جلوه‌ی صبح قیامت همسر جوش لبن ۳

۱- یعنی اس پروانے (جبرئیل) کو عشق رسول اکرم میں جلنے کی خواہش ہے -

۲- مرتهن : گرو نهادن -

۳- لبن : دوده -

از سفر تا آستان بوسش میسر شد بخلق ۱
سوخت داغ آرزو را چون نمک صبح وطن

در زمان او که درد بی دوا هرکز نماند
شمع گردد مرهم کافور ناسور لگن۲

شرع او هر جا رواج ملت دین میدهد
بت شود سنگ شکست رونق کار شمن۳

یاد او گر بگذرد در خاطر ارباب دیر
نور ایمان گردد آتش در دل سنگ وثن۴

غیر صیت شرع بیضایش نمی‌آید صدا
از شکست سنگهای بت بگوش بت شکن ۵

همچو عکس شمع سوزانی که می افتد در آب
سوخت تیغ آبدارش ریشهٔ نخل فتن ۶

ختم کار هر که بر نام همایونش شود ۷
در برش گردد برنگ صبح نورانی کفن

ظاهر و باطن پناها درد کاها شافعا ۸
شد زبان جولانگه رازی که بودش دل وطن

۱- چونکہ سفر سے حضور کی آستان بوسی کی سعادت میسر ہوتی ہے اس لئے صبح وطن داغ آرزو پر نمک کا کام دیتی ہے - یعنی صبح وطن یوں ناگوار معلوم ہوتی ہے جیسے کہ زخموں پر نمک -
۲- لگن : چلمچی -
۳- شمن : بت پرست -
۴- وثن : بت -
۵- شکست بت سے شرع اسلام کی رونق بڑھتی ہے -
۶- فتن جمع فتنہ -
۷- ختم کار شدن : خاتمہ ہونا -
۸- دردکاہ : درد کو کم کرنے والا -

عاجزم عاجز که دارد در شکنج دل گداز
باطنم را زحمت جان ظاهرم را رنج تن
ای طبیبی مهربان رحمی که جانم کرده است
دود عصیان در ضمیر و آتش تپ در بدن
آتشی دارم بظاهر کشتن او آرزو است
دشمنی دارم بباطن بایدش گردن زدن
لاعلاج این التماس آمد بتقریر آشنا
پیش زین نتوان زبان گستاخ کردن در سخن
در طریق ملت اسلامیان اهل دین
تا بود عرض درودت بر زبانها از سنن
رحمت حق بر تو و بر آل و اصحاب تو باد
وز غنیمت صد ورود نو بران پاک انجمن



در منقبت حضرت غوث الاعظم گیلانی رحمته الله علیه

آه زین طایفه‌ی لاف محبت بزبان
جمله یک گره‌ی بوسه بشوق لب نان ۱
گشته مشهور بآزادی و از کثرت حرص
حرف زر ریشه دوانیده چو سوسن بزبان
بخطا گیری مردم همه خندان چون سگ ۲
به نگهبانی عیب دل خود آهو بان
خادم نفس خود و بنده‌ی حکم شکم اند
هر چه یابند شود پیشکش حلق و دهان
دیده‌ی حرص و طمع بسکه کشادند بخلق
چه قدر رخنه که کردند بکار ایمان
خاک اینقوم حریص از پس مردن کاوند ۳
استخوانی نتوان یافت بغیر از دندان
نان و حلوه است کتابی که بخوانند مدام
لیک کام دل و جان بی خبر از لذت آن
اینقدر معتقد شیخ بهای زانند ۴
که دهد یاد کتابش بحریصان از خوان

۱- یعنی لب نان کو بوسه دینے کے لئے همه تن گره بنے ہوئے ہیں - بوسه لیتے وقت ہونٹوں کی شکل گره بن جاتی ہے -

۲- چونکه کتے کا منه کھلا رہتا ہے اس لئے اسے خندان کہه رہا ہے - آهو بمعنی عیب بھی آتا ہے -

۳- اگر بعد از مرگ اهل دنیا کی قبریں کھودی جائیں تو ہر ہڈی میں دانت دکھائی دینگے -

۴- شیخ بهائی آملی اور ان کی کتاب کشکول مراد ہے -

پیش این گرسنه‌چشمان طلب رزق حلال
نیست جز خوردن افسوس طعام الوان۱

تو ازین طایفه گر چشم کشایش داری
چشم این طایفه هم هست به بند همیان۲

وعده‌ی نذر مریدیست همانا در پش
که در صومعه وا مانده چو چشم نگران

دست برداشته از بهر دعا سوی فلک
چشم دل دوخته بر کیسه‌ی حاجت‌طلبان

بامیدی که دهد جامه‌ی نو بی خبری ۳
وجد تقلید کنان پیرهن کهنه دران

با قد خم شده سر حلقه دام تزویر
مفت آن صید، که گردید ازین قید جهان ۴

ناله‌ی بی ثمر آواز سفالی که شکست
گریه‌ی بی اثر آب رخ شیخی ریزان

رحم در باب شکمها سخن مجلس وعظ ۵
نشه‌ی باده‌ی وحدت همه شب خواب گران

نام خواب سحری بیخودی استغراق
عذر بی حاصلی مطلب مردم نسیان ۶

۱- مختلف کھانے -
۲- روپوں کی تھیلی جو کمر کے ساتھ باندھی جاتی ہے - یعنی ان کی نگاھیں تمہارے روپوں پر لگی ہوتی ھیں -
۳- یائی تنیگر -
۴- مبارک ہے وہ شکار جو ان کے پھندے سے بچ کے نکل گیا - جہان به کسرۂ اول -
۵- ان کی مجلس وعظ کا موضوع سخن یه ہے که ہمارے پیٹ پر رحم کھاؤ-
۶- لوگوں کے کام نه کرنے کا بہانه نسیان ہے -

مسند انداخته از سینه برای خناس۱
گاوتکیه ز شکم ساخته بهر شیطان

بسته تا سینه شکمها ز برای خدمت
نیست در خانه بجز نفس عزیزی مهمان

هست در گوش صریر در دکان فریب
هر کجا در سخن وعظ کشایند دهان

از مریدان شده پیراستهءی پیرامون۲
حلقهءی شیونی ماتم این مرده دلان

چه مریدان که کشایش ز خدا می طلبند ۳
که بود مشکل شان عقدهءی بند اینان

هر مریدیست نهال چمن بی برگی
کارگر گشته نفس سرد تر از باد خزان ۴

هست در مذهب بی باکی اینقوم دنی
گفتگوهای قیامت سخن سرو قدان

بی وضو کرده نمازی که بود ننگ نیاز
سجدهءی دل طرف قبله فراموش کنان

عذر طاعون و وبا کرده بیان با مردم
بسکه هر روز شده فوت نماز ایشان

۱- ان کے سینے خناس کا صدر مقام ھیں -
۲- پیراموں : اردگرد -
۳- پہلے مصرعہ میں سکتہ تھا ، ز خدا کے الفاظ بڑھانے سے نقص رفع ھوگیا ہے-
۴- اس مصرعہ میں گشتہ کی جگہ شدہ تھا، سکتہ کی خاطر بدلنا پڑا -

زان کفت بنک که پنهان ز نظرها زده اند ۱
خاک کردند بچشم طمع درویشان

می کنند از غضب خویش بمردم تلقین ۲
گر سگ مرده به بینند بکوی دگران

ور زنی زاد پسر لاف کرامات به زنند
زن‌مریدی که بود مرشد این نامردان

داغ درد دل این طایفه یکسر تهمت
نام عشق و دل این قوم سراپا بهتان

بسکه سر تافته از حکم الٰهی رفتند
رسته از تربت این قوم گل نافرمان

بر عصا تکیه این قوم فزون تر ز خدا ست
همه کورند ولی کور براه عرفان

میزدندی ره دین گر نشدی رهبر من ۳
قبله‌ی پاک‌دلان کعبه و مقصود جهان

غوث اعظم شه شاهان زمان محی‌الدین
قطب اقطاب جهان مظهر فیض یزدان

گشته تا مولد پاکش ز سر حسن ادب
کعبه احرام به بندد بطواف گیلان ۴

۱- کفت به ضم اول و فتح ثانی کوفته ، بنگ : بھنگ ۔

۲- یعنی اگر کھیں کتا بھی مر جائے تو اسے اپنی بد دعا کا اثر قرار دیتے ھیں ۔

۳- گریز می کند به سوی موضوع ۔

۴- ایران کے ایک صوبے کا نام ھے ۔ حضرت غوث الاعظم وھیں کے رھنے والے تھے ۔

انکه از شمع سر تربت او حاصل شد
قدسیان را بفلک نور چراغ ایمان

گر به بتخانه نگاه گرمش جلوه کند
آتش عشق شود از دل هر سنگ عیان

فیض او گر به کرم پا به زمین به گذارد ۱
جاده گردد به تن خاک حریف رگ جان

همه حسنی که ز آشوب تماشای رخش
آب گرم آئینها را بود از چشم روان ۲

دلکشای که ز تاثیر نسیم گرمش
غنچه مانند شود وا گره از کار جهان

جان‌نوازی که چو پروانه‌ی او سوخت به عشق
صد دل تازه توان چید ز خاکستر آن

سالکان ره عرفان بیقین میدانند
که بود چشم حقیقت برخ او نگران

دل عاشق شود از شورش بیتابی درد ۳
نظر گرمش اگر جلوه کند بر سندان

نگهش مردمک دیده‌ی تحقیق کند
ظلمتی را که پدیدار بود از عصیان

۱- متن میں یہ مصرعہ 'بہ کرم' کے بغیر ہے - لیکن چونکہ سکتہ تھا اس لئے یہ جسارت ہوئی -

۲- اس مصرعہ میں بھی ایک ناروا جسارت کرنا پڑی - متن میں یہ مصرعہ یوں ہے : آب چشم آئینہ ها را بود از گرم روان - الفاظ کی یہ تبدیلی مقام کاتب کے تعرف کا نتیجہ ہے -

بال جبریل شود داغ که طاؤس صفت
بمگس‌رانی او نیست پرش را فرمان
برگ عیش دو جهان بهر گدا بخشیدن
هست اندر نظر همت او پره‌ی نان ۱
باده‌ی را که کشید حوصله اش میکدها ۲
هست بدمستی منصور ز یک جرعه‌ی آن
حلقه‌ی بندگی راه نوردان ادب
بسکه پیوست بهم سلسله گردید عیان
آسمان راه درین سلسله نتواند برد ۳
گرچه سر تا قدمش میدهد از حلقه نشان
در جهان کیست که دیوانه‌ی آن سلسله نیست
هست هر حلقه‌ی او دیده‌ی روشن‌بصران
گوش شو گوش که نقلی بتو از شاه کنم
هست بر سامعه ام منت این تازه بیان ۴
بهر سوداگری از مال جهان بهره نصیب
سفر آماده شد و بست سبک بار گران ۵
رفت از بهر اجازت بدر شیخ جمال۶
آنکه بوده است اجابت بدعائش نازان

۱- پره‌ٔ نان : پارهٔ نان -
۲- وہ شراب معرفت کہ آپ جس کے خم کے خم چڑھا جاتے ھیں اس کا ایک گھونٹ بد مستی منصور کی هم سری کر سکتا ھے -
۳- اگرچہ آسمان سر تا پا بہ صورت حلقہ زنجیر ھے ، لیکن تاھم اسے اس سلسلے میں داخلے کی اجازت نہیں مل سکتی -
۴- متن میں سنت درج ھے ، منت چاھئے -
۵- سبک : زود -
۶- نام صوفی کہ معاصر غوث الاعظم بود -

شیخ فرمود که ای قافله‌آرای هوس
زین سفر نیست ترا سود نگه‌دار عنان

خواندم از صفحه‌ی تقدیر که این قافله را
میزند دزد سرت نیز رود در پی آن

سخن شیخ شنید و هوسش سرد نشد۱
شوق سوداگریش داشت همان بسته میان

به دعا بر در شاهنشه گیلان آمد
مطلب قافله و عزم سفر کرد بیان

شه باو داد بشارت که مبارک سفر است
رفتنت مایه‌ی سود آمدنت امن و امان

گفت در راه بود قافله را بیم و خطر
همتش بانگ برآورد که بر ماست ضمان ۲

رخت سوداگری خویش فراهم کرده
تکیه بر قول شه و فضل خدا گشت روان

جمله اسباب به نفعی که دلش خواست فروخت
زر چو شد نقد فرو برد بجیب همیان

شد به گرمابه شبی چون بدر آمد بشتاب
نقد سودای خودش ماند بطاق نسیان

آمد و بی‌خبر از حال فرورفت بخواب
دید کان قافله شد غارتی راهزنان

۱- سرد شدن : کم شدن ـ
۲- ضمان : ذمه داری ـ

جست از خواب سراسیمه و بر گردن یافت
خط شنگرفی زخمی شده خط بطلان

زان یکی تیغ زدش بر سر از روی ستیز ۱
یاد شه کرد که فریاد رس ای غوث جهان

یادش از نقد خود آمد سوی گرما به دوید
یافت در طاق زر خود بهمان مهر و نشان

بعد چندی که در آمد بوطن از ره دور
شد نخست از سر اخلاص زیارت جویان

زائیر کعبه‌ی مقصود چو آمد بیرون
دیده در راه دو طرف کعبه عیان ۲

سبقت اندیشی زیارت شده باخود میگفت
کایم اول ز در فیض کدامین بستان

آن یکی مرشد و آن کعبه‌ی مقصود بود
وان خودش هست قضا تابع امر و فرمان

آن خرد پیشه نیارست در آئین ادب
که دهد زان دو یکی کعبه یکی را رحجان ۳

۱- متن میں بر سر نہیں ، سکتہ کو رفع کرنے کے لئے اضافہ کیا گیا ۔

۲- اس مصرعہ میں سکتہ ہے ، مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سوداگر گھر سے نکلا تو ایک ایسے دوراہے پر پہنچا جہاں سے شیخ جمال کا گھر اور حضرت غوث الاعظم کا روضہ سامنے تھا ۔ چنانچہ وہ اس سوچ میں پڑ گیا کہ پہلے کدھر کا رخ کرے ۔

۳- متن کتاب میں کشتہ درج ہے ، جس کا یہاں کوئی محل نہیں ۔ کعبہ چاہئے ۔

اندرین بود که شد جلوه‌گر اندر نظرش
شیخ دین چشم یقین فخر زمین تاج زمان ۱

گفت رو بر در شاهی که شده است از مددش
بر تو این واقعه چون خواب و خیالی آسان

دستیاری تو نمیشد اگرش دست دعا ۲
آب شمشیر قضا بر تو نمودی طوفان

رو بآن قبله‌ی احرار چو آورد و شنید
آنچه فرمود باو شیخ ز شاه گیلان

خواب بین بر قدمش سود سر و کرد نثار
سود و سرمایه‌ی خود را برهش از دل و جان

جان پناها ز کمالات تو اینها سخنی است
معنی هست دگر در تو که ناید به بیان

شرح آن معنی باریک بدل عرض کنم
گفتگوهای زبان را نبود قدرت آن

تا دل غنچه ز سودای تو خالی نه بود
زخم گل از نمک شور تو گردید چکان

ذره‌ها نیست که دعوی اناالشمس نکرد
پر تو مهر تو افتاد ز بس بر گیهان

۱- شیخ جمال مراد هیں -

۲- اگر دعای غوث الاعظم دستیاری تو نمی کرد هماناکه آب شمشیر قضا طوفانی شده بود-

عقل می‌جست به اندازه‌ی مدحت سخنی
خامشی گفت به من کانچه نیاید بزبان

تا بود رحم کریمان صله‌ی عجز گدا
تا بود شور گدا لذت خوان احسان

قدسیان را به تمنای جنابت بادا
سجده مانند **غنیمت** بجبین سجده کنان



در مدح گوید

ز بسکه سر زده حسنت ز جیب یکتای ۱
بود بدست تو آئینه داغ تنهائی

قبول خاطر معنی پسند کی افتد ۲
بدور خط تو ریحان چو حرف سودائی

به صید گاه تو داغ پلنگها دارد ۳
غرور چشم سیاه غزال صحرائی

به فرق چشم غزالان شد است سرمه‌ی ناز
به دور چشم سیاهت نیاز رسوائی

به گلشنی که نگاه تو جلوه فرما شد
بجای سایه‌ی سروش فتاده رعنائی

نداشته است تفاوت بچشم اهل نظر
ز طوق بند گیت دیده‌ی تماشائی

ز شرم آب شود همچو موج دام هوس
ز بسکه جسته غزالت ز چنگ گیرائی

هلال عید شود قامت خمیده‌ی من
به‌این نشاط چو در پیریم بیارائی

۱- از اینجا که حسنت به صفت یکتائی اتصاف دارد، چون به آئینه نگاه می کنی - عکست درآن نیفتد و آئینه خالی می نماید -

۲- ریحان ایک خط کا نام ہے - شاعر کہتا ہے کہ جب سے تمہارے چہرے پر خط نمودار ہوا ہے خط ریحان نظروں سے یوں گر گیا ہے جیسے کہ ایک دیوانے کی گفتگو -

۳- تمہاری شکار گاہ میں داغ ہائی پلنگ پر چشم غزال کا دھوکا ہوتا ہے -

توان بسوختنش کرد امتحان چو شراب [۱]
کند چو خون شهید تو مشهد آرائی

بیا که دور ز روئی تو تا نظر کردم
غبار خاطر چشم است نور بینائی

پیاله بی تو به چشمم دلی است رفته ز دست
کدوی باده به بزمم سریست سودائی

سخن ز معنی رنگین خود جگر خون است
ازین که بر سر داد سخن نمی آئی

مرا به وصف تو شعری که بر زبان آید
برم به بزم سخن‌سنج نازک ایمائی

بهار فیض و سخا اعتبار جاه و جلال
وجود جود و کرم شان دولت افزائی

زهی شکسته غرور خطاب خانی را
به پشت گرمی نامت شکوه آقائی

بیاد گلشن خلق تو عقده‌ی خاطر
بود چو بیضه‌ی طاؤس در چمن زائی

برنگ مردمک چشم هوای محفل تو
بحال روی بتان کرده گریه فرمائی

درون آب ز حفظ تو بی خطر باشد
شرر چو مردمک ماهیان دریائی

---

۱ - خالص شراب تیل کی طرح جلتی ہے - اسی طرح خون شہید کو بھی اسی میعار پر پرکھا جا سکتا ہے -

عدالتت چو بمنع جفا شود سرگرم
سپند بر دل اخگر کند سویدائی ۱

ز شوخ چشمی بادام های پیکانت
فزود در دل خصم تو ناشکیبائی

نمک بزخم عدوی تو شور محشرها ست
ز نیزه‌ات چو قیامت کند قد آرائی

بذوق نسخه مدح تو میکنم شب و روز ۲
خط عذار بتان مشق تازه انشائی

به دشمنات نه رسد لاف سروری که تهی است
سر کدو ز تمنای تاج دارائی

نگاه گرم بتان آب میشود از شرم
کند به بزم تو ساقی چو باده پیمائی

ز حرف روشنی رای تو فروخته است
دماغ سوختگی‌ها چراغ دانائی

ز رشک جود تو میخورد پیچ و تاب چو زلف
سطور نامه‌ی اعمال حاتم طائی

بر آستان تو دارد سر ارادت خویش
که سجده سجده نیاز است چرخ مینائی

۱- سویدا : دل پر ایک سیاه داغ هوتا هے جسے داغ سویدا کهتے هیں۔ ممدوح کے عدل و انصاف کا یه عالم هے که اگر سپند کو انگارے پر رکھا جائے تو وه نهیں جلتا بلکه سویدائے دل کا کام دیتا هے۔

۲- ممدوح کی مدح میں نازنینوں کے خط عذار کو بطور نمونه استعمال کرتا هے۔

ز دست چرخ ز بس می گزد بود نالاں ۱
بدست خصم تو انگشت چون نی نائی

نداشته است بجز ناله همچو موسیقار ۲
وجود دست عدوی تو علت غائی

ز شرم مدح کف جود تو عجب نه بود
چه موج آب شود گر زبان گویائی

بدولتت که جوان باد تا جهاں باشد
فتاده در سر هر پیر شور برنائی

همیشه تا که بمیدان رزم جوئیها
ز سر گذشته ۳ زند لاف پای یرجائی

به سیل حادثه بادا حباب طوفانی
سر بریده‌ی خصم تو از سبک پائی

فلک مطیع تو بادا در انچه امر کنی
زمانه بنده‌ی حکمت شود چو فرمائی

۱- چونکہ آسمان تمہارے دشمن کے ہاتھوں کو بار بار کاٹ کھاتا ہے اس لئے اس کی انگلیاں بانسری کی طرح سراپا نالہ بن گئی ہیں -

۲- جس طرح موسیقار کی تخلیق کی علت غائی یہ تھی کہ وہ گاتا رہے، اسی طرح دشمن کی تخلیق کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ چیختا چلاتا رہے -

۳- ز سر گذشتہ : جسے زندگی کی پرواہ نہ ہو-

در منقبت حضرت غوث‌الاعظم گوید

من و خاک جناب قبله‌ی جان شاه گیلانی
که می بازد بنامش اسم اعظم عشق پنهانی
شهنشاهی که بر یاد جنابش پاک‌بازان را
بود میدان رقص سجده‌های شوق پنهانی
خرد در اختیار ذات او برهان نمی خواهد
بود او جوهر اول بود مطلوب گر ثانی
خیالش هر که را عرض تجلی کرد در خاطر
برنگ مردمک گردید داغ سینه نورانی
دران کشور که زور قدرت او جلوگر می شد
ز خاتم داشت طوق بندگی دست سلیمانی
هنوزش در پس صد پرده پنهان شور معشوقی
که بود از انتخاب خویشش نازان عشق سبحانی
بود در بارگاهش بندگان شوق پرور را
شکستت شیشه‌ی دلها صدای کوس سلطانی
نقاب افگنده بر رخ یوسف ما جلوه ها دارد
نظر گم کردگان گوئیند رفت از عالم فانی
صبا از نسخه‌ی ارشاد او گر در چمن روزی
شود بهر افادت گرم تکرار سبق خوانی
لب هر برگ گل را ترجمان معرفت یابد
دل هر غنچه روشن بیند از نور خدا دانی

رباعیات

ردیف الف

۱

از آب کشی است آب کاشانه‌ی ما ۱
آب خضر است درد می خانه‌ی ما
شد آب رخ ما مگر از بحر ازل
مانند حباب صرف پیمانه‌ی ما

۲

آن ساقی دل نشین ما رسواها ۲
می خورد چون خون عاشقان صهباها
از می کده برخاست به عزم رفتن
چون غنچه‌ی لاله داغ شد میناها

۳

پر می ز خیال نکهت کاسه‌ی سرها
کان نمک از یاد لبت زخم جگرها
بود از اثر ناله‌ی گرمم فلک امشب
چون کاغذ آتش زده لبریز شررها

۴

تا رقم شد حرف شوق آن بدل مطلوب ما ۳
در پریدن‌ها ست رنگ کاغذ مکتوب ما

۱- آب کشیدن کے معنی پانی بھرنا ہے - لیکن یہاں شراب پینا مراد ہے -
۲- ما رسواها یعنی ماها یا مایان که رسوا هستیم -
۳- یعنی آن محبوب که مطلوب دل ماست -

حسن محجوبش نقابی گر هوس دارد بس است
پردهٔ رخسار یوسف دیدهٔ یعقوب ما

۵

جز گرد نه خاسته ز کاشانهٔ ما
جز تشنه لبی نه یافت پیمانهٔ ما ۱

هرگز نشویم سیر مانند حباب
هر چند که آب بود خانهٔ ما

٦

جلوه فرمای سرو قامت را ۲
بیت کن مصرع قیامت را

سر به زخم جگر نهان کردم
یافتم کوچهٔ سلامت را

۷

در بحر وجود تا شده خانهٔ ما
آب رخ ماست آب پیمانهٔ ما

سرسبزی ما دردکشان است از می
از آب عنب سبز بود دانهٔ ما

۱- همارے پیالے کے حصے میں تشنہ لبی ھی لکھی تھی چنانچہ ھم عمر بھر ترستے رھے -

۲- محبوب کے قد کو فتنہ قیامت کہنا شعرا کے ھاں عام ھے لیکن قیامت کو ایک مصرعہ کہہ کر اس بیت کی تکمیل کے لئے قد یار سے جلوہ فرمائی کا تقاضا کرنا نزاکت خیال کا شاھکار ھے -

۸

زاهد نظری به جانب خانه‌ی ما
صوفی گزری به طرف می‌خانه‌ی ما
از دولت شیخ جام روزی ۱
بنگر چه فیض است به کاشانه‌ی ما

۹

ز خوبان نیست چشم دل‌نوازی عشق بازان را
سری با تیغ بی رحمی است این گردن نیازان را ۲
بود زخم جگر فواره‌ی آب شنا امشب
مگر در دل گذار افتاده این مژگان درازان را

۱۰

زهی بغمزه‌ی شوخ تو جنگ و عربده‌ها
خراب نرگس مستانه‌ی تو می‌کده‌ها
گرفته روی زمین رنگ عرصه‌ی محشر
زآه و ناله‌ی بی تابی فلک زده‌ها

۱۱

کدامین برق پرتو رفته است از جلوه‌گاه اینجا
کشد بر صفحه‌ی هستی خط باطل نگاه اینجا

۱- شیخ جام سے مراد ساغر می ھے -
۲- سر: معاملہ واسطہ -
۳- جب برق پر تو محبوب چلا گیا تو میری نگاھوں نے ساری کائنات پر خط بطلان کھینچ دیا اور نظام ھستی ساقط‌الاعتبار ھو گیا -

جهان پامال بیداد تو رفتم هر کجا رفتم
نباشد جز زبان داد خواهان خار راه اینجا

۱۲

هر کس که شنیده است افسانه‌ی ما
سوزد دل او بـه حال پروانه‌ی ما
از بسکه بسوخت اشتهایش در عشق
جز سنگ نه خورده هیچ دیوانه‌ی ما

